مقالہ

"اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار"

"Role of Mass Media in an Islamic state"

پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لئے پیش کیا گیا۔

از

محمد وسیم اکبر شیخ

نگران تحقیق
پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی
چیئرمین شعبہ ابلاغیات
پنجاب یونیورسٹی لاہور

معاون نگران تحقیق
پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد ظہور
صدر علوم اسلامیہ
گورنمنٹ اورنٹیل کالج لاہور

بسم اللہ الرحمان الرحیم

مقالہ بعنوان

"اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار"

"Role of Mass Media in an Islamic state"

پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لئے پیش کیا گیا

نگران تحقیق

پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی

چیئرمین شعبہ ابلاغیات

پنجاب یونیورسٹی لاہور

معاون نگران تحقیق

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

صدر علوم اسلامیہ

گورنمنٹ اورینٹل کالج لاہور

مقالہ نگار : محمد وسیم اکبر شیخ لیکچرر شعبہ صحافت وابلاغیات گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خان

ترتیب ابواب

صفحہ نمبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ارشاد باری تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ
وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ
فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا ۚ
وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ○ (النساء ۱۳۵)

ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ انصاف کے علمبردار بنو۔ خدا واسطے کے گواہ بنو۔ اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد میں خود تمہاری ذات ہو یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب اللہ تم سے زیادہ ان کا خیرخواہ ہے لہذا اپنے خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اسکی خبر ہے۔

جہاں میں بندۂ حُر کے مشاہدات ہیں کیا
تری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کہیے

چہروں پہ جو سرخی نظر آتی ہے سرِ شام
یا غازہ ہے یا ساغر و مینا کی کرامات
بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات

ہوا ہے بندۂ مومن فسونیِ افرنگ
اسی سبب سے قلندر کی آنکھ ہے نمناک

(علامہ اقبالؒ)

ترتیب ابواب

باب دوم ابلاغ عام کے جدید ذرائع

باب سوم اسلامی تعلیمات

باب چہارم ریاست اور اسلام

باب پنجم مروجہ نظریہ ہائے ابلاغ

باب ششم اسلام کا نظریہ ابلاغ (Islamic concept of Communication)

باب ہشتم   آزادیٔ ذرائع ابلاغ کی حدود

انتساب

اللہ رب العزت کے نام

جو

بے جان مٹی سے سبز پتے و سرخ گلاب، پیدا کرتا ہے اور جس نے بندۂ ناچیز کو یہ مقالہ مکمل کرنے کی ہمت و توفیق اور سعادت عطا فرمائی۔

اظہار تشکر

تمام تعریفیں اس رب کائنات کیلئے جو سرچشمہ علم ہے اور جس نے انسان کو سننے ' دیکھنے اور سوچنے کی قوتیں اور صلاحیتیں عطا کیں اور لاکھوں درود و سلام ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی ذات اقدس وجہ تخلیق کائنات ہوئی ۔

راقم الحروف اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہے جس نے بندہ ناچیز کو اس اہم مقالے کی تیاری و تکمیل کا اعزاز عطا کیا ۔ اور چار سال کی محنت شاقہ کے بعد یہ مقالہ مکمل کرنے کی ہمت توفیق اور سعادت عطا کی ۔

میں اپنے ایڈوائزر اور شعبہ ابلاغیات جامعہ پنجاب کے چیئرمین جناب ڈاکٹر مسکین علی حجازی ' جو ملک کے ممتاز ماہر ابلاغیات بھی ہیں ' کا بے حد ممنون ہوں ' مقالہ کی تیاری ' ترتیب اور مواد کی تلاش میں مجھے قدم قدم پر ان کی رہنمائی حاصل رہی انہوں نے مقالہ میں قیمتی اصلاحات کیں اور مجھے بروقت مفید مشوروں سے نوازتے رہے ۔

میں اپنے معاون ایڈوائزر اور علوم اسلامیہ یونیورسٹی اورینٹل کالج کے صدر نشین جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کا بھی مشکور ہوں جن کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی میری قوت کار کیلئے مہمیز کا کام کرتی رہی ۔

میں ذاتی طور پر درج ذیل افراد کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں ' جنہوں نے مفید مشورے دیئے اور مقالے کے لئے تحقیقی مواد فراہم کیا ۔ ان میں جامعہ گومل کے پروفیسر غلام فرید صاحب ' دعوہ اکیڈیمی اسلام آباد کے ڈائریکٹر جناب محمود احمد غازی صاحب ۔ دعوہ اکیڈیمی کے جناب افتخار احمد کھوکھر

صاحب ' ہفت روزہ "تکبیر" کراچی کے شعبہ تحقیق و تصنیف کی انچارج ملکہ افروز روہیلہ صاحب ' ماہنامہ اشراق لاہور کے مدیر جناب جاوید الغامدی صاحب ' شعبہ ابلاغیات جامعہ پنجاب کے ڈاکٹر وحید قریشی صاحب ' جامعہ گومل شعبہ اسلامیات کے لیکچرار محمد عبداللہ صاحب ' جناب ڈاکٹر سعید انور خان گنڈہ پور صاحب اور محمد کامران نیازی ایڈووکیٹ صاحب شامل ہیں۔

میں شعبہ ابلاغیات جامعہ گومل کے لائبریرین عبدالغفار صاحب کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے مقالے کے لئے بہت سی قیمتی کتب فراہم کیں اور ہر ممکن تعاون فراہم کیا۔

مکہ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامک ایجوکیشن کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر عبدالرزاق ظفر صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں ' جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور باقاعدہ خط کے ذریعے میرے مقالے کو شائع کرنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ میں مون کمپیوٹرز کے پروپرائیٹر جناب محمد کلیم اللہ عثمانی کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ذاتی دلچسپی اور محنت و لگن سے میرے Thesis کی کمپیوٹر کمپوزنگ کی۔ آخر میں ' میں اگر اپنی اہلیہ کا شکریہ ادا نہ کروں تو ناانصافی ہو گی کیونکہ مقالے کی تیاری کے دوران اس کی تاکید اور فکر مندی دیدنی تھی اور جس کی بروقت فراہمی چائے نے مقالہ کی تیاری میں کافی معاونت کی

محمد وسیم اکبر شیخ

لیکچرار شعبہ صحافت و ابلاغیات

گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خان

اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار

- تعارف
- تحقیق کیا ہے؟
- تحقیق کی اہمیت
- طریقہ ہائے تحقیق
- معلوماتی پھیلاؤ

○ تعارف ○

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیاد اس عظیم نظریہ پر رکھی گئی تھی کہ ہندوستان کے رہنے والے مسلمان ہر لحاظ سے ایک مستقل اور علیحدہ قوم ہیں اور ان کی قومیت کی بنیاد ان کا دین اسلام ہے ' چونکہ مسلمان اپنی ایک علیحدہ تاریخ ' تہذیب و تمدن ' عقائد ' اخلاقی اصول ' تعلیمی نظریات ' عدالتی قوانین اور معاشی ضابطے رکھتے ہیں ' چنانچہ ان کے لئے ایک علیحدہ مملکت کا قیام ناگزیر ہے ۔ گویا پاکستان کا مقصد وجود سراسر نظریاتی ہے اس لحاظ سے پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہے جس کی بنیاد کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پر قائم ہے ۔

پاکستان کی ہر حکومت ملک کو اسلام کی راہ پر ڈالنے ' نظریہ پاکستان کے تحفظ اور پاکستان کے ملی تشخص کو اجاگر کرنے کا دعوی کرتی ہے اور اس سلسلے میں ملک کو جدید اسلامی ریاست بنانے میں کوشاں رہتی ہے جس کا خواب قائداعظم محمد علی جناحؒ اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے دیکھا تھا ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان ایسے نظریاتی ملک کے ذرائع ابلاغ کو بھی اسلامی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے ' اب تک بہت سے محقق حضرات نے ملک کے تعلیمی نظام ،سیاسی نظام ' معاشی نظام اور عدالتی نظام کو اسلام کے زریں اصولوں کی روشنی میں وضع کیا ہے لیکن افسوس کہ ابلاغ عام کے اہم اور موثر ذرائع کی اہمیت اور ان کے اسلامی تشخص کی طرف معدودے چند حضرات نے توجہ کی ہے ۔

اسلامی ریاست کی ساخت ' خدوخال اور وظائف (FUNCTIONS) کے متعلق مسلمان مفکرین نے

قابل قدر علمی ورثہ چھوڑا ہے۔ اس لحاظ سے اسلامی ریاست کے افعال و کردار کے ضمن میں کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جو تشنہ تکمیل رہا ہو۔ مگر اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کے متعلق اہل علم و دانش نے قابل ذکر تحقیق نہیں کی، البتہ دعوت و تبلیغ کے فریضے کو ابتداء ہی سے انفرادی و اجتماعی طور پر لازم سمجھا گیا اور اس پر عمل بھی کیا گیا۔ ذرائع ابلاغ کی ضرورت اور اہمیت دور جدید کا بنیادی تقاضا ہے کیونکہ ذرائع ابلاغ عامہ علم و معلومات کے فروغ اور افزائش کا موثر ترین فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ یہ ذرائع کسی بھی معاشرے کی فلاح و خوشحالی اور قومی مقاصد و نظریات کی شاہراہ پر گامزن رکھنے میں مشعل راہ کا کام دیتے ہیں. ان کی اہمیت درج ذیل وجود کی بناء پر سامنے آئی ہے۔

۱) انسانی شعور و آگہی میں وسعت اور سادہ زندگی سے بڑھ کر پیچیدہ اور متحرک زندگی کا آغاز

۲) سیاسی، معاشی، معاشرتی، تجارتی اور صنعتی ترقی کا غلغلہ

۳) ذرائع ابلاغ کیلئے ٹیکنالوجی کی ایجاد

۴) ذرائع ابلاغ کی بڑھتی ہوئی وسعت و اثر پذیری اور معاشرے کی ضرورت۔

۵) عوام کے جذبہ تجسس اور شوق تعلیم و تفریح کی تسکین۔

ذرائع ابلاغ میں تحقیق کا آغاز مغرب میں انہی ضرورتوں کے پیش نظر کیا گیا اور ہر شعبۂ زندگی کے بڑھتے ہوئے مسائل کے حل کے لئے ان ذرائع کو بروئے کار لایا گیا۔ ماہرین نے اپنی تہذیب و روایات کے حوالے سے مختلف نظریات وضع کیے اور ان نظریات کی دوسرے معاشروں پر اطلاق کی کوششیں بھی کی

گئیں اور یہ سمجھا گیا کہ جو حالات اور حقائق ان کے اپنے معاشرے میں موجود ہیں ۔ ان کا اطلاق ہر دوسرے معاشرے پر ہو سکتا ہے ' اس ضمن میں تحقیق کا نیا رخ یہ سامنے آیا کہ ذرائع ابلاغ کو مخصوص معاشرتی حالات ' مذہبی عقائد اور اخلاقی اقدار کے ساتھ مربوط کیا جائے بصورت دیگر یہ ذرائع معاشرے میں بگاڑ اور انتشار کا سبب بن سکتے ہیں ۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے ذرائع ابلاغ نے مغرب سے نئے داؤ پیچ سیکھ لئے ہیں اور شاید ہم یہ بات بھول رہے ہیں کہ زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح ابلاغ کے شعبہ میں بھی مغرب پر انحصار ہمارے قومی اور نظریاتی تشخص کو مسخ کر رہا ہے ۔ ابلاغ عام صرف مغرب کی جاگیر نہیں کہ ہم ہر بات اور اصول مغرب سے اخذ کرتے جائیں خواہ اس کی زد ہمارے اخلاق اور عقیدے ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو ۔

"مغربی میڈیا کی جڑیں بنیادی طور پر لبرل ازم میں استوار ہیں ۔ اسلام کسی بھی ازم کی اجازت نہیں دیتا ۔ اس کے اپنے لگے بندھے معتدل اصول ہیں ۔ مگر المیہ یہ ہے کہ مسلم میڈیا کی جڑیں اسلامک آئیڈیالوجی میں نہیں ' مسلم ممالک کے میڈیا کو صرف اسلام سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیے تھی مگر افسوس کی بات ہے کہ لوگ اسلام کے آفاقی اصول و ضوابط اور پیغام ربانی کے مطلب سے پوری طرح آگاہ نہیں ہیں " ☆۱

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم ممالک کے ذرائع ابلاغ اور خبر رساں اداروں میں کام کرنے

"☆۱" بحوالہ مضمون "مسلم دنیا کے ذرائع ابلاغ کا تفصیلی جائزہ" از عبدالرشید ناظر ۔ روزنامہ مشرق 26.8.97

والے لاکھوں افراد کو قرآنی آیات ' حدیث نبویؐ اور مسلم ماہرین ابلاغیات کی آراء کی روشنی میں ذرائع ابلاغ کے عظیم کردار سے آگاہ کیا جائے۔

عصر حاضر کی ہمہ گیر تغیر و ترقی کے اس دور میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت و افادیت مسلمہ ہے۔ آج ذرائع ابلاغ کے ذریعے نہ صرف افکار و نظریات کی جنگ لڑی جاتی ہے بلکہ معلومات ' درس و تدریس ' پروپیگنڈہ ' اشتہار بازی اور رائے عامہ کی استواری کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی ہمہ گیری اور اثر انگیزی سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا ' لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں ہدایت و راہنمائی کے یہ سرچشمے معاشرے میں انتشار ' مادہ پرستی ' عریانی و فحاشی ' بے مقصدیت اور تعصبات پھیلانے میں سرگرم عمل ہیں اور ملکی مفادات ' بین الاقوامی معاملات اور قومی مسائل میں عوام کی راہنمائی کرنے سے قاصر دکھائی دیتے ہیں علاوہ ازیں ذرائع ابلاغ کے موجودہ رجحان نے نہ صرف دین و دنیا کی تفریق کے مغربی نظریے کو پروان چڑھایا ہے بلکہ اسلام کو مکمل ضابطہ حیات کی بجائے محض چند رسوم و عبادات کے مجموعہ کے طور پر پیش کیا ہے اور بحیثیت مجموعی ریڈیو ' ٹیلی ویژن کے ڈرامے ' سٹیج شوز ' بے ہنگم موسیقی کے پروگرام قوم کو مغربی سیکولر معاشرے کے مطابق ڈھالنے میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ موجودہ ذرائع ابلاغ میں فکری و نظریاتی انتشار اور اخلاقی پابندیوں سے انحراف کا رجحان قومی سطح پر انتہائی تشویش ناک صورت حال اختیار کرتا جا رہا ہے چنانچہ ایسے حالات میں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس مسئلہ پر تحقیق کی جائے کہ ایک اسلامی مملکت میں ذرائع ابلاغ کا کیا کردار ہے یا ہونا چاہیے؟

"اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار" آج کی دنیا کا نہایت اہم اور حساس موضوع ہے۔ آج کے سیکولر، کیمونسٹ اور جمہوری معاشرے، ذرائع ابلاغ کے لئے موثر اصول و ضوابط فراہم کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں، اب یہ ذمہ داری مسلم ممالک کی ہے کہ وہ اسلامی معاشرے کے لئے ذرائع ابلاغ کے کردار کو وضع کریں اور عملی طور پر پوری دنیا کو بتائیں کہ اسلام ذرائع ابلاغ کے لئے کون کون سی ہدایات دیتا ہے۔ راقم الحروف نے اس مقالے میں درج ذیل سوالوں کی وضاحت کی ہے کہ۔

١) ذرائع ابلاغ کی موجودہ روش کیا ہے اور وہ معاشرے میں کن منکرات کو فروغ دے رہے ہیں؟

٢) موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ عامہ کی کیا اہمیت ہے؟

٣) جدید ذرائع ابلاغ رائے عامہ اور معاشرے پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

٤) مختلف معاشروں میں رائج نظریہ ہائے ابلاغ کا تقابلی جائزہ۔

٥) قرآن و حدیث کی روشنی میں ذرائع ابلاغ کے لئے بنیادی اصول کیا ہیں؟

٦) اسلام ذرائع ابلاغ کے ذریعے کیسا مثالی معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے؟

امت مسلمہ کو اسلامی تقاضوں سے ہم آہنگ ابلاغی پالیسی کی اشد ضرورت ہے جو نہ صرف افراد قوم میں دینی و فکری شعور پیدا کرے بلکہ انہیں اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے پوری طرح کمربستہ کر دے۔

اس تحقیق کے سلسلے میں راقم الحروف کا دو مسلم ممالک ایران و سعودی عرب جانے کا ارادہ تھا مگر بوجوہ پروگرام نہ بن سکا۔

اس موضوع پر انگریزی زبان میں مواد نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے سات ابواب پر مشتمل یہ مقالہ اردو زبان میں پیش کیا جا رہا ہے ۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں نے موضوع کے تمام پہلو مکمل کر لئے ہیں لیکن اتنا عرض کروں گا کہ ناچیز نے موضوع سے متعلق بنیادی تصورات پیش کر دیئے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میری یہ کوشش دور رس نتائج کی حامل ہو گی ۔ اس تحقیق سے نہ صرف مسلمان طلباء ' اساتذہ ' اور کارکن صحافیوں کو اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کے عظیم کردار سے واقفیت ہو گی بلکہ ابلاغ کی پالیسی مرتب کرنے والے افراد اور محقق حضرات کے لئے مزید فکر و تحقیق کی راہیں بھی کھلیں گی ۔

محمد وسیم اکبر شیخ

لیکچرار شعبہ صحافت و ابلاغیات

گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خان

نومبر ۱۹۹۳ء

تحقیق کیا ہے؟

تحقیق کا لفظ "حق" سے نکلا ہے ' یہ عربی زبان کا لفظ ہے ' جس کا مطلب ہے ' اصل یا سچ ۔ تحقیق کے لغوی معنی ' حق بات تلاش کرنے ' سچ کا کھوج لگانے ' اصلیت معلوم کرنے اور چھان بین کرنے کے ہیں ۔ معروف اصطلاح میں کسی عمرانی ' فنی یا سائنسی شعبہ کے کسی نئے پہلو سے آگہی مطلوب ہو تو اسے تحقیق کہتے ہیں ۔ کسی نامعلوم حقیقت کی منظم ' غیر جانبدارانہ اور باترتیب چھان بین کو تحقیق کہا جاتا ہے ۔

"Research is a more systematic activity directed toward discovery and development" ☆ ۲

"To research is to search again to take another more careful look to find out more." ☆ ۳

گویا تحقیق کسی مسئلہ کے حل یا سچ کی دریافت کے لئے منظم کوشش و جستجو کا نام ہے ۔ تحقیق کے لئے علم و تجربہ ' مشاہدہ اور تحقیقی مواد کا ہونا لازمی ہے ۔ تاکہ محقق ان وسائل کی مدد سے مسئلے کا کھوج لگا سکے ۔ تحقیق سمندر کی تہہ سے موتی نکالنے کے مترادف ہے ' جس میں محقق کو مشکل اور صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ۔

تحقیق کی اہمیت

تحقیق کیا ہے؟

تحقیق کا لفظ "حق" سے نکلا ہے' یہ عربی زبان کا لفظ ہے' جس کا مطلب ہے 'اصل یا سچ - تحقیق کے لغوی معنی' حق بات تلاش کرنے' سچ کا کھوج لگانے' اصلیت معلوم کرنے اور چھان بین کرنے کے ہیں - معروف اصطلاح میں کسی عمرانی' فنی یا سائنسی شعبہ کے کسی نئے پہلو سے آگہی مطلوب ہو تو اسے تحقیق کہتے ہیں - کسی نامعلوم حقیقت کی منظم' غیر جانبدارانہ اور باترتیب چھان بین کو تحقیق کہا جاتا ہے -

"Reasrch is a more systematic activity directed toward discovery and development" ☆۲

"To research is to search again to take another more careful look to find out more." ☆۳

گویا تحقیق کسی مسئلہ کے حل یا سچ کی دریافت کے لئے منظم کوشش و جستجو کا نام ہے - تحقیق کے لئے علم و تجربہ' مشاہدہ اور تحقیق مواد کا ہونا لازمی ہے - تاکہ محقق ان وسائل کی مدد سے مسئلے کا کھوج لگا سکے - تحقیق سمندر کی تہہ سے موتی نکالنے کے مترادف ہے' جس میں محقق کو مشکل اور صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے -

تحقیق کی اہمیت

عصر حاضر کے مہذب معاشرے میں بلند و بالا عمارات' بل کھاتی شاہراہوں اور بڑھتی ہوئی سائنسی'

☆۲ Research in Education By John W. Best Page-8, 1977, U.S.

تجارتی اور صنعتی ترقی کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تمام تر سرگرمیاں اور خوشحالی کی منازل اس کے ذوق تجسس و تحقیق کی مرہون منت ہیں ۔ انسان نے اپنے تہذیبی ' ثقافتی و تمدنی ارتقاء کے سفر میں صدیوں کے تجربات و مشاہدات سے استفادہ کیا ہے اور ان کی روشنی میں اپنے ذہن کے عمل تجسس کو باقاعدہ علم تحقیق یا فن تحقیق کا درجہ دیا ہے ۔ کیونکہ انسان فطری طور پر تجسس پسند واقع ہوا ہے اس کا ذہن ہر وقت غور کرتا رہتا ہے ۔ وہ ہر شے کے بارے کھوجتا ہے اس کے مشاہدے میں جو اشیاء بھی آتی ہیں وہ ان کی ساخت ' تاریخ ' بناوٹ اور خوبصورتی کے بارے مزید جاننے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ اس کا علم اور معلومات کا دائرہ وسیع ہونے لگتا ہے ۔ زندگی کے مختلف میدانوں میں آج تک جتنی بھی تحقیق و جستجو کی گئی ہے وہ انسان کے اس ذوق تجسس کی وجہ سے ہے ۔

انسان نے اپنے ذوق تحقیق کی تسکین کے لئے سائنس ' طب ' عمرانیات اور تکنیکی میدانوں میں تحقیق کی اور ترقی و خوشحالی کی نئی منزلوں کو تلاش کیا ۔ آج کا ٹیلی فون ' ریڈیو ' کیمرہ ' کمپیوٹر ' ٹیلی ویژن ' فریج ' موٹر سائیکل ' کار

تجارتی اور صنعتی ترقی کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تمام تر سرگرمیاں اور خوشحالی کی منازل اس کے ذوق تجسس و تحقیق کی مرہون منت ہیں۔ انسان نے اپنے تہذیبی ' ثقافتی و تمدنی ارتقاء کے سفر میں صدیوں کے تجربات و مشاہدات سے استفادہ کیا ہے اور ان کی روشنی میں اپنے ذہن کے عمل تجسس کو باقاعدہ علم تحقیق یا فن تحقیق کا درجہ دیا ہے۔ کیونکہ انسان فطری طور پر تجسس پسند واقع ہوا ہے اس کا ذہن ہروقت غور کرتا رہتا ہے۔ وہ ہر شے کے بارے کھوجتا ہے اس کے مشاہدے میں جو اشیاء بھی آتی ہیں وہ ان کی ساخت ' تاریخ ' بناوٹ اور خوبصورتی کے بارے مزید جاننے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ اس کا علم اور معلومات کا دائرہ وسیع ہونے لگتا ہے۔ زندگی کے مختلف میدانوں میں آج تک جتنی بھی تحقیق و جستجو کی گئی ہے وہ انسان کے اس ذوق تجسس کی وجہ سے ہے۔

انسان نے اپنے ذوق تحقیق کی تسکین کے لئے سائنس ' طب ' عمرانیات اور ٹیکنیکل میدانوں میں تحقیق کی اور ترقی و خوشحالی کی نئی منزلوں کو تلاش کیا۔ آج کا ٹیلی فون ' ریڈیو ' کیمرہ ' کمپیوٹر ' ٹیلی ویژن ' فریج ' موٹر سائیکل ' کاریں ' ہوائی جہاز اور آلات حرب ' سب انسانی تحقیق کے عظیم شاہکار ہیں۔ انسان نے ممکنات کی دنیا کے ہر دریچے کو وا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تمام ایجادات و اختراعات ' فلسفہ ' نظریات ' فنون لطیفہ ' اور جدید انکشافات انسانی تحقیق و تجسس کا نتیجہ ہیں۔ مایوں ادیب لکھتے ہیں کہ

"انسان اپنی تمام تر جدت و ذہانت کے ساتھ شعوری و غیر شعوری طور پر اس کشت گراں مایہ کی آبیاری کرتا رہتا ہے ' یہ انسان کے ذوق تجسس کی چنگی ہی ہے جو اسے ذہنی و فکری ارتقاء کی منزل سے

ہمکنار کر کے کامرانیوں کی شاہراہ پر گامزن کر دیتی ہے۔ .... انسانی ذہن کا یہی عمل تجسس کبھی تسخیر ماہتاب کے بعد تیرہ و تار خلاؤں کے سربستہ راز فاش کرتا ہوا نظر آتا ہے تو کبھی پاتال سے زر و آہن کے خزانے بے نقاب کرتا دکھائی دیتا ہے کبھی علوم و فنون کی جوت جگاتا ہے تو کبھی بحر ظلمات سے گوہر نایاب ڈھونڈ نکالتا ہے۔ الغرض حیات و ممات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں کوئی فلسفہ 'کوئی نظریہ 'کوئی فن 'کوئی ایجاد کوئی نظام اور کوئی علم ایسا نہیں جو انسان کے اس عمل تجسس کی کوکھ سے منصہ شہود پر نہ ابھرا ہو" ☆ ۳

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ تخلیق عالم 'خالق کائنات کا کرشمہ ہے تو اس کی موجودات میں تحقیق و تجسس کے ذریعے ضروریات و سہولیات زندگی کی فراہمی سائنس کے کرشمے ہیں 'نئی تحقیق نے انسانی انداز فکر اور طرز عمل بھی بدل دیا ہے زمانہ قدیم میں انسان جن چیزوں کی پرستش کرتا تھا آج انہیں پیروں تلے روند رہا ہے چاند تک پہنچ جانے کے باوجود اب مریخ اور تسخیر آفتاب کے منصوبے بن رہے ہیں 'سائنسی تحقیقات نے ایسی مشینری تیار کی ہے جو مہینوں کا کام منٹوں میں سرانجام دیتی ہے۔ حساب کتاب کے لئے کمپیوٹر سسٹم ایجاد کیا گیا ہے۔ نئی تحقیق سے مریضوں کو شفا مل رہی ہے۔ اندھوں کو آنکھیں 'بہروں کو کان اور لنگڑوں کو ٹانگیں مل رہی ہیں 'سرجری نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ دماغ کا آپریشن ہو سکتا ہے ' دل 'گردے تبدیل کئے جا سکتے ہیں 'غرض یہ ہمہ جہت ترقی انسانی تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہے اور اس کا دائرہ زمین کی گہرائیوں سے لے کر آسمان کی وسعتوں 'سیاروں اور ستاروں تک وسیع ہوتا چلا جا رہا ہے ' آج کے ترقی یافتہ معاشروں کی تمام تر چمک دمک 'ترقی اور رنگینی جدید تحقیق کی مرہون منت ہے۔

☆۳ تفتیشی خبر نگاری۔ صفحہ نمبر ۱۲ از ہمایوں ادیب۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۱۹۹۰

عمرانی علوم کے مختلف شعبوں میں ہونے والی جدید تحقیق نے ترقی یافتہ معاشروں کو درپیش بہت سے معاشرتی ' معاشی اور سیاسی مسائل کا حل پیش کیا ہے ۔ غرض تحقیق زندگی کے مختلف شعبوں میں جاری و ساری ہے اور اس کا مقصد انسانی ترقی و خوشحالی میں اضافہ کرنا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک میں بڑے بڑے تحقیقی مراکز قائم کیے جاتے ہیں اور اس مقصد کے لئے اربوں روپے مختص کیے جاتے ہیں تاکہ تحقیقی کام جاری رہے اور ترقی و خوشحالی میں اضافہ ہوتا رہے ۔

مروجہ طریقہ ہائے تحقیق

علم نور ہدایت اور شرف انسانیت ہے ' جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ ہی سرحد ' شعور اور آگہی کا حصول انسانی جبلت کا تقاضا ہے ' یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں لوگوں نے اپنے گرد و پیش کے حالات کا مشاہدہ اور تجربہ کر کے اس کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھا اور یوں علم کے دیپ سے دیپ جلتے رہے ' تاریخ شاہد ہے کہ قدرت نے بعض لوگوں کو احساس کے سرمائے سے نوازا اور فہم و فراست کی دولت سے سرفراز کیا تو ایسے لوگوں نے اپنے مشاہدات کی نئی توجیہات پیش کیں ۔ جس سے دوسرے لوگوں نے رہنمائی حاصل کی ' لیکن رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ آج کل علوم کی مختلف نوعیتوں کے اعتبار سے اتنی وسعت پیدا ہو گئی ہے کہ اب تحقیق کے لئے محض وجدان و عقل اور تجربہ و مشاہدہ کافی نہیں رہے نئی زمانہ علم و ادب ' تاریخ اور عمرانیات میں تحقیق کا میدان کافی وسیع ہے تحقیق کے لئے لگے بندھے اصول اور

قاعدے ہیں ' علمی انداز کے بغیر حقیقت کی تلاش ممکن نہیں رہی ۔ جدید سائنسی طریقہ تحقیق کا اعجاز یہ ہے کہ انسانی عقل ' تحقیق کی مقرر کردہ متعین راہوں سے ہو کر حق و صداقت کی منزل تک پہنچ جاتی ہے ۔ طریقہ ہائے تحقیق تین اقسام پر محیط ہیں ۔

۱) تجرباتی طریقہ (EXPERIMENTAL METHOD)

تجربہ اور مشاہدہ کا یہ طریق تحقیق علم کے ان گوشوں میں کار آمد ثابت ہو سکتا ہے جن میں طبعی مواد پر تجربہ کر کے نئی ایجاد یا اختراع مقصود ہوتی ہے ۔ سائنس کی لیبارٹریوں میں معروف سائنس دان ' انجینئرز اور ڈاکٹرز وغیرہ یہی طریقہ تحقیق روبہ عمل لاتے ہیں ' سائنسی ایجادات اسی طریقہ تحقیق کی مرہون منت ہیں ' اس طریقہ تحقیق میں تجربہ گاہوں اور سائنسی آلات کی بنیادی ضرورت پیش آتی ہے ۔ جن کے استعمال کے لئے محقق کو ایک واضح سطح پر علم اور ہنر میسر ہو ۔ اس طریقہ کو دور قدیم کے ماہرین نے بھرپور طور پر استعمال کیا انہوں نے سائنسی تجربہ گاہوں اور سائنسی آلات تحقیق کی عدم دستیابی کے باوجود اپنے تجربات سے وہ گوہر نایاب دریافت کیے جن کی صداقت آج تک مسلسل چلی آرہی ہے ۔ یہ طریقہ طبعی علوم (Physical Sciences) کے مختلف پہلوؤں یا مظاہر فطرت کے تجزیے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ' فی زمانہ یہ طریقہ تحقیق زوالوجی ' باٹنی ' فارمیسی ' کیمسٹری '' فزکس اور انجینئرنگ کے علاوہ بے شمار دیگر میدانوں میں استعمال کیا جا رہا ہے ۔

سامنے آتا ہے '' جس سے انسانی فکر و دانش کو مزید غور اور تحقیق کرنے کے لئے نیا جذبہ میسر آتا ہے ' اس

۲) اعداد و شمار کا طریقہ (SURVEY METHOD)

اعداد و شمار کا یہ طریقہ تحقیق دور جدید کا ایک اہم اور مقبول عام طریقہ ہے۔ اس طریقہ تحقیق میں اپنے گرد و پیش کے متعلقہ شعبوں میں اعداد و شمار جمع کیے جاتے ہیں اور ان اعداد و شمار کا معروضی انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اعداد و شمار کے اس طریقے میں مختلف مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ مثلاً اعداد و شمار کی جمع آوری' درجہ بندی' ان کا تجزیہ اور نتائج اخذ کرنا اور مزید تحقیق کے ذریعے ان حقائق کے درمیان ربط کو عمومی قانون کی حیثیت دینا' یہ طریقہ مقداری مواد کے سلسلے میں استعمال کیا جاتا ہے بالعموم یہ طریقہ تحقیق شماریات' میتھیمیٹکس' معاشیات اور اکاؤنٹنگ وغیرہ کے مضامین میں استعمال کیا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں کمپیوٹر کی آمد اور اس کے استعمال نے اعداد و شمار کے طریقہ تحقیق کی اہمیت و افادیت میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔

۳) موجودہ مواد کا نئے انداز سے تجزیہ (CONTENT ANALYSIS)

یہ دور جدید کا ایک اہم طریقہ تحقیق ہے' علم و ادب تاریخ اور عمرانیات کے شعبوں میں یہی طریقہ تحقیق اختیار کیا جاتا ہے۔ ہمارے جید علماء' فقہا اور مفکرین نے اس طریقے کو اس انداز سے اپنایا کہ کسی تصور یا خیال کی پوری تاریخی تصویر سامنے آجاتے ہیں' اس طریقے سے کاروان علم کا اب تک پورا تسلسل سامنے آتا ہے'' جس سے انسانی فکر و دانش کو مزید غور اور تحقیق کرنے کے لئے نیا جذبہ میسر آتا ہے' اس

تحقیق کو قرآنی تفسیر کے حوالے سے "تفسیر بالماثور" بھی کہتے ہیں ۔ اس سلسلے کا آغاز اسماء الرجال کے حوالے سے ملتا ہے ' اس طریقہ تحقیق کو دور جدید کے ماہرین نے اختیار کیا اور جدید خیالات اور تصورات کی عمارت تعمیر کی لیکن اس کی بنیاد انہیں ماضی کے مفکرین نے فراہم کی ۔

اس طریقہ (Content Analysis) سے محقق کو ماہرین کی رائے سے نہ صرف آگاہی ہوتی ہے بلکہ یہ موقع بھی ملتا ہے کہ وہ معروضی انداز میں ان کا تجزیہ کر کے حقائق کو نئی منہاج Approach سے پیش کر سکیں ۔ معاشرتی علوم کی تحقیق میں اسی طریقے کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جس کے ذریعے محقق تصورات کی پوری تاریخ کے حوالے سے جدید نظریات پیش کر سکتا ہے ۔ چنانچہ راقم الحروف نے اپنے مقالے کی تیاری کے سلسلے میں ' تحقیق کا تیسرا طریقہ یعنی "موجودہ علمی مواد کا معروضی تجزیہ" (Content Analysis) اختیار کیا ہے ۔

تحقیقی مقالے کے لئے مطالعاتی پھیلاؤ

اس مقالہ کی تیاری میں تحقیقی مواد کے اہم ذرائع درج ذیل تھے ۔

۱) قرآن مجید و کتب احادیث نبویؐ

۲) اسلامی تعلیمات و ذرائع ابلاغ سے متعلق کتب

۳) ماہرین ابلاغیات و اساتذہ کرام سے گفتگو

۴) اسلام کے تصور صحافت و ابلاغیات سے متعلق تحقیقی مقالات

۵) روزنامہ قومی اخبارات اور رسائل و جرائد

موضوع سے متعلق براہ راست یا ارد گرد کے تحریری مواد کے حصول کے لئے ملک بھر کی اہم لائبریریوں سے استفادہ کیا گیا اور محنت شاقہ سے ان کتب خانوں میں موجود اسلامی ابلاغیات سے متعلق مواد کی چھان پھٹک کی گئی جن کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱) سنٹرل لائبریری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

۲) لائبریری یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اسلام آباد

۳) دعوہ اکیڈیمی ' انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

۴) لائبریری وزارت اطلاعات و نشریات اسلام آباد

۵) لائبریری پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ اسلام آباد

۶) سنٹرل لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور

۷) لائبریری ' شعبہ ابلاغیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

۸) قائد اعظم لائبریری لاہور

۹) جامعہ پنجاب مسجد لائبریری لاہور

۱۰) دیال سنگھ کالج لائبریری لاہور

۱۱) داتا دربار لائبریری لاہور

۱۲) لائبریری 'علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

۱۳) لائبریری دفتر رابطہ عالم اسلامی اسلام آباد

۱۴) شعبہ ابلاغیات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

۱۵) پشاور آرکائیوز سنٹر پشاور

۱۶) شیخ زید اسلامک سنٹر پشاور یونیورسٹی پشاور

۱۷) پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ پشاور

۱۸) سنٹرل لائبریری جامعہ گومل ڈیرہ اسمٰعیل خان

۱۹) لائبریری شعبہ ابلاغیات جامعہ گومل ڈیرہ اسمٰعیل خان

۲۰) لائبریری میونسپل کمیٹی ٹاؤن ہال ڈیرہ اسمٰعیل خان

ب) موضوع سے متعلق اہل علم اور ماہرین ابلاغیات کے تجربے سے بھی استفادہ کیا گیا جن سے ایسی کتب کا حوالہ ملا جو محقق کے مشاہدے میں نہ تھیں مگر تلاش و جستجو کو زبردست مہمیز ملی ان کتب کے حصول کے لئے جہد مسلسل کی گئی اور بہت سے تاریخی کتب خانے دیکھنے کا موقع ملا۔

ج) اس موضوع پر ماہرین کی کتب کو پڑھنے اور بعض کتب کو کئی بار پڑھنے سے یہ بات سامنے آئی کہ صاحب کتاب کا اپنا انداز علم کے نئے رخ متعین کر دیتا ہے اس لئے ان کا حوالہ تو لازما دیا گیا لیکن معروضی

انداز میں تجزیہ پیش کر دیا گیا تاکہ محقق کا انداز واضح ہو کر سامنے آئے۔

چ) محقق نے اپنی تحقیق کو مفید اور کار آمد بنانے کے لئے مسلم ممالک کے معروف کتب خانوں سے خط و کتابت کے ذریعے استفادہ کیا جہاں پر ہمارا بیش بہا علمی سرمایہ محفوظ ہے۔ اس ضمن میں مکہ یونیورسٹی سعودی عرب کے ڈائریکٹر جناب عبدالرزاق ظفر صاحب نے محقق کی کافی حوصلہ افزائی کی۔ سعودی عرب اور ایران جانے کا ارادہ تھا مگر بوجوہ پروگرام نہ بن سکا۔

ح) محقق نے اسلامی صحافت کے علمبردار رسائل و جرائد کے مدیران سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ رکھا' ان میں ہفت روزہ "تکبیر" کراچی کے محمد صلاح الدین ' ماہنامہ "اشراق" لاہور کے جاوید الغامدی اور ماہنامہ "اسلامی صحافت" راولپنڈی کے اکرام الحق جاوید صاحب شامل ہیں۔ ان حضرات نے تحقیق سے متعلق کافی مواد محقق کو ارسال کیا۔

خ) مراجعات (References) سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محقق نے موضوع کے متعلق مسلمان ماہرین ابلاغیات اور علماء کرام کی آراء کو یکجا کیا اس کے ساتھ ساتھ تنقیدی مواد کو بھی پیش نظر رکھا گیا تاکہ جدید تقاضوں کے پیش نظر ذہن میں پیدا ہونے والے مختلف سوالات کا جواب فراہم کر دیا جائے۔

د) محقق نے درد دل سے یہ کوشش کی کہ قرآنی آیات ' احادیث نبوی ' ابلاغیات سے متعلق موجودہ کتب اور ماہرین ابلاغیات کی آراء کی روشنی میں اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کے کردار کا تعین ہو سکے تاکہ آنے والے دور میں اس پالیسی ریسرچ سے طلباء اساتذہ اور حکومت فائدہ اٹھا سکے۔

باب اول

- لفظ "ابلاغ" کا لغوی و اصطلاحی مفہوم
- ابلاغ کیا ہے؟
- ابلاغ کا آغاز
- ابلاغ کا ارتقاء
- ابلاغ اور ابلاغ عام کا فرق
- ابلاغ عامہ کی اہمیت و افادیت
- حوالہ جات

لفظ ابلاغ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

ابلاغ کا لفظ عربی زبان کے لفظ "بلغ" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں "پہنچانا" لفظ بلغ ہی سے اسی نوعیت کے دیگر الفاظ مثلاً تبلیغ، مبلغ، بلاغت اور بلیغ وغیرہ بنے ہیں۔ عربی زبان کی پاپولر جدید لغت کے مطابق "ابلاغ کے معنی پہنچا دینا" کے ہیں ☆۱

جب کہ اردو زبان کی مشہور لغت فیروز اللغات کے مطابق ابلاغ کے معنی "پہنچانا، بھیجنا، تبلیغ و اشاعت" کے ہیں ☆۲

اسی طرح ترقی اردو بورڈ کراچی کی شائع کردہ اردو لغت میں لفظ ابلاغ کی جامع تعریف کی گئی ہے۔ اس کے مطابق "ابلاغ" کے معنی،

الف) بات، پیغام، خیالات، عقائد یا علوم وغیرہ دوسروں تک بھیجنے کا عمل۔

ب) تقریر، تحریر یا علامات و اشارات کے ذریعے تبلیغ کرنا ہیں۔ ☆۳

انگریزی زبان میں ابلاغ بمعنی (Communication) کے ہیں، جس کے معنی ہیں۔

i) An act or instance of Transmitting. ii) Verbal or written messages.

iii) A Techniques for expressing ideas effectively." ☆۴

انسائیکلو پیڈیا برطانیکا کے مطابق ابلاغ یعنی (Communication) کی تعریف کچھ یوں ہے

"Communication derives from the latin "Communicare" means to make common

٥☆ " to Share , to impart , to transmit

قرآن پاک میں لفظ ابلاغ اپنی کئی صورتوں میں کئی بار استعمل ہوا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ٫

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ۔ ☆٦ ترجمہ :۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔

وما علینا الا البلاغ المبین ۔ ☆٧ ترجمہ :۔ ہم پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں۔

ھٰذا بلاغ للناس ۔ ☆٨ ترجمہ :۔ یہ لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے۔

فلما بلغ معہ السعی ۔ ☆٩ ترجمہ :۔ پس جب وہ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا۔

ان علیک الا البلاغ ۔ ☆١٠ ترجمہ :۔ تم پر تو صرف بات پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

اسی طرح ایک مشہور حدیث ہے کہ بلغو عنی ولو ایہ۔

ترجمہ :۔ میری طرف سے پہنچا دو خواہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

گویا قرآن و حدیث کے حوالے سے جب ہم لفظ ابلاغ کے معنی و مفہوم پر غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ابلاغ و تبلیغ کے معنی نیکی ٫ شرافت اور خیر و صداقت کے جذبات اور حق کی دعوت دوسروں تک پہنچانے کا نام ہے۔ جس طرح سیاست کے علم کو سیاسیات ٫ معاش کے علم کو معاشیات کہتے ہیں اسی طرح ابلاغ کے علم کو ابلاغیات کا نام دیا گیا ہے۔

ابلاغ کیا ہے؟

موجودہ دور ابلاغ کا دور ہے ' روزانہ ہزاروں کی تعداد میں اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں ' ٹیلی ویژن کی نشریات چوبیس گھنٹے معلومات فراہم کرتی ہیں ' ریڈیو کی لہریں ان جگہوں پر بھی اطلاعات پہنچاتی ہیں جہاں ٹیلی ویژن اور اخبارات کی رسائی ممکن نہیں غرض ابلاغ انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت بن گیا ہے۔ انسان لمحہ لمحہ کے حالات و واقعات سے باخبر رہنا چاہتا ہے۔ انفرادی سطح پر ہمیشہ سے ابلاغ ذاتی اظہار کا ذریعہ رہا ہے جب کہ اجتماعی سطح پر یہ ایک معاشرتی عمل کا نام ہے ' اپنے خیالات اور نظریات دوسروں تک پہنچانا انسان کی فطرت ہے ' اسی لئے ارسطو نے انسان کو معاشرتی حیوان کہا ہے۔ ابلاغ کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انسانی معاشرے نے جوں جوں ترقی و ارتقاء کی منازل طے کی ہیں ابلاغ کی ضرورت توں توں بڑھتی چلی گئی ہے دور جدید کی تہذیبی و سیاسی ترقی کے ساتھ ساتھ اطلاعات کا حصول اور ابلاغ عامہ انسانی زندگی کا جزو بن گئے ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ ابلاغ ہے کیا؟۔

"Communication is the act of transmitting information ideas and attitudes from one person to another." ☆1

گویا ابلاغ اس فن کا نام ہے جس کے ذریعے ہم کوئی اطلاع یا خیال دوسروں تک پہنچاتے ہیں یعنی ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں اس میں ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے خیالات اور محسوسات دوسروں تک پہنچ جائیں اور ان کی سمجھ میں آجائیں ' اسی عمل کو ابلاغ کہتے ہیں۔ شمس الدین سعدی کہتے ہیں کہ "ابلاغ اس علم یا ہنر کا نام ہے جس کے ذریعے کوئی شخص کوئی اطلاع ' خیال ' رویہ یا جذبہ کسی دوسرے شخص تک منتقل کرتا ہے۔"۔ ☆2

ہماری روزمرہ زندگی میں گفتگو کے بغیر کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا' درس و تدریس ہو یا دوستانہ تعلقات' سیاست دان کی تقریر ہو یا عوام کا غم و غصہ' ہمیں اظہار نفرت کرنا ہو یا اظہار ہمدردی یا دوکاندار سے سودا سلف خریدنا ہو' یہ تمام ابلاغ ہی کی صورتیں ہیں جن میں ہم اپنا مافی الضمیر دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی کو ابلاغ کہتے ہیں' پروفیسر مہدی حسن ابلاغ کی وضاحت یوں کرتے ہیں "دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانے' ان پر اپنا مطلب واضح کرنے اور بات چیت کرنے کے عمل کو ابلاغ کہتے ہیں' تاہم ابلاغ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے لئے الفاظ ہی استعمال کیے جائیں' آرٹسٹ اپنے خیالات کا اظہار رنگوں کے ذریعے کرتا ہے' عکاس اپنا نظریہ دوسروں تک پہنچانے کے لئے سلولائیڈ اور کیمرے کا سہارا لیتا ہے اور ایک اداکار اپنے جذبات کے اظہار کے لئے چہرے کے تاثرات کو ذریعہ اظہار بناتا ہے۔ سڑک پر جاتے ہوئے سرخ بتی کا نظر آنا ٹھہرنے کا اشارہ ہے جب کہ سبز بتی کا روشن ہونا راہداری کا پروانہ سمجھا جاتا ہے"۔ ☆ ۳

گویا اپنے خیالات اور نظریات گفتگو کے ذریعے دوسروں تک منتقل کرنے کو عمل ابلاغ کہتے ہیں مگر مندرجہ بالا تعریف کی رو سے ابلاغ کا مطلب کافی وسیع اور جامع ہے اس تعریف کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ ترسیل پیغامات کے لئے ہم الفاظ کا سہارا لیں۔ ہم جو بھی اشارہ' خاکہ' لفظ' تصویر یا نقش پیغام رسانی کے لئے استعمال کریں گے تو یہ ابلاغ ہی ہو گا' موثر ابلاغ کے لئے پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے یعنی پیغام دینے والا پیغام' ذریعہ' پیغام وصول کرنے والا اور پیغام کا رد عمل' اگر ان میں سے ایک یا دو چیزیں نہ ہوں تو ابلاغ کا عمل نامکمل رہے گا۔

ابلاغ کا آغاز

یہ ایک حقیقت ہے کہ تخلیق آدم کے وقت رب کائنات نے انسان کو زیور علم سے آراستہ کر دیا تھا اور اسی علم کی بدولت انسان کو فرشتوں پر فوقیت حاصل ہوئی ' اللہ تعالی نے حضرت آدم کو فرشتوں سے ممیز کرنے کے لئے اسے علم الاسماء عطا فرمایا تھا اور اسی علم نے اسے مسجود ملائک قرار دیا۔ مطالعہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا تو فرشتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

واذ قال ربک للملئکتہ انی جاعل فی الارض خلیفہ ۔ ☆ ۱۴

ترجمہ :۔ جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

گویا اللہ پاک اور فرشتوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کے یہ وہ پہلے الفاظ تھے ' جن سے عمل ابلاغ کا آغاز ہوا۔ ڈاکٹر محمد خالد اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں رقم طراز ہیں کہ۔

The first act of communication according to existing human beliefs took place between God and the angles even before the creation of human beings. The first act of human communication in which a human being was involved was a conversation between God and Adam. ☆ ۱۵

حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں سے گفتگو ' جس میں حضرت آدم علیہ السلام نے مختلف اشیاء کے نام بتائے کے بارے میں پروفیسر عبدالرحمان خالد لکھتے ہیں کہ۔

Communication started with the creation of Adam, Adam was superior to the angels because he could identify objects by their proper names." ☆ 14

گویا ابلاغ کے لئے جس زبان اور علم کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی حضرت آدم علیہ السلام کو سکھلایا اور اس کے اس علم کو فرشتوں کی تسبیح و تقدس پر ترجیح دی ' فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو سجدہ کریں ' فرشتوں نے اسے سجدہ کیا ' گویا یہ سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کے علم ابلاغ کو کیا گیا جو انہوں نے رب کائنات سے سیکھا تھا۔ حقیقت میں تو وہ ایک مٹی کا پتلا تھا ' مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں جو روح پھونکی تھی اور اس کو جو علم عطا کیا تھا اس علم نے اسے نیابت خداوندی کا اہل بنا دیا اور فرشتوں نے سجدہ کر کے اس فضیلت کو تسلیم کیا۔

ابلاغ کی ترقی و ارتقاء

ابلاغ کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا اس زمین پر انسان قدیم ہے ' ابلاغ کا یہ تاریخی ارتقاء صدیوں کے سفر پر محیط ہے ' تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد شروع ہی سے انسان کسی نہ کسی صورت اپنے خیالات کا اظہار کرتا رہا ہے انسان چونکہ فطرتاً ایک معاشرتی حیوان ہے ' اس لئے یہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنا پسند کرتا ہے اور اپنے حالات و مسائل دوسروں کو بتانے اور دوسروں کے حالات جاننے کا متمنی ہوتا ہے۔ شروع شروع میں انسان اپنا مدعا اشاروں ' کنایوں ' سے بیان کرتا تھا ' پھر اس نے اس مقصد کے لئے خاکوں اور تصاویر کا سہارا لینا شروع کیا ' پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ۔

" تحریر میں لفظوں سے پہلے انسان نے مختلف اشیاء کی تصویریں بنانا سیکھا ' کیونکہ اپنے تجربے کی بنیاد پر ان

چیزوں کی شبیہہ بنانا قدرتی امر تھا' جن سے اس کا واسطہ روز مرہ زندگی میں پڑتا تھا' ان اشیاء میں درخت ' دریا ' پہاڑ ' چاند ' سورج ' مختلف جنگلی جانور درندے اور پرندے شامل تھے ' چنانچہ قدیم انسانی تہذیبوں کے آثاروں میں مختلف جانوروں اور پرندوں کی تصویروں کے علاوہ درختوں پھولوں ' چاند ' سورج اور ان جانوروں کی تصویریں شامل ہیں جنہیں انسان نے اپنے استعمال میں لانا شروع کیا ان میں گائے بیل 'گھوڑا اور کتا شامل ہیں ۔ قدیم تہذیب کے ان آثاروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان الفاظ لکھنے سے بہت پہلے تصویریں بنا کر اپنا مافی الضمیر بیان کرتا رہا ہے ۔ ☆۱۷

کاغذ کی ایجاد سے بہت پہلے انسان نے غاروں کی دیواروں ' پتھروں ' مٹی کی تختیوں اور دیواروں پر خاکے اور تصاویر بنانا شروع کر دیا تھا ماہرین آثار قدیمہ نے فرانس میں ایک غار کی دیوار پر چند درختوں اور جانوروں کی آڑی ترچھی تصاویر دریافت کی ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ تصاویر بیس ہزار سال پرانی ہیں ۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان نے اداسی ' غم ' خوشی ' نفرت اور محبت کے اظہار کے لئے الفاظ کا سہارا لینا شروع کیا اور یوں خاکوں اور تصاویر نے لفظوں کا روپ لے لیا ' آہستہ آہستہ جب زبان وجود میں آئی تو انسان نے الفاظ کے سہارے اپنے خیالات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے شروع کر دیئے ۔

"زبان مختلف علامتوں پر مشتمل ذخیرہ ہے جو انسان نے اپنے جذبات ' محسوسات ' خیالات اور تجربات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے ایجاد کی ہیں یہ علامتیں انسان کی بڑھتی ہوئی معاشرتی ضروریات کے تحت وجود میں آئیں اور جوں جوں انسانی معاشرہ ترقی کرتا گیا اور ایک انسان کا انحصار دوسرے پر بڑھتا گیا ان علامتوں کے ذخیرے

میں اضافہ ہوتا گیا' جنہیں آج ہم الفاظ کے نام سے جانتے ہیں"

تحریری زبان کے وجود میں آتے ہی اسے لکھ کر محفوظ کرنا آسان ہو گیا۔ چنانچہ ابتداء میں چمڑے اور کپڑے پر لکھ کر ترسیل پیغامات کا سلسلہ شروع کیا گیا' قدیم ہندوستان کے بادشاہ اشوک کے زمانے کی پتھر کی ایسی "لاٹیں" دستیاب ہیں جن پر عوام کے لئے ہدایات اور قوانین درج ہیں۔

تحریری زبان وجود میں آنے اور کاغذ کی ایجاد تک ابلاغ نے کئی صدیوں کا سفر طے کیا ہے۔ اس دوران تحریر کو پتھروں' پتوں' درخت کی چھال' کپڑے' جانوروں کی کھال اور لکڑی کی بڑی تختیوں پر لکھ کر پیغام رسانی کی جاتی تھی' اور یہ سلسلہ ایک طویل عرصے تک جاری رہا۔ غار اور پتھر کا زمانہ ہو یا لوہے اور کاغذ کا' ہر دور میں انسان کو اپنے گرد و پیش سے خصوصی دلچسپی رہی ہے' انسان نے ابلاغ کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہونے دیا اور اپنے خیالات کا اظہار اشاروں' لفظوں یا تصاویر کی مدد سے جاری رکھا ہے اس نے اپنے احساسات اور خیالات کے ابلاغ کے لئے موسیقی' مصوری اور تحریر سے کام لیا' پہلے پہل جب ابلاغ کے ذریعے مفقود تھے' انسان نے خطوط گھوڑ سواروں' اونٹوں' ہرکاروں اور کبوتروں کے ذریعے پیغام رسانی کا سلسلہ شروع کیا' سیٹی (Whistle) اور ڈھول کی آواز سے بھی مخصوص پیغامات دیئے جاتے تھے' اجمل ملک لکھتے ہیں کہ "مطبوعہ صحافت سے پہلے خبروں کی ترسیل اور فراہمی کے لئے طرح طرح کے ذرائع استعمال کیے جاتے تھے عہد فراعنہ کے مصریوں نے تصویری رسم الخط کے ذریعے یہ ضرورت پوری کی' جب دستاویزات کی ایک نقل پتھر پر کندہ کر کے معبد کے دروازے کے باہر رکھ دی جاتی تھی .... اشوک کے زمانے میں شاہی فرمان چٹانوں اور مندر کی دیواروں پر کندہ کر دیئے جاتے تھے یا پھر سیاہی اور

رنگ سے یہ فرمان لکھے جاتے تھے ۔ اشوک کے زمانے میں نامہ نگاروں کو "پلسانی" کہتے تھے یہ لوگ خبروں کے حصول میں فاحشہ عورتوں کی مدد بھی لیتے ۔ "پلسانی خفیہ رسم الخط میں خبریں لکھتے اور تربیت یافتہ کبوتروں کے ذریعے منزل مقصود تک پہنچا دیتے" ۔ ☆۱۹

ابلاغ کی تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے کہ انسان نے ہر دور کے اہم اور دستیاب وسائل کو پیغام رسانی کے لئے استعمال کیا ہے بہر صورت انسانی شعور اور وسائل کی ترقی کے ساتھ ساتھ ابلاغ کی خواہش اور عمل ابلاغ وسعت اختیار کرتے گئے ۔

ابلاغ کے ارتقاء کی تاریخ دلچسپیوں سے عبارت ہے ' حکمرانوں اور بادشاہوں نے بھی معلومات کے حصول اور اطلاعات کی ترسیل میں اہم کردار ادا کیا ہے ۔ کیونکہ معلومات کی فراہمی ہمیشہ سے حکمرانوں کی غیر معمولی توجہ کا مرکز رہی ہے ' ملک و قوم کے استحکام اور دشمنوں کے عزائم کے بارے میں حکمرانوں نے ہمیشہ معلومات جمع کی ہیں ۔ سراغ رسانی ' جاسوسی ' خفیہ ادارے ' مخبر اور پیغام رسانی کے شعبے اسی مقصد کے لئے قائم کیے جاتے تھے ' جنگی حکمت عملی کے لئے ' عسکری نوعیت کی معلومات کا حصول ناگزیر سمجھا جاتا تھا ۔ اس مقصد کے لئے تربیت یافتہ گھوڑے ' طوطے ' مینائیں اور گھڑ سوار استعمال کیے جاتے تھے ۔ بادشاہ کے دربار میں اہم خبریں سنائی جاتی تھیں جن سے بادشاہ سلطنت کے حالات سے باخبر رہتے تھے ۔ بادشاہ کے فرامین کا شہر شہر اعلان کروایا جاتا تھا یا انہیں لکھ کر عوامی مقامات پر لگا دیا جاتا تھا ۔

ہزاروں سال پہلے فراعنہ کے حکمرانوں نے خود کو باخبر رکھنے کے لئے خاص افراد کو تربیت دی تھی جو انہیں

ملکی حالات سے باخبر رکھتے تھے 'عابد مسعود تہامی لکھتے ہیں کہ

"رومی حکمرانوں نے بھی خبروں کی اشاعت پر زور دیا اور ایسے کتبے دریافت ہوئے جن میں بتایا گیا ہے حکمران اور رعایا کن قوانین کے پابند ہوتے تھے بلکہ اہم معاملات کے موقع پر لوگ دور دراز سے بھی آتے تھے وہ ان خبروں سے اپنے ساتھیوں کو آگاہ کرتے 'قدیم عراق کے قوانین حمورابی اور قدیم ہند میں اشوک کے کتبات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان خطوں کے ذریعے عوام سے رابطہ رکھا جاتا تھا اور اطلاعات فراہم کی جاتی تھیں۔ قدیم ہند میں خبروں کی اشاعت کا آغاز جاسوسی اور خبروں کی خفیہ فراہمی سے ہوا' اشوک کے زمانے میں خبروں کے ذرائع فاحشہ عورتیں' خفیہ رسم الخط اور تربیت یافتہ کبوتر تھے انہی سے خبروں کی ابتداء ہوئی"۔ ☆ ۲۰

تحریری پیغام رسانی میں حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں کافی کام ہوا' آپؓ نے ڈاک کا باقاعدہ نظام قائم کیا' بے شمار سڑکیں بنوائیں ان پر اطلاعات اور پیغام رسانی کے لئے چوکیاں قائم کیں گئیں' آپؓ نے دین کی تبلیغ کے لئے مبلغین مقرر فرمائے' مساجد میں وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا گیا' قرآن کی اشاعت اور درس و تدریس کے لئے خصوصی انتظامات کیے گئے' حضرت امیر معاویہؓ نے "البرید" کا آغاز کیا جس سے پیغام رسانی کی رفتار تیز تر ہو گئی۔

برصغیر میں غزنوی خاندان کے حکمرانوں نے اطلاعات کا نظام قائم کیا بلبن بادشاہ نے اس نظام کو مزید بہتر بنایا اور اسے بہت ترقی دی۔ علاؤ الدین خلجی کے دور حکومت میں اس اطلاعاتی نظام سے تجارت کے نرخ معلوم کیے جاتے تھے محمد بن تغلق نے خبر رسانی کے نظام میں کمال پیدا کیا اور اس مقصد کے لئے تیز رفتار گھوڑے اور سوار

تیار کیے جو پیغامات ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔

تحریری پیغام رسانی میں انقلاب اس وقت آیا جب چین میں کاغذ ایجاد ہوا' یہ واقعہ ابلاغ کی دنیا میں ایک سنگ میل ثابت ہوا۔ کاغذ کی ایجاد کے بعد تحریری پیغام کو کاغذ پر لکھ کر آگے روانہ کر دیا جاتا تھا۔ پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ

"دوسرا انقلاب آج سے تقریباً بارہ سو سال قبل اس وقت رونما ہوا جب چھپائی کا طریقہ دریافت ہوا' طباعت کی ایجاد کا سہرا بھی چینیوں کے سر ہے ...... طباعت کے ذریعے سے ابلاغ کے میدان میں انقلاب رونما ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس ذریعے سے تمام علوم و فنون کو محفوظ کرنا آسان ہو گیا جو آنے والی نسلوں کے لئے بیش بہا خزانہ ثابت ہوتا ہے"۔ ☆۲۱

چھاپہ خانے کے وجود میں آنے کے بعد سب سے پہلے ۱۳ویں صدی عیسوی میں یورپ میں تاش کے پتے چھاپے گئے' رفتہ رفتہ جب ٹائپ حروف ایجاد ہوئے تو اس فن نے مزید ترقی کی ان حروف کا موجد لارنس جونز زور کوسٹر تھا' اس طرح انگریزی کی پہلی کتاب "ہسٹری آف ٹرائے" (History of Troy) ۱۴۷۴ء میں شائع ہوئی۔

طباعت کا طریقہ ایجاد ہونے کے بعد شروع شروع میں اس طریقے سے کتابیں شائع ہونا شروع ہوئیں یہ مذہبی کتابیں تھیں جنہیں تبلیغی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ ۱۸۳۶ء میں لیتھو کی چھپائی شروع ہوئی اور ابلاغ عام کے میدان میں انقلاب عظیم اس وقت آیا جب طبع شدہ اخبارات معرض وجود میں آئے اس طرح معلومات و اطلاعات کی ترسیل وسیع پیمانے پر شروع ہو گئی۔

۱۹ ویں صدی کا صنعتی انقلاب ابلاغ کی دنیا میں ہمہ گیر ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اس دوران دنیا کی آبادی بڑھ گئی ' مسائل میں اضافہ ہوا تو عمومی طور پر وسائل و ذرائع کی ضرورت پیش آئی ' چنانچہ جہاں معاشرتی ' معاشی اور سیاسی ڈھانچوں میں تبدیلی آئی وہاں مواصلات کے نظام میں کافی ترقی ہوئی ' اہلِ ادب رقم طراز ہیں کہ

"۱۹ ویں صدی کے نصف آخر میں ذرائع مواصلات کو بڑی ترقی نصیب ہوئی ' پہلے گھوڑا اور بادبانی جہاز تیز ترین مواصلاتی ذریعہ تھے ' ان کی جگہ ریل گاڑی ' دخانی جہاز ' برقی تار اور ٹیلی فون نے لے لی ' موٹر سائیکل ' کاریں ' بسیں وغیرہ چلنے لگیں ۔ بیسویں صدی کا ربع اول ریڈیو اور ٹیلی ویژن لایا اور مصنوعی سیارے کمپیوٹر اور ایسے مواصلاتی آلات ایجاد ہو گئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے" ☆ ۲۲

ابلاغ کی تاریخ گواہ ہے کہ ذرائع ابلاغ نے عمل ابلاغ کے لئے جدید دور کی ہر نئی دریافت (کیمرہ ' ٹیلی پرنٹر ' ٹیلی فون ' کمپیوٹر وغیرہ) سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے ' ابلاغ کی وہ تاریخ جو کبھی اشاروں ' لفظوں اور تصویروں سے شروع ہوئی تھی کبوتر کے ذریعے پیغام رسانی ' ڈاک کے نظام اور چھاپہ خانوں کے مراحل طے کرتی ہوئی ٹائپ رائٹرز ' ٹیلی پرنٹرز ' وائرلیس ' ٹیلی فون ' کمپیوٹر ' فیکس ' سیٹلائیٹ ' اور دیگر الیکٹرانک آلات کی وجہ سے اپنے بام عروج پر ہے ' ابلاغ کا عمل تیز تر ہو چکا ہے یہی وجہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کی خدمت اور کارکردگی میں بھی عجلت ' برق رفتاری اور عمدگی پیدا ہو گئی ہے۔

ابلاغ اور ابلاغ عام کا فرق

جب ہم اپنے جذبات و احساسات کو الفاظ ' تصاویر یا ہندسوں کے ذریعے دوسروں تک پہنچاتے ہیں تو اسے ابلاغ کہتے ہیں اگر یہ عمل دو افراد کے درمیان ہو مثلاً ٹیلی فون پر دو افراد کی گفتگو یا دو افراد کا براہ راست رابطہ و بات چیت کرنا تو اسے محض ابلاغ کہیں گے لیکن اگر یہ عمل بڑے پیمانے پر ہو یعنی پیغام دینے والا ایک شخص ہو یا ایک گروپ ہو اور پیغام وصول کرنے والے لوگ بے شمار ہوں مثلاً کسی جلسے سے مقرر کا خطاب یا ریڈیو ' ٹیلی ویژن سے کسی پروگرام کا نشر ہونا تو اس عمل کو ابلاغ عام کہا جاتا ہے

اپنی بات دوسروں تک بہت ذرائع سے پہنچائی جاتی ہے ایک زمانہ تھا جب اشاروں ' لفظوں یا تصاویر کی مدد سے مدعا بیان کیا جاتا تھا کبوتر کے ذریعے پیغام رسانی بھی ابلاغی عمل ہی تھا مگر ان ادوار میں پیغام رسانی کے لئے کوئی مستقل ذریعہ (Channel) عمل میں نہ آیا تھا "ابلاغ عام کے لئے پہلا منظم ادارہ اس وقت عمل میں آیا جب انسان نے سیاہی اور قلم کا استعمال سیکھا اور اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے اور محفوظ کرنے کے لئے الفاظ کو کاغذ پر لکھنے اور مختلف خطوط کے ذریعے اظہار خیال کا ذریعہ بنایا "☆۲۳

لیکن تہذیب و تمدن کی ترقی ' زبان و بیان کی فصاحت اور معاشی ' سیاسی اور معاشرتی ضروریات کی وجہ سے دور جدید میں اخبارات ' کتب ' ریڈیو ' ٹیلی ویژن اور فلموں کے ذریعے عوام کو اطلاعات ' پیغامات اور تفریحات پہنچانے کا سلسلہ شروع ہوا ' چونکہ ان تمام ذرائع سے پیش کیے جانے والے پروگراموں کے مخاطب عوام الناس ہوتے ہیں اس لئے ابلاغ کے اس عمل کو ابلاغ عام کہا جاتا ہے ڈاکٹر محمد خالد اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں رقم طراز ہیں کہ

کا قومی اسمبلی توڑنے کا اعلان ' خطبہ حج پڑھا جا رہا ہو یا عالمی فٹ بال کا فائنل میچ کھیلا جا رہا ہو غرض یہ تمام ملکی و غیر ملکی واقعات اور خبریں ہمیں ذرائع ابلاغ ہی سے موصول ہوتی ہیں محمد علی چراغ لکھتے ہیں کہ

"ذرائع ابلاغ نے زمین کی طنابیں کھینچ کر اسے مختصر کر دیا ہے شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو گا جو ملکی اور بین الاقوامی نشریات سے دامن بچا سکے بلکہ معلومات اور اطلاعات کی اس فراوانی سے بوچھاڑ ہو رہی ہے کہ انہیں سنبھالنا اور سمیٹنا مشکل ہوا جاتا ہے" ☆ ۲۷

دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ چوبیس (۲۴) گھنٹے مصروف عمل رہتے ہیں اور دن رات عوام تک خبریں ' اطلاعات اور تفریحی پروگرام پہنچانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں ذرائع ابلاغ کی ترقی ' ہمہ گیری اور برق رفتاری کا یہ عالم ہے کہ ہم مصنوعی سیارے کے ذریعے گھر بیٹھے ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پاکستان ' نیوزی لینڈ کے مابین ہونے والا کرکٹ میچ براہ راست دیکھ سکتے ہیں

"ذرائع ابلاغ کی ترقی نے دنیا کو اتنا سمیٹ دیا ہے کہ اب کرہ ارض پر وقوع پذیر ہونے والا کوئی واقعہ صرف اسی علاقے تک محدود نہیں رہتا جہاں یہ واقعہ رونما ہوا ہے بلکہ پلک جھپکنے میں تمام دنیا اس سے متاثر ہو جاتی ہے" ☆ ۲۸

گذشتہ ایک صدی کے دوران ذرائع ابلاغ نے بے پناہ ترقی کی ہے کیمرو ' ٹیلی پرنٹر اور فیکس کی سہولیات کے ساتھ ساتھ ان دنوں ذرائع ابلاغ کمپیوٹرائزڈ ہو گئے ہیں نصف صدی قبل ٹیلی ویژن کی آمد نے ذرائع ابلاغ کی دنیا میں جو انقلاب برپا کیا تھا اسے وی سی آر اور ڈش انٹینا کی ایجاد نے مزید حیران کن اور مفید ذریعہ معلومات میں بدل

"Mass communication is a public communication that takes place through the use of mass media or such act of communication in which knowledge (information, attitudes ' ideas ' feelings) is made available without restricting who may [redacted] the reciver." ☆۲۴

گویا ابلاغ عام سے مراد وہ پیغام یا اطلاع ہے جو کسی بھی ذریعے (Medium) سے دیا جائے مگر یہ ضروری ہے کہ اس کے مخاطب ہر عمر ' جنس اور طبقے کے لوگ ہوں انگریزی زبان کی کتاب (Mass Communication introducing) کے مصنفین لکھتے ہیں کہ

"Mass communication attempt to share meaning with millons of human beings whom they do not know personaly. In effect Mass communication is the product not of one individual but of a group.

Mass communication are controled by many gatekeepers whereas in personal group or public communication a single person usualy controls the message." ☆۲۵

میڈیا کے حوالے سے جب بات ہو تو ابلاغ عام کے لئے ' ریڈیو ' ٹیلی ویژن ' اخبارات و رسائل اور فلم کا استعمال کیا جاتا ہے ' چونکہ یہ تمام ذرائع ' اپنا پیغام بلا تخصیص عوام الناس تک پہنچاتے ہیں اس لئے ان کے ترسیل کردہ پیغامات اور اطلاعات کو ابلاغ عام کہتے ہیں

ذرائع ابلاغ کی اہمیت و افادیت

ذرائع ابلاغ جدید معاشرے اور تہذیب کی جان ہیں یہ کسی بھی معاشرے کے اجتماعی مزاج کو بنانے اور بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے فی زمانہ ذرائع ابلاغ انسانی معاشرہ میں لازمی جزو کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کو معاشرے کا ترجمان کہا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کے بغیر انسانی زندگی بے کیف ' بے رونق اور "بے علم" رہ جاتی ہے

"موجودہ دور میں ابلاغ عام کی اہمیت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ اگر ہم ابلاغ عام کے تمام ذریعوں کو اپنی زندگی سے خارج کر دیں تو زندگی آج سے کئی سو سال پیچھے چلی جائے گی بغیر اخبار ' ریڈیو ' ٹیلی ویژن ' فلم ' ٹیلی فون اور کتاب کے ہم باقی دنیا سے بالکل کٹ کر رہ جائیں گے اور ہمارا تمام علم اپنی ذات اور بہت قریبی افراد کے حلقے تک محدود ہو جائے گا" ☆ ۲۶

دور جدید میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت و افادیت ماضی کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہو گئی ہے اس بات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور کی تمام تر عالمی ترقی و خوشحالی ' سائنسی تحقیقات اور ایجادات کا علم ہمیں ذرائع ابلاغ ہی کے تعاون سے حاصل ہوا ہے نیل آرم سٹرانگ کے چاند پر قدم رکھنے کی خبر ہو یا صدر انور سادات کو گولی لگنے کا واقعہ ' ایران کا قیامت خیز زلزلہ ہو یا امریکہ کے صدارتی انتخابات ' چارلس اور ڈیانا کی شادی کی تقریب ہو یا افغانستان سے روسی افواج کی واپسی کا عمل ' کشمیری مسلمانوں کی جدوجہد آزادی ہو یا صدر اسحاق خان

کا قومی اسمبلی توڑنے کا اعلان ' خطبہ حج پڑھا جا رہا ہو یا عالمی فٹ بال کا فائنل میچ کھیلا جا رہا ہو غرض یہ تمام ملکی و غیر ملکی واقعات اور خبریں ہمیں ذرائع ابلاغ ہی سے موصول ہوتی ہیں محمد علی چراغ لکھتے ہیں کہ

"ذرائع ابلاغ نے زمین کی طنابیں کھینچ کر اسے مختصر کر دیا ہے شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو گا جو ملکی اور بین الاقوامی نشریات سے دامن بچا سکے بلکہ معلومات اور اطلاعات کی اس فراوانی سے بوچھاڑ ہو رہی ہے کہ انہیں سنبھالنا اور سمیٹنا مشکل ہوا جاتا ہے" ☆۲۷

دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ چوبیس (۲۴) گھنٹے مصروف عمل رہتے ہیں اور دن رات عوام تک خبریں ' اطلاعات اور تفریحی پروگرام پہنچانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں ذرائع ابلاغ کی ترقی ' ہمہ گیری اور برق رفتاری کا یہ عالم ہے کہ ہم مصنوعی سیارے کے ذریعے گھر بیٹھے ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پاکستان ' نیوزی لینڈ کے مابین ہونے والا کرکٹ میچ براہ راست دیکھ سکتے ہیں

"ذرائع ابلاغ کی ترقی نے دنیا کو اتنا سمیٹ دیا ہے کہ اب کرہ ارض پر وقوع پذیر ہونے والا کوئی واقعہ صرف اسی علاقے تک محدود نہیں رہتا جہاں یہ واقعہ رونما ہوا ہے بلکہ پلک جھپکنے میں تمام دنیا اس سے متاثر ہو جاتی ہے " ☆۲۸

گزشتہ ایک صدی کے دوران ذرائع ابلاغ نے بے پناہ ترقی کی ہے کیمرہ ' ٹیلی پرنٹر اور فیکس کی سہولیات کے ساتھ ساتھ ان دنوں ذرائع ابلاغ کمپیوٹرائزڈ ہو گئے ہیں نصف صدی قبل ٹیلی ویژن کی آمد نے ذرائع ابلاغ کی دنیا میں جو انقلاب برپا کیا تھا اسے وی سی آر اور ڈش انٹینا کی ایجاد نے مزید حیران کن اور مفید ذریعہ معلومات میں بدل

دیا ہے خصوصاً ڈش انٹینا کی ایجاد نے جمشید بادشاہ کے پیالے "جام جم" کی یاد تازہ کر دی ہے کیونکہ ڈش انٹینا کے ذریعے دنیا بھر میں ہونے والے واقعات اور حادثات براہ راست دیکھے جا سکتے ہیں پروفیسر مہدی حسن جدید ابلاغ عام میں لکھتے ہیں کہ

"موجودہ دور ابلاغ کا دور ہے دنیا بھر میں ہزاروں اخبارات ' لاکھوں رسائل و جرائد اور کتابیں ہر روز شائع ہوتی ہیں ہمارے چھوٹے سی جیبی سائز کے ٹرانسسٹر پر تمام دنیا کی نشریات سنی جا سکتی ہیں ٹیلی ویژن نے ہماری زندگی میں انتہائی اہم مقام حاصل کر کے گھر کے ایک فرد کی حیثیت اختیار کر لی ہے ٹیلی فون کے ذریعے ہم گھر بیٹھے دنیا بھر میں بات چیت کر سکتے ہیں ' اشتہار بازی کے ماہرین ہمیں دن رات ایسی اشیاء خریدنے کی ترغیب دیتے ہیں جن کی ہمیں ضرورت نہیں ہے تعلقات عامہ کے ماہرین ہمیں اپنے اپنے اداروں کے بارے میں خوبصورت تصورات سے متعارف کراتے ہیں ' غرض بے شمار قوتیں دن رات ہمیں اطلاعات ' معلومات اور تفریح کے نام پر لاتعداد پیغامات دینے میں مصروف ہیں" ☆ ۲۹

ہم میں سے بیشتر افراد روزانہ اپنا کافی وقت ذرائع ابلاغ (ریڈیو ' ٹیلی ویژن ' اخبارات) کے ساتھ گزارتے ہیں اس لئے کہ ابلاغ عام کے یہ ذرائع ہماری زندگی کو سہل ' پر آسائش ' معلومات افزا اور پر لطف بنانے کے لئے کوشاں ہیں یہ ذرائع نہ صرف ہمیں نت نئی معلومات فراہم کرتے ہیں بلکہ انسانی زندگی کو درپیش آنے والے خطرات مثلاً زلزلے ' بیماریاں ' وبائیں اور ماحول کی آلودگی کے مسائل وغیرہ سے بھی آگاہ کرتے ہیں تاکہ ہم پیشگی حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں

ابلاغ عام کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے مغربی ممالک نے اسے باقاعدہ ایک سائنس کا درجہ دے دیا ہے اور ذرائع ابلاغ کے مختلف شعبوں میں مزید تحقیقات کی جا رہی ہیں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے پیش کئے جانے والے پروگراموں کے معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لینے کے لئے باقاعدہ سروے اور تحقیقاتی رپورٹیں مرتب کی جا رہی ہیں امریکہ و برطانیہ میں ہر سال سینکڑوں کتب ذرائع ابلاغ کی ترقی اور مسائل کا جائزہ لینے کے لئے شائع کی جا رہی ہیں یہ بات بھی خوش آئند ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت اجاگر ہو گئی ہے اور بہت سے ممالک میں تحقیقی کام بھی شروع ہو چکا ہے سید محمد قاسم رضوی لکھتے ہیں کہ

"موجودہ وقت میں ابلاغ کے دائرہ کار کو ملکی اور معاشرتی نظام میں اس قدر اہمیت حاصل ہو گئی ہے کہ اب اسے ایک منظم سائنس کا درجہ حاصل ہو چکا ہے اور اس فن کا باقاعدہ اور جدید تقاضوں کے تحت مطالعہ اور استعمال نظام تدریس ' نظام معاش اور نظام سیاست کا جزو ہے" ☆ ۳۰

حکومت اور عوام کے درمیان ذرائع ابلاغ کی مثال ایک پل کی سی ہے حکومت جو پالیسیاں مرتب کرتی ہے وہ ذرائع ابلاغ (ریڈیو ' ٹیلی ویژن ' اخبارات) کے ذریعہ عوام تک پہنچتی ہیں گویا حکومت اور ذرائع ابلاغ کا چولی دامن کا ساتھ ہے کیونکہ حکومت اپنی پالیسیوں ' نظریات اور احکامات کی ترویج و اشاعت کے لئے ذرائع ابلاغ کی محتاج ہے حقیقت یہ ہے کہ حکومت کا کوئی منصوبہ اور سماجی فلاح و بہبود کا کوئی پروگرام اس وقت تک عملی صورت اختیار نہیں کر سکتا جب تک اس کی پشت پر ذرائع ابلاغ کی بھرپور مہم نہ ہو ' بات صرف حکومتوں تک محدود نہیں بلکہ ذرائع ابلاغ سے سیاست دان ' تاجر ' طلباء اور علماء کرام سبھی مستفید ہوتے ہیں ملک کی معاشی ترقی کے لئے ذرائع

ابلاغ کا تعاون و اشتراک بے حد ضروری ہے ڈاکٹر شمس الدین لکھتے ہیں کہ

"ایک موثر نظام ابلاغ کی موجودگی کے بغیر کسی ملک کی معاشی شیرازہ بندی اور استحکام ممکن نہیں ہے ' ابلاغ عامہ کے ذرائع قومی ضروریات اور مقاصد کے مطابق ظہور میں آتے ہیں یہ ایک انتہائی موثر اور فعال کام کرتے ہیں مثلاً پریس نہ صرف معلومات کی فراہمی اور راہنمائی کا کام کرتا ہے بلکہ یہ عوام کا نگران اور ان کے حقوق کا امین ہوتا ہے ' ریڈیو ' ٹیلی ویژن اور سینما ایسے ذرائع ابلاغ ہیں جو عوام کے ذہنوں پر اتنا گہرا اثر ڈالتے ہیں کہ عوام محسوس کرتے ہیں کہ وہ خود قومی و ملکی معاملات میں عملاً شریک ہیں" ☆۳۶

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مغربی ممالک نے نہ صرف اپنے نظریات کی ترویج و اشاعت بلکہ درس و تدریس ' پروپیگنڈا ' نفسیاتی جنگ ' اشتہار بازی اور رائے عامہ کی استواری کے لئے ذرائع ابلاغ کو بے محابہ استعمال کیا ہے اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں لیکن ہمارے ہاں اور دیگر ترقی پذیر ممالک میں ذرائع ابلاغ کو اطلاعات کی فراہمی اور تفریحی پروگراموں کی پیشکش تک محدود کر دیا گیا ہے حالانکہ ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری صرف اتنی نہیں کہ وہ عوام الناس کو خبریں اور تفریحی معلومات فراہم کرے اور بس ------ بلکہ اس سے بڑھ کر جمہوری روایات کے فروغ ' بنیادی حقوق کی فراہمی ' اخلاقی ضابطوں کی سربلندی ' عدل و انصاف کی پاسبانی اور حکومت کی غلط پالیسیوں پر گرفت کرنا بھی ذرائع ابلاغ کے فرائض میں شامل ہے دور جدید کے ذرائع ابلاغ معاشرے کے طرز فکر اور طرز زندگی کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں چنانچہ ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ ملکی سیاست ' صنعت ' اقتصادیات ' تعلیم اور معاشرتی نظام کو درپیش مسائل کو حل کرنے میں تعاون کریں اور

مستقبل کی ترقی و خوشحالی میں اپنا کردار ادا کریں ' پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں کہ

"اس زمانے میں تبدیلیوں کی رفتار تیز تر ہو چکی ہے نت نئی ایجادات ہو رہی ہیں زندگی کے ڈھب بھی تبدیل ہو رہے ہیں عقل و دانش کا تقاضا ہے کہ حال ہی کو نہیں مستقبل کو بھی پیش نظر رکھا جائے اور اس کے لئے منصوبہ بندی کی جائے قوم میں مستقبل کی ضرورتوں کا احساس پیدا کرنے اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے میں بھی ذرائع ابلاغ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں" ☆ ۲۳

مندرجہ بالا بحث سے اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ دنیا کے ہر معاشرے میں ذرائع ابلاغ ایک ضرورت بن چکے ہیں ان کی اہمیت افراد اور حکومتوں کے لئے مسلمہ ہے ذرائع ابلاغ کے بغیر سیاسی ' تعلیمی ' معاشرتی اور اقتصادی ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنے والی اکیسویں صدی ذرائع ابلاغ کی حکمرانی کی صدی ہو گی

حوالہ جات۔ باب اوّل

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر	مصنف / مؤلف	شائع کردہ	سن اشاعت
1	پاپولر اردو لغت (اردو/عربی)	3		اورنٹیل بک سوسائٹی لاہور	1988
2	فیروز اللغات (اردو)	53	الحاج فیروز الدین	فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور	1977
3	اردو لغت (جلد اوّل)	39		ترقی اردو بورڈ کراچی	1977
4	Webster's 9th New Collegiate Dictionary	266		U.S.A	1992
5	Encyclopaedia Britannica Vol: 6	203		U.S.A	1970
6	القرآن۔ المائدہ	آیت 67			
7	" سورۃ یٰسین	آیت 17			
8	" سورۃ ابراہیم	آیت 52			
9	" سورۃ الصّٰفّٰت	آیت 102			
10	" سورۃ شوریٰ	آیت 48			
11	Introducing to Mass Comm.	8	Edit. E. Emery	Harper & Row London	1979

12	ابلاغ عام اور دور جدید	13	نفیس الدین سعدی	ڈیلینٹ پریس کراچی	1986
13	القرآن سورۃ البقرہ	آیت نمبر 90			
14	ابلاغ عام	15	مہدی حسن	مکتبہ کاروان۔ لاہور	1974
15	Mass Comm in developing Countries	7	Dr. Mohammad Khalid	Ph.D. Thesis West Berlin Germany	1986
16	Comm. Today	37	A.R. Khalid	Karwan Book house Lahore	1983
17	تصویری صحافت	14	پروفیسر مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
18	"	13	"	"	"
19	صحافت صوبہ سرحد میں	20	افضل ملک	قومی پبلشرز۔ انارکلی لاہور	1980
20	جرنلزم	16	عابد مسعود تہامی	عظیم اکیڈمی لاہور	1988
21	جدید ابلاغ عام	74	مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
22	تفتیشی خبرنگاری	27	جمال ادیب	"	"
23	ابلاغ عام	42	مہدی حسن	مکتبہ کاروان۔ لاہور	1974
24	Mass Communication in developing Countries	7	Dr Mohammad Khalid	Ph.D Thesis. West Berlin Germany	1986
25	Introducing Mass Comm.	9	Michael W. Gamble Teri Kwal Gamble	Mc. Graw. Hill Book Co. Singapore	1989
26	ابلاغ عام	88	مہدی حسن	مکتبہ کاروان۔ لاہور	1974

27	پروپیگنڈہ	34	محمد علی چراغ	سنگِ میل پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور	1987
28	ابلاغ عامہ	122	مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد	1990
29	جدید ابلاغ عامہ	122	"	مکتبہ کاروان، لاہور	1968
30	ابلاغِ عامہ	10	سید محمد قاسم رضوی	" "	1968
31	ابلاغ عامہ کے نظریات	46	ڈاکٹر محمد شمس الدین	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
32	پاکستان میں ابلاغیات (ترقی و مسائل)	94	ڈاکٹر مسکین علی حجازی	سنگ میل پبلیکیشنز لاہور	1990

باب دوم

جدید ذرائع ابلاغ

- اخبارات ' رسائل و جرائد ' مجلے ' ڈائجسٹ ' ریڈیو ' ٹیپ ریکارڈر
- ٹیلی ویژن ' فلم ' وی سی آر ' سلائیڈ اور ہیڈ پراجیکٹر (OHP)
- ابلاغ عام اور رائے عامہ
- ابلاغ عام کے معاشرے پر اثرات
- حوالہ کتب

جدید ذرائع ابلاغ

- مطبوعہ ذرائع
  - اخبارات
    - ہفت روزہ اخبار
    - پندرہ روزہ اخبار
    - ماہنامہ اخبار
  - رسائل و جرائد
    - مجلے
    - ڈائجسٹ
    - کتب
- سمعی ذرائع
  - ریڈیو
  - ٹیپ ریکارڈر
- بصری ذرائع
  - ٹیلی ویژن
  - فلم
  - وی سی آر
  - سلائیڈز/OHP

مطبوعاتی ذرائع ابلاغ

ان ذرائع میں ان تمام ذرائع ابلاغ کو شمار کیا جاتا ہے جو باقاعدہ چھاپہ خانے (Printing Press) سے چھپ کر عوام الناس تک پہنچتے ہیں ان میں اخبارات ' رسائل و جرائد ' ڈائجسٹ ' پیشہ ورانہ رسائل ' گروہی رسائل ' مجلے اور کتب وغیرہ شامل ہیں ۔ ان تمام مطبوعہ ذرائع ابلاغ میں اخبار چونکہ روزانہ شائع ہوتا ہے اور اس کی تعداد اشاعت (Circulation) بھی لاکھوں اور کروڑوں میں ہوتی ہے اس لئے اخبار کو دوسرے مطبوعاتی ذرائع پر فوقیت حاصل ہے ۔ اگرچہ اخبار کی عمر صرف ایک دن ہوتی ہے لیکن مطبوعہ ذرائع ابلاغ میں اسے بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔

اخبارات

اخبارات ملکی و غیر ملکی حالات اور دیگر معلومات کے حصول کا بہترین ذریعہ ہیں ۔ اخبار بینی سے قارئین حکومتی پالیسیوں ' معاشرتی مسائل ' قومی ترقی کی رفتار ' سیاستدانوں کے مطالبات ' جدید ایجادات اور نئی مصنوعات کے اشتہارات سے بھی باخبر رہتے ہیں ۔ بطور ذریعہ ابلاغ اخبارات ہمیں نہ صرف گرد و پیش کے حالات و واقعات سے باخبر رکھتے ہیں بلکہ افراد قوم کی تعلیم و تربیت مطالعہ کی عادت میں اضافے اور تفریح کی فراہمی میں بھی موثر کردار ادا کرتے ہیں ۔

عالمی تعمیر و ترقی نے اخباری صنعت پر بھی گہرا اثر ڈالا ہے ۔ آج کل جدید اخبارات نئی مشینوں ' ٹیلی پرنٹرز '

کمپیوٹرز ' فیکس مشین ' جدید کیمروں اور دیگر سہولیات سے آراستہ ہیں اسی لیے ان کی کارکردگی میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے ۔ فی زمانہ اخبارات رنگین میک اپ ' تصاویر ' سرخیوں ' چوکھٹوں اور کارٹونوں سے مزین ہوتے ہیں اور ان کی تعداد اشاعت (Circulation) بھی لاکھوں اور بسا اوقات کروڑوں میں ہوتی ہے ۔ اخبارات اداریے ' کالم ' فیچر اور دلچسپ مضامین شائع کرتے ہیں ۔ اپنے قارئین کو نفسیاتی ' قانونی ' معاشی اور دینی مسائل کے بارے میں مشورے فراہم کرتے ہیں ۔ شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور اگر عوام کے جمہوری حقوق کی حق تلفی ہو تو ہر ممکن تحفظ کرتے ہیں ' اگر اخبارات حکومت کے اہلکاروں ' اداروں یا شخصیات پر نکتہ چینی کریں تو ایسی رپورٹوں کا سختی سے نوٹس لیا جاتا ہے اور وضاحتیں طلب کی جاتی ہیں ۔

معلومات فراہم کرنا ' تفریح فراہم کرنا ' رائے عامہ پر اثر انداز ہونا اور تشہیر کرنا ' اخبارات کے اہم فرائض ہیں ۔ اخبارات ہمارے عہد کی تہذیب اور سماجی مسائل کا تحریری ریکارڈ ہوتے ہیں ۔ اگرچہ ریڈیو ' ٹی وی کی آمد سے اخبارات کی اہمیت پر اثر پڑا ہے مگر پھر بھی اخبارات نے اپنی ساکھ برقرار رکھی ہے ۔ اخبار آج بھی سیاسی ' معاشی اور معاشرتی مسائل کے حوالے سے ایک مضبوط اور جاندار ذریعہ ابلاغ ہیں ۔ فرخندہ ہاشمی لکھتی ہیں کہ

"اس میں شک نہیں کہ اخبار پڑھنے میں ٹیلی ویژن کا نیوز پروگرام دیکھنے کی نسبت زیادہ دماغی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے مگر یہ مشقت کار آمد ہوتی ہے کہ اس سے خبر کو سمجھنا اور ذہن میں پوری جزئیات و تفصیلات کے ساتھ محفوظ رکھنا ممکن ہوتا ہے" ☆۱۲

اگرچہ اخبار کی خبریں اس تیز رفتاری اور تواتر سے نہیں پہنچتی جس طرح ' ریڈیو یا ٹیلی ویژن فراہم کرتا ہے

لیکن اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ لکھے اور چھپے ہوئے الفاظ کا نہ صرف اثر زیادہ ہوتا ہے بلکہ انہیں سمجھنا اور ریکارڈ رکھنا بھی ممکن ہوتا ہے ' علاوہ ازیں اخبارات ٹھوس رائے عامہ کی تشکیل میں بھی بے حد مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

اخبارات مختلف سماجی برائیوں کی نشان دہی بھی کرتے ہیں مثلاً گداگری ' رشوت ' منشیات کا استعمال ' بلیک مارکیٹنگ ' چائلڈ لیبر وغیرہ کے متعلق خبریں شائع ہوتی ہیں ' اخبارات حکومت اور عوام کے درمیان پل کا کام کرتے ہیں۔ حکومت کی تعلیمی ' سیاسی اور معاشی پالیسیاں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ اخبارات ان کے ساتھ ساتھ حکومت کی غلطیوں ' بے اعتدالیوں اور غلط پالیسیوں پر تنقیدی مضامین اور تبصرے بھی شائع کرتے ہیں۔ بسا اوقات اخبارات حکمران طبقے کی بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کو بھی منظر عام پر لاتے ہیں۔ امریکہ میں واٹر گیٹ سکینڈل کے سلسلے میں صدر نکسن اور بھارت میں بوفورز سکینڈل کے نتیجے میں راجیو گاندھی کو حکومت چھوڑنا پڑی۔ جمہوری حکومتوں میں اخبارات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی تنقید اور تبصروں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا جاتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اخبارات "محتسب اعلیٰ" کا کردار ادا کرتے ہیں۔

اخبارات تفریح کا بھی بہترین ذریعہ ہیں۔ تقریباً ہر قومی اخبار قارئین کی دلچسپی کے لئے کارٹون ' دلچسپ و عجیب خبریں ' یہ ہفتہ کیسے رہے گا اور مزاحیہ و طنزیہ کالم پیش کرتا ہے جن سے قارئین بہت لطف اندوز ہوتے ہیں ۔ اشتہارات ' اخبارات کی جان ہیں ان اشتہارات کی اشاعت سے قارئین کو نئی مصنوعات کی مارکیٹ میں آمد کی خبر رہتی ہے۔ علاوہ ازیں ملازمت ' عدالتی نوٹس ' کرایہ کے بنگلے ' ضرورت رشتہ اور مختلف اشیاء کی خرید و فروخت

کے اشتہارات بھی اخبارات میں شائع ہوتے ہیں ۔ جن سے قارئین مستفید ہوتے ہیں گویا اخبارات عوام الناس کے لئے ضرورت و دلچسپی کے سامان کا اہم ذریعہ ابلاغ ہیں۔

جدید دور میں ہر اخبار کی اپنی پالیسی ہوتی ہے ' فیچروں ' کالموں اور خصوصاً اداریے کے مضامین اس پالیسی کی عکاسی کرتے ہیں ' اخبار میں اداریے کو خصوصی اہمیت حاصل ہوتی ہے ۔ اسے اخبار کا دماغ بھی کہا جاتا ہے ۔ اداریے میں کسی قومی مسئلہ پر اخبار کی رائے شائع کی جاتی ہے ۔ گویا اخبار اداریے کے ذریعے مختلف قومی معاملات و مسائل پر رائے دے کر قارئین کی رہنمائی کا فریضہ بھی سرانجام دیتا ہے ۔

بعض قومی اخبارات طالب علموں ' کھلاڑیوں ' خواتین اور بچوں کے لئے الگ ایڈیشن بھی جاری کرتے ہیں ' علاوہ ازیں قومی ایام اور قومی تہواروں کے موقع پر بھی رنگین ایڈیشن شائع کیے جاتے ہیں ۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اخبارات نیم پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ افراد کے لئے بہترین ذریعہ ابلاغ ہیں ۔ اخبارات کی رنگین تصاویر اور مختلف النوع مضامین کی اشاعت نے قارئین میں مطالعہ کی عادت کو فروغ دیا ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ جو روزانہ اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں اخبار کے ساتھ ساتھ کوئی کتاب ' میگزین یا رسالہ بھی پڑھنا پسند کرتے ہیں ۔ طالب علموں میں بھی اخبار بینی کی عادت بڑھ رہی ہے ۔ گویا افراد قوم کی بہتر تعلیم و تربیت ' رائے عامہ کی استواری اور معلومات کی فراہمی کے حوالے سے اخبار ایک اہم اور موثر ذریعہ ابلاغ ہے ۔ آج کل اخباری صنعت تیزی سے ترقی کر رہی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی زبانوں میں بھی اخبارات شائع ہوتے ہیں ' اخبارات کے قارئین کی تعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے ۔

رسائل و جرائد

دور جدید میں ذرائع ابلاغ اپنی وسعت و ہمہ گیری کے باعث کئی اقسام میں تقسیم ہو کر عوام کے مزاج کی تسکین کا ذریعہ بن گئے ہیں ۔ رسائل و جرائد بھی ابلاغ کا اہم ذریعہ ہیں جو بدلتے ہوئے حالات اور ابلاغ عامہ کی ترقی کی بدولت ابلاغ کا اہم فریضہ سرانجام دیتے ہیں درحقیقت ریڈیو ' ٹیلی ویژن اور روزنامہ اخبارات کی ترقی نے رسائل و جرائد کو جنم دیا ہے ۔ یہ رسالے مختلف شعبوں اور مختلف طبقات کے لئے متنوع مواد فراہم کرتے ہیں

ہفتہ وار رسائل و جرائد کا مقصد ہفتہ بھر کی خبروں کا مجموعہ "Sweep of News" عوام کو فراہم کرنا ہے ۔ ان جرائد میں ہفتہ بھر کی اہم خبروں کا ریکارڈ اور ان پر تبصرہ پیش کیا جاتا ہے ۔ جس سے قاری ایک ہی نشست میں ہفتہ بھر کے اہم واقعات سے باخبر ہو جاتا ہے ۔ پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ ۔

"مجلاتی صحافت کا فرض ایک تو واقعات و اطلاعات کا تجزیہ کرنا ہے دوسرے کسی واقعہ کے پس منظر ' پیش منظر اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو بیان کرنا بھی مجلاتی صحافت کے فرائض میں شامل ہے "روزنامہ" لوگوں کو مطلع کرتا ہے جب کہ "جریدہ" لوگوں کی تعلیم و تربیت کرتا ہے ۔ ہفت روزہ ' پندرہ روزہ ' یا ماہوار رسالے کے پاس اتنا وقت ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی واقعہ کا تجزیہ تفصیل سے کر سکے " ۔ ☆ ۲

ترقی یافتہ ممالک میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق رسائل و جرائد معلومات فراہم کرتے ہیں ۔ یہ مواد روزنامہ اخباری مواد کی نسبت دیرپا ہوتا ہے اور پورا ہفتہ یا مہینہ تک پڑھا جا سکتا ہے ۔ اسی مواد میں تحقیقی مضامین بھی شامل ہوتے ہیں ۔ رسائل و جرائد کی اہمیت و افادیت مسلمہ ہے ۔ یہ عصر حاضر کے قومی اور عالمی اہم واقعات

کی تشریح اور ان کا پس منظر واضح کر کے رائے عامہ کی تشکیل اور رہنمائی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں ۔ ان رسائل و جرائد کا انداز بیان تحقیقی ' موثر اور جاندار ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اثر انگیزی دیرپا ہوتی ہے ۔

مجلّے

مجلّے بھی ذرائع ابلاغ کی اہم شاخ میں شمار کیے جاتے ہیں ۔ ان میں ایسا مواد شائع ہوتا ہے کہ جو مستقل اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور حالات کے اتار چڑھاؤ سے کم متاثر ہوتا ہے ۔ یہ روزنامہ اخبار کا ہفتہ وار ضمیمہ ہوتا ہے جو ہر جمعہ کو چھوٹے سائز میں چھپتا ہے ۔ مجلوں میں رنگین تصاویر ' کارٹون ' فیچر اور مستقل کالم شائع ہوتے ہیں ۔ اس کے علاوہ غزلیں ' نظمیں ' افسانے ' مشہور شخصیات کے حالات زندگی اور انٹرویو وغیرہ شامل ہوتے ہیں ۔ میگزین فنون لطیفہ اور شوبزنس سے وابستہ فنکاروں اور گلوکاروں کی تصاویر اور حالات زندگی بھی قارئین کے لئے پیش کرتے ہیں ۔ ایک عام آدمی میگزین خرید کر ہفتہ بھر کے مطالعہ کا سامان کر لیتا ہے ۔ فی زمانہ مجلوں کی اہمیت مسلمہ ہے اور دن بدن مجلاتی صحافت کی اہمیت و افادیت میں اضافہ ہو رہا ہے ۔

ڈائجسٹ

ڈائجسٹ کتابی سائز میں شائع کیے جاتے ہیں ان میں سائنسی ' ادبی ' سیاسی ' دینی اور معاشرتی مسائل پر مبنی مواد ہوتا ہے ۔ بسا اوقات اہم غیر ملکی مضامین کا ترجمہ بھی قارئین کے لئے شائع کیا جاتا ہے ۔ ڈائجسٹ کو یہ

خصوصیت حاصل ہے کہ اس سے معاشرے کے تمام طبقات استفادہ کر سکتے ہیں ۔ ان کی اشاعت مجلوں کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے ۔ یہ قارئین کے لئے ہلکا پھلکا تفریحی مواد ' پہیلیاں ' معمے اور مزاحیہ مضامین بھی پیش کرتے ہیں ۔ ڈائجسٹ میں قارئین کے علمی ذوق کے پیش نظر زبان و بیان کا خاص خیال رکھا جاتا ہے ۔ فی زمانہ ڈائجسٹ بے حد مقبول ہیں کیونکہ یہ تفریحی اور معلومات پر مبنی مواد پیش کرتے ہیں ۔

کتب

فی زمانہ کتب کا شمار اہم ذریعہ ابلاغ میں ہوتا ہے ۔ کتب کا میدان کافی وسیع ہے ' سیاست ' معیشت ' تاریخ ' مذہب ' سائنس غرض ہر شعبہ زندگی سے متعلق سینکڑوں کتب روزانہ شائع ہوتی ہیں ۔ کتب میں شائع ہونے والا مواد مستقل اہمیت کا حامل ہوتا ہے ۔ کتب سے زیادہ تر پڑھے لکھے لوگ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں ۔

ریڈیو

فی زمانہ گرم و سرد جنگ کی وجہ سے ریڈیو کی اہمیت ماضی کے مقابلے میں دو چند ہو گئی ہے ۔ کیونکہ ریڈیو ابلاغ عامہ کا ایک ایسا موثر ' تیز رفتار اور سستا ذریعہ ہے جس کی نشریاتی لہریں کرہ ارض کے ان پسماندہ اور دور افتادہ خطوں تک معلومات پہنچاتی ہیں جہاں ابلاغ کے دیگر اہم ذرائع مثلاً اخبارات اور ٹیلی ویژن کی رسائی ممکن

نہیں ہے۔ ریڈیائی نشریات کے ذریعے خبریں ' افکار و نظریات اور ہر طرح کی معلومات ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک با آسانی پہنچائی جاسکتی ہیں۔ جغرافیائی حدود ریڈیو نشریات کے درمیان رکاوٹ نہیں بنتیں۔

"طبع شدہ پمفلٹ کے بعد جن میں اخبارات ' رسالے اور اشتہارات اور کتابیں شامل ہیں ' نظریات ' خیالات اور اطلاعات کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لئے جو طریقہ سب سے موثر اور کامیاب طور پر استعمال کیا گیا اور آج بھی جدید دنیا میں جس کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے وہ ریڈیو ہے"۔ ☆ ۳

سب سے پہلے ریڈیو کی برقی لہروں کا انکشاف میکس ملور نے کیا۔ اس کے بعد ہرز اینڈ ہیسن نے اس پر مزید تحقیق کی۔ بالآخر ۱۸۵۵ء میں اٹلی کے مارکونی نے لاسکی (Wire-less) کے ذریعے پہلا پیغام دینے میں کامیابی حاصل کی۔ رفتہ رفتہ مزید تجربات کیے گئے۔ ریڈیو کی ابتداء کے بارے میں پروفیسر مغیث الدین شیخ لکھتے ہیں کہ

"First broadcast station in the U.S. ▪ Pittsburl went on the air On November 2 1920, It was in 1922 that the British Broadcasting company first began daily broadcasting" ۔☆۴

جلد ہی یہ ذریعہ ابلاغ عوام میں مقبول ہو گیا۔ اول اول ریڈیو کا سائز بہت بڑا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ریڈیو کی ساخت میں تبدیلی آئی۔ آج کل ہر سائز کے ریڈیو مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ ٹرانسسٹر کی ایجاد نے اسے اور بھی مفید بنادیا ہے۔

ٹیلی ویژن کی ایجاد سے یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اب ریڈیو کی اہمیت کم ہو جائے گی لیکن ٹیلی ویژن کی محدود وقت

کی نشریات اور سستا ذریعہ ابلاغ ہونے کی وجہ سے یہ بات سامنے آئی کی ریڈیو ہی ابلاغ کا ہمہ وقتی ذریعہ ہے۔ جو عوام کو چوبیس گھنٹے اطلاعات و معلومات فراہم کرتا ہے۔ ریڈیو کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ٹیلی ویژن اسٹیشنوں اور اخبارات کے دفاتر میں ایک شعبہ (Monitoring Cell) کے نام سے کام کرتا ہے جہاں سے دنیا بھر کے اہم ریڈیو مثلاً بی بی سی ' وائس آف امریکہ ' ماسکو ریڈیو ' بیجنگ ریڈیو ' وغیرہ سے اہم خبریں اخذ کر کے مقامی سامعین کے لیے فراہم کی جاتی ہیں

ریڈیو کی نشریاتی لہریں ہوا کے دوش پر غریب کی جھونپڑی سے لے کر امراء کے محلات تک دستک دیتی ہیں ریڈیو کے پروگرام ہوٹلوں ' کلبوں ' دفتروں ' شاہراہوں ' دکانوں ' پہاڑوں ' کھیتوں ' سمندروں ' شہر کے گلی کوچوں ' چلتی پھرتی کاروں ' اور ہوائی جہازوں میں بھی سنے جاتے ہیں تھکا ہوا کسان دوپہر کو درختوں کی چھاؤں تلے لیٹ کر ریڈیو سے من پسند پروگرام سنتا ہے تو اس کی تھکن کا احساس کم ہونے لگتا ہے ریڈیو کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اسے امیر غریب ' ان پڑھ ' پڑھے لکھے ' بچے ' جوان ' عورتیں ' مرد ' بزرگ حضرات اور نابینا حضرات تک بڑے شوق سے سنتے ہیں خصوصاً نابینا افراد کے لیے ریڈیو تنہائی کا بہترین ساتھی ہے۔ منشی قطب الدین افتخار لکھتے ہیں کہ

"ریڈیو کا مخاطب ہر طبقے ہر عمر اور ہر علاقے کے لوگ ہوتے ہیں ریڈیو کی آواز ان مقامات پر سنی جاتی ہے جہاں تک ابلاغیات کے کسی اور ذریعے کی رسائی نہیں ہوتی ریڈیو کی نشریات ہر گھر میں بلا اجازت اور بغیر تعب پہنچ جاتی ہیں ریڈیو ہر امیر غریب کی دسترس میں ہے اس وجہ سے یہ سفر و حضر میں لوگوں کا رفیق بن گیا ہے" ☆5

دوسری جنگ عظیم جو چھ سال تک جاری رہی کے دوران ریڈیو نے اہم کردار ادا کیا اس جنگ کے دوران

مصروفیات اور وقت گزارنے کا کام لیا جاتا ہے لیکن اسکا استعمال اتنا عام ہے کہ اس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں

لے لیا ہے"☆۲۳

ٹیپ ریکارڈر اور آڈیو کیسٹ کو تعلیمی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے مختلف زبانوں کی تدریس (عربی ، انگلش) آڈیو کیسٹ کے ذریعے بخوبی کی جارہی ہے اور اس سے بہتر نتائج برآمد ہوئے ہیں غرض پیغام رسانی کے لے ٹیپ ریکارڈر اور آڈیو کیسٹ ایک موثر ذریعہ ابلاغ کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں

ٹیلی ویژن (TELEVISON)

1888 میں ڈبلیو ہال واکز (W.HALL WAKES) نے ایک تجربہ سے تصویر کو برقی لہروں میں تبدیل کیا 1925 میں جان ایل برڈ نے مزید تحقیقات کیں اور یوں 1926 میں پہلی مرتبہ ٹیلی ویژن نشریات ایک پردے پر دیکھی گئیں 1930 میں باقاعدہ طور پر لندن میں ٹیلی ویژن نشریات کا آغاز ہوا 1936 میں پہلی بار لندن میں تجارتی بنیادوں پر ٹیلی ویژن کی نشریات کا دائرہ وسیع کر دیا گیا پہلے پہل یہ نشریات بلیک اینڈ وائٹ تھیں مگر 1953 میں رنگین نشریات کا آغاز کر دیا گیا

ٹیلی ویژن دو لاطینی الفاظ یعنی tele (بمعنی دور) vision (بمعنی نظارہ) کا مجموعہ ہے گویا ٹیلی ویژن سے مراد ایسی ایجاد ہے جسکے ذریعے ہم گھر بیٹھے دور کی اشیاء کا نظارہ کرسکتے ہیں عام طور پر اسکا مخفف ٹی وی استعمال کیا جاتا ہے ہندی زبان میں اس کا ترجمہ دوردرشن کیا گیا ہے

ٹیلی ویژن کی ایجاد سائنس کا ایک ایسا عجوبہ ہے جس نے جغرافیائی فاصلوں کو کم کر کے پوری دنیا کو ٹی وی کی چھوٹی سی سکرین میں سمیٹ دیا ہے جدید دور میں ٹیلی ویژن سب سے موثر ترین ذریعہ ابلاغ ہے کیونکہ اسکا تعلق

دیدو شنید دونوں سے ہے یہ نہ صرف واقعات کو الفاظ میں بیان کرتا ہے بلکہ کسی بھی واقعہ کو اسی وقت ظہور پذیر ہوتا بھی دکھا دیتا ہے جس سے ناظرین میں احساس شرکت بڑھ جاتا ہے پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ ۔

"ٹیلی ویژن نے جب سے براہ راست ٹیلی کاسٹ کا سلسلہ شروع کیا ہے ابلاغ کی تکنیک میں انقلاب رونما ہو گیا ہے اب ہم سینکڑوں ہزاروں میل دور ہونے والے کسی میچ مقابلے یا کسی تقریب کو اسی وقت اپنے گھر میں اسی طرح دیکھ لیتے ہیں جسے ہم خود جائے وقوع پر موجود ہیں "☆۷

ٹیلی ویژن دور جدید کی حیران کن ایجاد ہے مغربی ممالک نے ٹیلی ویژن نشریات کو تفریح کے ساتھ ساتھ اشتہار بازی پروپیگنڈہ ' نفسیاتی جنگ اور تعلیم وتدریس کے لیے بھی استعمال کیا ہے ٹیلی ویژن خبروں کے علاوہ ڈرامے 'کھیل ' اور موسیقی کے پروگرام بھی پیش کرتا ہے جس سے ان پڑھ 'نیم پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ افراد استفادہ کرتے ہیں جدید معاشرے میں ٹیلی ویژن ہر گھر کی ضرورت بن گیا ہے بلکہ اسے گھر کے اہم فرد کی حیثیت حاصل ہے شام ڈھلے بیشتر لوگ اسی "ساتھی" کے ساتھ وقت گزارتے ہیں

"جب سے ٹیلی ویژن آیا ہے فارغ وقت میں اگر آدمی خود کو محظوظ کرنا چاہتا ہے تو وہ ٹیلی ویژن کو ہی استعمال کرتا ہے شام کے وقت ٹیلی ویژن کے پروگرام نشر ہونے کے بعد ریڈیو سننے اور اخبار پڑھنے والوں کی تعداد میں کمی آجاتی ہے ٹیلی ویژن اہم موقع پر براہ راست جائے وقوع سے پروگرام ٹیلی کاسٹ کر کے ابلاغ کے موثر اور جدید ترین ذریعہ کا کردار ادا کر رہا ہے"۔ ☆۸

ٹیلی ویژن سکرین پر خبروں کے ساتھ ساتھ جائے واقعہ کی تصویری رپورٹ سے ناظرین خود کو موقعہ پر موجود

سمجھتے ہیں دنیا کے کسی بھی کونے میں ہونے والا واقعہ لمحوں میں جوں کا توں ناظرین تک پہنچ جاتا ہے گویا ٹیلی ویژن دور جدید کا "جام جہاں نما" ہے جس میں پوری دنیا کے حالات و واقعات کو دیکھا جاسکتا ہے اپنی اثر پذیری اور نفوذ پذیری کی وجہ سے یہ موثر ترین ذریعہ ابلاغ ہے۔

ٹیلی ویژن خبروں اور حالات حاضرہ کے علاوہ اشتہار بازی کے میدان میں بھی انقلاب برپا کرچکا ہے ٹی وی پر دکھائے جانے والے اشتہارات انتہائی موثر ثابت ہوئے ہیں ان اشتہارات کو انتہائی اعلیٰ تکنیک اور مہارت سے تیار کیا جاتا ہے ملکی مصنوعات کو بیرون ملک متعارف کروانے میں ٹیلی ویژن اہم کردار ادا کرتا ہے لوگ گھر بیٹھے مارکیٹ میں آنے والی نئی اشیاء سے واقف ہو جاتے ہیں اس طرح انہیں شاپنگ میں بہت سہولت مل جاتی ہے ٹیلی ویژن کے ناظرین میں ہر عمر' ہر مزاج اور ہر تعلیمی استعداد کے لوگ شامل ہوتے ہیں اس لیے ٹی وی سے ہر طرح کے پروگرام ٹیلی کاسٹ کئے جاتے ہیں ان پروگراموں میں کھیل 'ڈرامے' ادب' مذہب اور تعلیم و تدریس کے پروگرام وغیرہ اہم ہیں جاوید اقبال پراچہ لکھتے ہیں کہ۔

"ٹیلی ویژن ایک انتہائی موثر ذریعہ ابلاغ ہے اور دوسرے ذرائع ابلاغ کی نسبت ذہنوں کو مختلف سانچوں میں ڈھالنے کی بہت گنجائش رکھتا ہے کھیل کود تفریح ناچ گانا اور تعلیم کے علاوہ ٹیلی ویژن ایسے پروگرام پیش کرتا ہے جو لوگوں کے حوصلے بلند کرتے ہیں بھولے بھٹکے ہوؤں کی صحیح رہنمائی کرتے ہیں اور دل مردہ کو ولولہ تازہ عطا کرتے ہیں"☆☆۹

دنیا بھر میں ٹیلی ویژن کا باقاعدہ استعمال اگرچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہوا تھا مگر رفتہ رفتہ اس حیرت انگیز

ایجاد نے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کو اپنی اہمیت وافادیت کا احساس دلایا ماہرین ابلاغیات کی متفقہ رائے کے مطابق دنیا کا سب سے جدید اور موثر ذریعہ ابلاغ ٹیلی ویژن ہے پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ "دنیا میں اس وقت ٹیلی ویژن کے ناظرین کی تعداد ایک ارب سے زائد ہے ٹیلی ویژن تمام دنیا میں اپنی مقبولیت اور افادیت کی وجہ سے ہر اس ملک کی ثقافت کا اہم جزو بن گیا ہے جس میں ٹیلی ویژن نشریات کی سہولتیں موجود ہیں"۔ ☆ ۲

دور جدید میں اس اعتبار سے بھی ٹیلی ویژن کو اہمیت حاصل ہوئی ہے کہ اس موثر ترین ذریعہ ابلاغ نے انسانوں کے درمیان یگانگت اور اخوت کے رشتے کو پروان چڑھایا ہے اب لوگوں میں عالمی شہریت کا احساس پیدا ہوا ہے کھیلوں کے عالمی مقابلے ہوں یا دنیا کے کسی گوشے میں زلزلہ وسیلاب کی تباہ کاریاں بین الاقوامی کانفرنسیں ہوں یا معاشی ' سیاسی مسائل ' ٹیلی ویژن نے سب کچھ سکرین پر دکھا کر لوگوں کے دکھ سکھ مشترک کر دیئے ہیں یہی وجہ ہے کہ عالمی سطح پر اس موثر ذریعہ ابلاغ کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے '

فلم (FILM)

۱۸۸۸ میں ٹامسن ایڈیسن نے "کائنٹو سکوپ" نامی ایک ایسی مشین ایجاد کی جس سے متحرک تصاویر دیکھی جاسکتی تھیں 1894 میں دیوار کے ساتھ ایک پردہ لگا کر اس پر متحرک تصاویر دیکھی گئیں رفتہ رفتہ یہ سلسلہ مقبول ہوا اور باقاعدہ اوپن ائر تھیٹروں اور بڑے مجمعوں میں متحرک تصاویر کی نمائش کی جانے لگی ان متحرک تصاویر میں کوئی باقاعدہ کہانی یا کھیل کا تصور نہیں تھا اور یہ تصاویر خاموش (Silent) ہوا کرتی تھیں فٹ بال ' باکسنگ ' کے

مکمل خاموشی سے پیش کئے جاتے 1903 میں (The great train robbery) نامی فلم میں مختصر مگر مکمل کہانی پیش کی گئی دنیا کی پہلی بولتی فلم 1928 میں بنائی گئی جبکہ برصغیر میں 1931 میں عالم آرا کے نام سے پہلی بولتی فلم تیار کی گئی

فلم ابلاغ عام کا اہم اور موثر ذریعہ ہے ۲۰ ویں صدی کی اس حیرت انگیز ایجاد نے سیاسی تعلیمی اور معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے ٹیلی ویژن کے ظہور سے قبل ایک فلم نہایت مقبول اور موثر ترین ذریعہ ابلاغ تھا لیکن آج بھی اسکی اہمیت میں کمی واقع نہیں ہوئی روزانہ لاکھوں افراد سینما گھروں کا رخ کرتے ہیں اور اس اہم ذریعہ ابلاغ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

"فلم کے ذریعہ ہم عام انسان کو وہ پیغام بھی دے سکتے ہیں جو وہ کسی اور ذریعے سے آسانی سے قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا چنانچہ فلمیں مختلف نظریات کے پروپیگنڈے کے لئے مقبول ذریعے کے طور پر استعمال ہوتی ہیں .... کسی بھی ملک کے عوام کا رہن سہن، ان کی ثقافت اور ان کے نظریات کی صحیح جانچ ملک میں بننے والی فلموں سے بخوبی کی جاسکتی ہے"۔ ☆ ¹¹

فلموں کی کئی اقسام ہیں مثلاً رومانوی، ایکشن، مزاحیہ جنس و جرائم اور تشدد پر مبنی فلمیں جب کہ دستاویزی فلمیں زراعت، معیشت، صنعت، تعلیم، ثقافت اور کھیل کے میدانوں میں مفید معلومات بہم پہنچاتی ہیں۔ فلم کسی بھی معاشرے کی سماجی ترقی اور معاشرتی مسائل کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔ فلم عام افراد کے لئے معلومات اور تفریح کا سستا ذریعہ ہے۔ فلم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں زبان و بیان عمل ابلاغ میں رکاوٹ نہیں بنتے

ایک غیر ملکی زبان میں بننے والی فلم وہی مقبولیت حاصل کر سکتی ہے جو مقامی زبان میں تیار کی گئی فلم حاصل کرتی ہے۔ پاکستان میں جاپان ' امریکہ ' برطانیہ اور بھارت کی بیشتر فلمیں کامیابی حاصل کر چکی ہیں۔ پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ

"فلموں کے ذریعے ابلاغ میں زبان کی رکاوٹ درپیش نہیں ہوتی۔ ایک غیر ملکی زبان میں بنی فلم یا ڈرامہ تماشائیوں کو متاثر کر سکتا ہے جب کہ ایک غیر ملکی زبان کی کتاب ' رسالہ ' اخبار یا نشریہ ان افراد پر قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتا جو اس زبان سے واقف نہ ہوں"۔ ☆۷۴

اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان نہ سمجھنے کے باوجود تماشائی فنکاروں کے انداز اور تاثرات سے فلم کا مفہوم اور پیغام سمجھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ گویا اثرات کے لحاظ سے فلم موثر ترین ذریعہ ہے۔ ٹیلی ویژن کے مقابلے میں فلم کی بڑی سکرین ناظرین پر حیران کن اثرات مرتب کرتی ہے۔ غرض فلم ایک ایسا اہم اور موثر ذریعہ ابلاغ ہے جس سے معاشرتی و سیاسی مسائل کو اجاگر کر کے معاشرے کی اصلاح اور افراد کی تعلیم و تربیت کا کام بہتر انداز میں لیا جا سکتا ہے۔

وی سی آر

وی سی آر (Video Cassette Recorder) دور جدید کی ایک نئی اور حیران کن ایجاد ہے۔ وی سی آر کی آمد نے ابلاغ کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ وی سی آر میں وڈیو کیسٹ استعمال کیا جاتا ہے۔ قبل ازیں آڈیو

کیسٹ تفریح اور پیغام رسانی میں کافی مقبول رہا۔ مگر یہ کیسٹ ریڈیو کی طرح سنا جا سکتا تھا مگر ویڈیو کیسٹ کی بدولت وی سی آر پر کوئی پروگرام دیکھا جا سکتا ہے اور پسند کا پروگرام یا تقریب کی کارروائی محفوظ بھی کی جا سکتی ہے

وی سی آر دور جدید کی ایک ضرورت بن گیا ہے اب صرف فوٹو گرافی پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ وی سی آر کے ذریعے شادی بیاہ سالگرہ اور سیاسی جلسوں کی باقاعدہ ریکارڈنگ کی جاتی ہے۔ وی سی آر کو تعلیمی مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن فی زمانہ یہ ذریعہ ابلاغ تفریحی مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ابلاغ عام اور پیغام رسانی کے لئے یہ ایک مفید ذریعہ ابلاغ ثابت ہوا ہے۔

سلائیڈز OPH

سلائیڈ اور اوور ہیڈ پراجیکٹر (OHP) بھی ابلاغ کے اہم ذرائع ہیں ان ذرائع کو عام طور پر تعلیم و تدریس کے میدان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی مسئلہ واضح نہ ہو تو سلائیڈ یا اوور ہیڈ پراجیکٹر کے ذریعے نقشے یا گراف بنا کر اسے واضح کیا جاتا ہے۔ یہ ذرائع موثر ابلاغ کے لئے بہتر معاون ثابت ہوتے ہیں۔ مختلف کانفرنسوں۔ سیمینارز اور ورکشاپس میں ان ذرائع سے کافی استفادہ کیا جاتا ہے۔

پر استوار ہوتی ہے۔

ابلاغ عام اور رائے عامہ

جمہوریت ایک ایسا طرز حکومت ہے جس میں حکومت عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ عوامی نمائندے قومی معاملات میں عوام کی اجتماعی رائے کی نمائندگی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ جدید دور میں وہی حکومت کامیاب رہتی ہے جو رائے عامہ کی روشنی میں اپنی پالیسیاں مرتب کرتی ہے۔ کیونکہ کوئی حکومت عوام کی تائید و حمایت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ

"Public Opinion is the engine that keeps the wheels of democracy turning" ۔☆۳

رائے عامہ کسی ٹھوس شے کا نام نہیں اور نہ ہی کسی مخصوص طبقہ کے سو یا ڈیڑھ سو افراد کی رائے کا نام ہے بلکہ کسی معاشرے کی غالب اکثریت کی متفقہ رائے کو رائے عامہ کہتے ہیں۔ یعنی عوام الناس کی وہ رائے یا مشترکہ موقف جو وہ کسی مسئلہ کے بارے میں اختیار کرتے ہیں۔

ہنس سپیئر Hans speir اپنے مضمون (Historical development of Public Opinion) میں لکھتے ہیں

"Public Opinion So understood is primarily a communication from the citizen to their Govt and only Secondarily a communication among the citizens." ☆۴

ذرائع ابلاغ رائے عامہ کی رہبری کرتے ہیں جب کہ رائے عامہ ذرائع ابلاغ کو پالیسیاں وضع کرنے میں مدد دیتی ہے گویا دونوں کا ایک دوسرے سے جسم و روح کا رشتہ ہے۔ ذرائع ابلاغ عوام کے نبض شناس ہوتے ہیں چنانچہ عوام کے مزاج، کردار اور رویوں کو متاثر و منظم کرتے ہیں۔

پر استوار ہوتی ہے۔

موجودہ دور رائے عامہ کی بالادستی اور حکمرانی کا دور ہے۔ ذرائع ابلاغ رائے عامہ کی تعمیر و تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ عوام الناس کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں اور انہیں مختلف مسائل سمجھنے اور رائے قائم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ جدید دور میں اپنا نظریہ یا خیال دوسروں تک پہنچانے کے لئے ذرائع ابلاغ کا استعمال ضروری ہے کیونکہ یہ ذرائع رائے عامہ کی استواری میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ۔

"دنیا میں آج رائے عامہ کی جو اہمیت ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہر لیڈر ہر ملک اور ہر حکومت کو اپنے ملک کے علاوہ عالمی رائے عامہ کا احترام بھی ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ رائے عامہ کی یہ اہمیت دنیا میں جمہوری معاشرے کی تشکیل اور جمہوری نظریات کے فروغ کے ساتھ ساتھ بڑھی ہے۔ کوئی بھی لیڈر یا حکومت رائے عامہ کو نظرانداز کر کے کاروبار حکومت اپنی مرضی کے مطابق نہیں چلا سکتا"۔ ☆۱۵

دنیا کا ہر ملک اپنی پالیسیوں اور کارکردگی کے بارے میں عوام کی رائے اپنے حق میں استوار کرتا ہے۔ معاشرے میں بسنے والے افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مسئلہ کے حتمی حل اور ذاتی رائے کے لئے حقائق کو جانیں۔ ان حقائق کے سرچشمے ذرائع ابلاغ ہیں۔ لوگوں کی کثیر تعداد وہی کچھ جانتی ہے جو ذرائع ابلاغ انہیں فراہم کرتے ہیں۔ رائے عامہ کی تشکیل میں برقی ذرائع ابلاغ کی حیثیت اپنی جگہ مسلمہ ہے لیکن اخبارات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں چونکہ اخبارات کے قارئین باشعور اور پڑھے لکھے ہوتے ہیں اس لئے ان کی رائے بھی ٹھوس بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔

ذرائع ابلاغ کی تیزی اور وسعت نے دنیا کو "عظیم گاؤں" میں تبدیل کر دیا ہے ۔ چنانچہ عالمی برادری کے اس دور میں کوئی قوم عالمی رائے عامہ کو نظرانداز نہیں کر سکتی ۔ افغانستان میں روس کی شکست کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے عالمی رسوائی مول لے لی تھی یعنی پوری دنیا کی باشعور اقوام نے روس کے اس اقدام کی مذمت کی تھی ۔ اسی طرح ۱۹۹۰ء میں خلیج کی جنگ میں امریکہ اور اتحادی افواج نے یہ حکمت عملی اپنائی کی عراق پر حملے سے قبل عالمی رائے عامہ عراق اور صدر صدام حسین کے خلاف استوار کی گئی ۔ غرض رائے عامہ جمہوری معاشروں کی جان ہے اور ذرائع ابلاغ رائے عامہ اور شعور عامہ کی استواری میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں ۔

روس کے ٹوٹنے کا عمل ہو یا دیوار برلن گرنے کی اطلاع ۔ امریکہ کے صدارتی انتخابات ہوں یا الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ کی کامیابی ۔ سکوائش کا برٹش اوپن ٹورنامنٹ ہو یا ۱۹۹۶ء میں ہونے والے اولمپک مقابلوں کی خبر ۔ کشمیر کی المناک صورتحال ہو یا سوڈان کی قحط سالی کے واقعات ۔ غرض ہمیں دنیا کے گوشے گوشے سے اطلاعات ملتی ہیں اور عوام کا رد عمل رائے عامہ کی صورت ہمارے سامنے آجاتا ہے ۔ بیانات ۔ ہڑتالیں ۔ جلسے ۔ جلوس اور مظاہرے بھی رائے عامہ کے اظہار کا طریقہ ہیں ۔

کسی بھی مسئلے پر رائے عامہ کی ہمواری کے لئے ضروری ہے کہ اس مسئلے کے متعلق عوام کو پوری معلومات ہوں ۔ ذرائع ابلاغ منفی و مثبت دونوں پہلوؤں کو سامنے لائیں تاکہ وہ ہر پہلو پر غور کر کے اپنی رائے قائم کر سکیں ۔ مثلاً بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ یا ماحول کی آلودگی کا مسئلہ یا منشیات و رشوت کی لعنت کا مسئلہ اگر درپیش ہے تو ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو ان مسائل کے خطرناک نتائج سے آگاہ کریں ۔ ان کے سماجی نقصانات واضح

کریں اور ہر ممکن طریقے سے یہ سمجھائیں کہ کس طرح ان مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ ذرائع ابلاغ عامہ میں کسی مسئلہ پر رائے عامہ استوار کرنے کے لئے مضامین۔ کالموں۔ خطوط بنام ایڈیٹر۔ اداریوں اور اشتہاروں سے کام لیا جاتا ہے۔ جمہوری معاشروں میں رائے عامہ کی اہمیت مسلمہ ہے اور ہر حکومت اپنی کارکردگی اور پالیسیوں کے بارے میں رائے عامہ استوار کرنے کے لئے ذرائع ابلاغ سے مدد لیتی ہے۔

جمہوری معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔ ابلاغ عام کے اثرات قبول کرنے والے لوگ مختلف عمر ۔ ذہنیت ۔ مزاج اور مختلف تعلیمی قابلیت کے حامل ہوتے ہیں ۔ نئی زمانہ ابلاغ عامہ کے ذرائع معاشرتی زندگی کا لازمی حصہ بن گئے ہیں ۔ یہ اطلاعاتی ذرائع معاشرے کی خوشحالی اور ترقیاتی منصوبوں کو عوام تک پہنچاتے ہیں ۔ عوام کو سیاسی ' معاشرتی ' تعلیمی اور دیگر مسائل سے آگاہ کرتے ہیں ' تعلیمی شعور عطا کرتے ہیں ۔ شہریوں میں قانون کی پابندی کا احساس اور نظم و ضبط پیدا کرتے ہیں ۔ ڈاکٹر محمد شمس الدین لکھتے ہیں کہ

"ذرائع ابلاغ کو بہت سے کام سرانجام دینے ہوتے ہیں ۔ یہ ذرائع سماجی تبدیلیوں کے لئے ترغیب کا ذریعہ بن سکتے ہیں ۔ ترقیات کے لئے سازگار ماحول پیدا کرنے اور روایتی معمولات پر اثر انداز ہو سکتے ہیں ۔ مختلف قسم کا تعلیم و تربیت کے لئے سازگار ماحول پیدا کر سکتے ہیں مثلاً کسانوں ۔ چھوٹے صنعت کاروں ' سماجی تعلیم کے کارکنوں ۔ تربیتی اداروں کے اساتذہ کے لئے یہ ذرائع اہم کردار ادا کر سکتے ہیں " ۔ ☆۴۹

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ذرائع ابلاغ کسی بھی ملک کے معاشرتی ' سیاسی حالات و مسائل کی عکاسی کرتے ہیں ۔ یہ ذرائع نہ صرف عوام کو تازہ ترین معلومات فراہم کرتے ہیں بلکہ ان کی بہتر تعلیم و تربیت کر کے انہیں معاشرے کا باشعور شہری بھی بناتے ہیں ۔

"There is no question that the mass media play an important role in society. Their impact in social Change achevement cultural taste Instruction Politics and image building is not to be denied. ☆14

ذرائع ابلاغ کی سائنسی خطوط پر ترقی ۔ تیزی اور ہمہ گیری نے عوام کے طرز زندگی پر بھی گہرا اثر ڈالا ہے ۔ ذرائع ابلاغ کی موثر کارکردگی کی بدولت جمہوری معاشروں کے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عملاً قومی معاملات میں شریک ہیں اور عالمی ترقی میں ان کا کیا کردار ہے ۔ فی زمانہ ذرائع ابلاغ نے لوگوں کے بات چیت کے انداز اور طرز زندگی میں بھی واضح تبدیلیاں پیدا کی ہیں ۔ آج لوگوں کے پاس وقت کم اور خیالات زیادہ ہیں ۔ مصروفیات بڑھ گئی ہیں ۔ رفتار زندگی تیز تر ہو گئی ہے ۔ عام آدمی ہو یا کوئی اہم شخصیت ۔ سب پر ذرائع ابلاغ کی حکمرانی ہے ۔ حکومتیں ، ادارے ، شخصیات سبھی ذرائع ابلاغ کے محتاج ہیں ۔

کارل ہولینڈ اپنے مضمون "Effects of the Mass Media" میں لکھتے ہیں کہ ۔

"The rapid rise of the mass media their ubiquity and their potential influence have led many to wonder about the actual role play in social life and behaviour. Mass communications are [illegible] powerful That they determine thought and action to a major degree." ☆ ۱۸

روز مرہ کی زندگی میں ذرائع ابلاغ ہمارے اہم رہنما ہیں ۔ کپڑے کی خریداری ہو یا سامان ۔ ٹوتھ پیسٹ یا شیونگ کریم کا انتخاب ۔ نوکری کی تلاش ہو یا کرایہ پر مکان کی ضرورت ۔ کھانے پینے کی نت نئی اشیاء کی مارکیٹ میں آمد کی خبر ہو یا سکول ، کالج میں داخلے کا مسئلہ ۔ غرض ذرائع ابلاغ ہر موقع پر اثر انداز ہو کر رہنمائی کرتے ہیں ۔ مہنگائی ۔ امن و امان کی صورت حال ۔ حکومتوں کی تبدیلی اور عالمی حالات پر تبصرہ ہمیں ذرائع ابلاغ ہی سے حاصل

ہوتا ہے اور ہم کوئی نقطہ نظر قائم کر سکتے ہیں۔ پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ

"ہم محسوس اور غیر محسوس طریقوں سے ہر وقت ابلاغ عام سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔ بچے اسکول جاتے ہیں۔ اپنے اساتذہ سے سبق لیتے ہیں۔ کتابیں پڑھتے ہیں' دوستوں کی عادتیں اپناتے ہیں۔ جو آدمی کالج یونیورسٹی اور دفاتر میں اپنے ساتھیوں سے ملتے ہیں۔ اخبار پڑھتے ہیں۔ ریڈیو سنتے ہیں۔ ٹیلی ویژن سنتے ہیں' فلمیں دیکھتے ہیں' لیڈروں کی تقاریر سنتے ہیں' بحث میں حصہ لیتے ہیں' اشتہاروں پر نظر ڈالتے ہیں وہ ان تمام عوامل کا اثر قبول کرتے ہیں۔ ہر روز سڑک پر ٹریفک کے نشانات دیکھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ غرض بچے کی پیدائش سے لے کر بوڑھا ہو کر موت تک تمام زندگی ابلاغ سے عبارت ہے"۔ ☆۱۹

آیئے مطبوعاتی ذرائع ابلاغ کے اثرات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

مطبوعاتی ذرائع ابلاغ کے اثرات

مطبوعاتی ذرائع ابلاغ میں اخبارات ورسائل وجرائد شامل ہیں مطبوعہ ذرائع ابلاغ نے جمہوری اقدار و روایات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے عوام کے سماجی ومعاشی اور سیاسی مسائل کی بروقت نشاندہی کی ہے اور عام لوگوں کو ظلم و ناانصافیوں سے محفوظ رکھنے میں موثر کردار ادا کیا ہے لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اخبارات نے تصویر کا سہارا لے کر ایسی غیر اخلاقی روایات کو پروان چڑھایا ہے جہاں شرم وحیاء اور شرافت دم توڑتی نظر آتی ہے اخبارات کے رنگین صفحات اداکاروں صداکاروں اور فنکاروں کی غیر خبری تصاویر سے بھرے ہوتے ہیں بعض خواتین کی اتنی بڑی بڑی رنگین تصاویر آئے دن اخبارات میں چھپتی ہیں کہ اتنی بڑی تصاویر کبھی قومی

ہیروز کی بھی شائع نہیں کی جاتیں غیر ضروری تصاویر کی اشاعت سے نہ صرف ضروری خبریں اور مضامین چھپنے سے رہ جاتے ہیں بلکہ معاشرے میں بے حیائی اور بے مقصدیت کو بھی فروغ ملتا ہے حالانکہ ایسی تصاویر کی اشاعت کا نہ کوئی پیشہ ورانہ جواز ہوتا ہے نہ کوئی اخلاقی جذبات کو برانگیختہ کرنے والی نیم عریاں تصاویر کی اشاعت ایک شرمناک حرکت ہے کیونکہ ایک فحش تصویر فحش تحریر سے ہزاروں درجہ شرانگیز اور فتنہ کا موجب ہو سکتی ہے محمد قوم اختصاصی لکھتے ہیں کہ "خریدار صرف نسوانی تصاویر پر اکتفا کرتے ہیں اور چیز خرید لیتے ہیں اب تمام تر تصویروں پر زور ہے جتنی کوئی تصویر اچھی ہو اتنا ہی تحریر کو غیر اہم سمجھا جائے گا ایک صارف کو اس بات کا عادی بنادیا گیا ہے کہ وہ اپنی خریداری کی ضرورت پیدا کرنے سے پہلے کسی بھی تصویری سراپے کو صرف دیکھے اور متاثر ہو جائے، سوچنے سمجھنے اور پڑھنے کی زحمت سے چھٹکارا پالے "☆۲۰

بعض اخبارات و رسائل دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا مقصد صرف تصویریں شائع کرنا ہے وہ نیم عریاں تصاویر کو خبری رنگ دینے میں بھی مہارت رکھتے ہیں ایک روزنامہ اخبار نے عید کے موقع پر فروخت ہونے والے عریاں عید کارڈوں کی مذمت کا انوکھا طریقہ اختیار کیا کہ وہی عید کارڈ شائع کر کے ان کے نیچے چند مذمتی جملے لکھ کر احتجاج کیا گیا اخبارات میں فیشن وثقافت اور مختلف تقریبات کے حوالے سے گلیمر کی آڑ میں نوجوان لڑکیوں کی تصاویر بلا ضرورت شائع کرنے سے اخبارات کے ناظرین میں اضافہ ہو رہا ہے فلمی صفحات میں خواتین کی نیم عریاں تصاویر کے ساتھ ساتھ رائفلوں کلاشنکوفوں اور خنجروں سے بالواسطہ تشدد کا پرچار بھی کیا جاتا ہے ایسی تصاویر کی اشاعت سے اخبار کا مقصد پیسہ کمانا اور سرکولیشن بڑھانا ہوتا ہے لیکن معاشرے پر اسکا نہایت منفی اثر مرتب ہوتا

ہے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ " اشاعت بڑھانے اور ایک دوسرے کو مات دینے کے جنون میں ہمارے بعض اخبار اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو بھول رہے ہیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ حقیقی اور سنجیدہ صحافت اور سنسنی خیز صحافت کے درمیان وہی فرق ہے جو حیاء دار خاتون اور ایک طوائف میں ہوتا ہے حیاء دار خاتون اپنے گھرپن اور نیکی میں رہتی ہے اور طوائف اپنی عشوہ طرازی سے ہر ایک کو مسحور کر لیتی ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا حماقت عظمیٰ سے کم نہیں کہ طوائف حیاء دار خاتون سے بہتر ہے "☆۲۲

بیشتر اخبارات سنسنی خیز خبریں مخرب اخلاق مولو جی زندگی کے سکینڈل اور جنس و جرائم پر مبنی چٹ پٹی اور بڑھ مسالہ دار خبریں شائع کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے بعض فلمی اور سوشل رسالے عوام میں گھٹیا ذوق کو پروان چڑھا رہے ہیں مطبوعہ ذرائع ابلاغ نے تہلکہ خیز خبروں سے وہ فضا تیار کی ہے جس میں ۵۰ ہزار کی رقم مالک کو دینے والے غریب ٹیکسی ڈرائیوں کی خبر اندر کے صفحہ میں ایک کالم میں شائع ہوتی ہے اور سیاسی بلز بازی کی خبر کو پہلے صفحہ پر تین کالموں میں شہ سرخی اور ذیلی سرخی کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے

برقیاتی ذرائع ابلاغ کے اثرات

برقیاتی ذرائع ابلاغ میں ریڈیو ٹیپ ریکارڈر ' ٹیلی ویژن اور فلم وغیرہ قابل ذکر ہیں یہ تمام ذرائع ابلاغ تیزی وسعت اور اثر انگیزی کے لحاظ سے مقبول ہیں ریڈیو باقی تمام برقی ذرائع ابلاغ میں موثر ترین اور سستا ذریعہ ابلاغ ہے ریڈیو کی نشریاتی لہریں جغرافیائی رکاوٹوں کو عبور کر کے ان دور افتادہ خطوں تک بھی معلومات پہنچاتی ہیں جہاں

دیگر ذرائع ابلاغ کی رسائی ممکن نہیں ہے ایک ترقی یافتہ اور صالح معاشرے کے قیام اور عوام الناس کی تعلیم وتربیت میں ریڈیو پروگرام انتہائی موثر کردار ادا کرتے ہیں ریڈیو کے بعض پروگرام بچوں بڑوں خواتین کسانوں اور فوجیوں کے لیے مخصوص ہوتے ہیں جو بہت معلوماتی اور خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں ریڈیو علاقائی زبانوں میں پروگرام پیش کرکے پسماندہ علاقوں میں بھی علم و شعور کی کرنیں پھیلا رہا ہے جنگ ایمرجنسی اور قومی اہمیت کے مسائل کے دوران ریڈیو اہم کردار ادا کرتا ہے ریڈیو اطلاعات کی فراہمی رائے عامہ کی استواری اور عوام کی تفریح طبع کا فریضہ بخوبی سرانجام دے رہا ہے اگرچہ ٹیلی ویژن اور وی سی آر کی آمد کی وجہ سے ریڈیو کے اثرات کم ہوئے ہیں اور ریڈیو کے سامعین میں بھی کمی واقع ہوئی ہے لیکن اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ دور افتادہ علاقوں اور دیہات کے ان پڑھ عوام آج بھی ریڈیو کے پروگراموں سے مستفید ہوتے اور اثرات قبول کرتے ہیں۔

مختلف سروے رپورٹوں کے حوالے سے ماہرین ابلاغیات کا کہنا ہے کہ تمام ذرائع ابلاغ کی نسبت برقیاتی ذرائع ابلاغ (Electronic Media) میں ٹیلی ویژن اور فلم کا انسانی رویے پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے کیونکہ یہ ذرائع سمعی و بصری دونوں لحاظ سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان کا پیغام ناخواندگی کی رکاوٹ دور کرکے لاکھوں افراد تک پہنچتا ہے۔ یہ دونوں ذرائع ابلاغ غیر محسوس انداز میں عوام کے رویے سوچ اور مزاج کو متاثر کرتے ہیں۔ لوگ وہی کچھ اپنانے کی کوشش کرتے ہیں جو طرز زندگی ' رہن سہن ' رسم و رواج ' نشست و برخاست کے انداز اور گفتگو کے اطوار یہ ذرائع ابلاغ پیش کرتے ہیں۔ دستاویزی فلمیں کسی بھی معاشرے کی ثقافت ' تہذیب و تمدن اور طرز زندگی کی عکاسی کرتی ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ فلم اپنی اثر انگیزی میں موثر ترین ذریعہ ابلاغ ثابت ہوا ہے۔ عام آدمی

بھی فلم کے جذباتی سین میں خود کو ہیرو سمجھنے لگتا ہے پروفیسر سدی حسن لکھتے ہیں کہ

"مختلف مسائل پر بنی فلمیں غیر محسوس طریقے سے فلم بینوں کی سوچ پر اثر انداز ہوتی ہیں اور وہ عملی زندگی میں وہی رویہ اور انداز اپنانے کی کوشش کرتے ہیں جو فلم میں انکا پسندیدہ ہوتا ہے"۔ ☆ ۲۲

ابلاغ عامہ کے مختلف ذرائع کے اثرات کے بارے میں یہ بات نہایت اہم ہے کہ ابلاغ عامہ کا ہر ذریعہ بہت سی خصوصیات رکھتا ہے اور موثر ذریعہ ہے۔ عوام الناس اپنے سماجی جغرافیائی اور معاشی حالات کے مطابق ذریعہ ابلاغ منتخب کرتے اور اس کے اثرات قبول کرتے ہیں۔

"Communication can achieve several purposes: to entertain to provide News to give information to influence attitudes feelings or actions to advertize," ☆ ۲۳

ذرائع ابلاغ نے پروپیگنڈے ' تعلقات عامہ اور اشتہار بازی کے میدان میں نہ صرف تکنیکی ترقی کی ہے بلکہ معاشرے پر اس کے گہرے اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔ حکومت کی کوئی بھی سماجی و تعلیمی ترقی کی سکیم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کی پشت پر ذرائع ابلاغ کی بھرپور مہم نہ ہو۔ اشتہار بازی کے میدان میں بھی ذرائع ابلاغ نے کافی ترقی کی ہے۔ ہمیں معمولی بلیڈ کی خریداری کے لئے بھی ذرائع ابلاغ کا سہارا لینا پڑتا ہے کیونکہ ذرائع ابلاغ ہر شے کی خوبیاں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عوام کو مارکیٹ سے متعلقہ اشیاء کی خریداری کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔

مختلف ذرائع ابلاغ افراد پر مختلف اثرات مرتب کرتے ہیں ' اخبارات پڑھے لکھے طبقہ کے لئے۔ ریڈیو

دیہات کے لوگوں کے لئے اور ٹیلی ویژن دیہات اور شہروں کے چھوٹے بڑے سب لوگوں کے لئے موثر ترین ذریعہ ابلاغ ہے کیونکہ اس کے اثرات بیک وقت سماعت بصارت دونوں پر پڑتے ہیں اس طرح دیگر تمام ذرائع ' ریڈیو ' اخبارات و رسائل وغیرہ کے مقابلے میں ٹیلی ویژن زیادہ موثر اور جدید ترین ذریعہ ابلاغ ہے۔ ٹیلی ویژن کی ایجاد کے بعد ماہرین ابلاغیات نے یہ خیال کیا کہ معاشرے میں اس ذریعہ ابلاغ سے تعلیم و تدریس اور سائنسی افکار بآسانی اور موثر طریقے سے پھیلیں گے۔ سماجی خرابیوں کی بروقت نشان دہی کی جا سکے گی۔ جدید سہولیات و ایجادات سے عام آدمی شناسائی حاصل کرے گا۔ عوام کو تفریح کے بہترین مواقع ملیں گے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ٹیلی ویژن کے ذریعے نئی اور تازہ اطلاعات عوام کو پہنچائی جائیں گی۔ لیکن ٹیلی ویژن کی چھ دہائیوں (Decaes) پر پھیلی ہوئی کارکردگی نے یہ ثابت کیا ہے کہ نوجوان نسل میں بے راہ روی ' بے مقصدیت ' فیشن پرستی ' جنس پرستی اور تخریبی طرز عمل پیدا کرنے میں ٹیلی ویژن نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں پیش کیے جانے والے امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ والے ماحول نے معاشرے میں مادہ پرستی اور راتوں رات امیر بننے کی دوڑ میں اضافہ کیا ہے۔ ٹیلی ویژن معاشرے میں خاموش انقلاب لا رہا ہے۔ معاشرے میں نمائش پسندی ' نمود و ریا ' بڑھ گئی ہے ' تخلیقی سرگرمیاں کم ہو گئی ہیں۔ نئی پود آرام پسند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی روایات سے بھی منہ موڑ رہی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر مختلف معاشروں میں جو تبدیلیاں آرہی ہیں ان میں اسلحہ کی بڑھتی ہوئی مانگ ' منشیات کے کاروبار میں اضافہ۔ غنڈہ گردی کی منظم تربیت ' مار دھاڑ سے بھرپور فلمیں ' کرکٹ کی مقبولیت ' فیشن پرستی

کے رجحان میں اضافہ وغیرہ یہ سب عناصر ناپختہ ذہنوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں لیکن ان سب عناصر میں سب سے زیادہ متاثر کن ٹی وی ہے ۔ کیونکہ ایک شخص جو کچھ دیکھتا' سوچتا اور محسوس کرتا ہے جب یہی محسوسات و خیالات آواز و تصویر کا روپ دھار کر پردہ سکرین پر نمودار ہوتے ہیں تو ان کی اثر پذیری کئی گنا بڑھ جاتی ہے ۔ مختلف سروے رپورٹوں سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ ٹیلی ویژن کے متاثرین میں سب سے اہم طبقہ بچوں کا ہے ۔ کیونکہ بچے بڑی باقاعدگی سے ٹی وی کی نشریات دیکھتے ہیں ۔ چنانچہ یہ خالی الذہن بچے ٹی وی سے پیش کیے جانے والے ماحول' کرداروں' ان کے لباس اور انداز گفتگو سے بے حد متاثر ہوتے ہیں اور عوام زندگی میں انہیں اپنانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

ٹی وی نے بچوں کے تعلیم اور اخلاق پر منفی اثرات چھوڑے ہیں ۔ بچے کارٹون' من گھڑت جھوٹی کہانیاں اور بھوتوں کے ڈرامے بڑے شوق اور تجسس سے دیکھتے اور اثر قبول کرتے ہیں ۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ مسلسل ٹی وی دیکھنے سے بچوں کی نظر پر منفی اثر پڑتا ہے اور اوائل عمری میں انہیں عینک کا سہارا لینا پڑتا ہے ۔

ٹیلی ویژن کے پروگرام رات گئے تک جاری رہتے ہیں ۔ معمول کی نشریات رات بارہ بجے کے بعد ختم ہوتی ہے ۔ اس وجہ سے لوگوں میں سحر خیزی کی عادت ختم ہوتی جارہی ہیں جس کی وجہ سے صحت عامہ پر برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں ۔ غرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کی وسعتوں اور ہمہ جہت کارکردگی نے معاشرے کے مختلف طبقات پر اپنے مختلف اثرات مرتب کیے ہیں ۔

حوالہ جات باب دوم

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر	مصنف / مولف	شائع کردہ	سن اشاعت
1	مبادیات اخبار نویسی	24	فرخندہ ہاشمی	ملک بک ڈپو لاہور	1987
2	صحافت	88	مہدی حسن	استقلال پبلشرز لاہور	1986
3	جدید ابلاغ عامہ	98	مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
4	ABC of Radio Journalism	12	غیث الدین شیخ	مرکزی کتب خانہ۔ لاہور	1981
5	مسلم حکمرانی پسماندگی ابلاغ پر اثرات	62	نجم قطب الدین النجار	ادارہ معارف اسلامی لاہور	1992
6	جدید ابلاغ عامہ	189	مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
7	صحافت	162	"	استقلال پبلشرز لاہور	1986
8	ابلاغ عامہ کے نظریات	12	ڈاکٹر محمد شمس الدین	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
9	ٹیلی ویژن کی صحافت	178	جاوید اقبال پراچہ	علمی کتب خانہ لاہور	1982
10	جدید ابلاغ عامہ	219	مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان۔ اسلام آباد	1990
11	ابلاغ عامہ	67	"	مکتبہ کاروان لاہور	1968
12	"	68	"	"	"

13	Introduction to Mass Communication	16	Edwin Emery, Phillip H. Ault, Warren K. Agee	U.S.A	1978
14	Mass Media and Communication	95	Charles S. Steinberg	New York	1969
15	ابلاغ عام	101	مہدی حسن	مکتبہ کاروان لاہور	1968
16	ابلاغ عامہ کے نظریات	13	ڈاکٹر محمد شمس الدین	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
17	Mass communication Principles practices	109	Marry B Cassata, Molefi K. Asante	U.S.A	1979
18	Mass Media & Communication	447	Charles S. Steinberg	"	1969
19	ابلاغِ عام	73	مہدی حسن	مکتبہ کاروان لاہور	1968
20	روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی		محمد قیوم اعتمادی	۹ جنوری	1987
21	کاروانِ صحافت	109	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	علمی کتاب خانہ لاہور	1986
22	جدید ابلاغ عام	195	مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
23	Press Time	18	Julian Adam, Kenneth Stratton	U.S.A	1986

باب سوم

اسلامی تعلیمات

- لفظ "اسلام" کے معنی
- اسلام کیا ہے؟
- اسلام کے بنیادی عقائد
- اسلام کا تصور عبادت
- ارکان اسلام پر ایک نظر
- اسلام کا معاشرتی نظام
- حوالہ کتب

اسلام کے معنی

اللہ تعالی نے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے انبیاء کرام کے ذریعے جو دین ہم تک پہنچایا اس کا نام اسلام ہے اور اس دین کے ماننے والوں کو مسلمان کہتے ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ان الدین عنداللہ الاسلام ☆(سورۃ عمران ۔۱۹) بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے ۔

"اسلام کا مادہ اشتقاق س۔ل۔م یعنی سلم ہے اسکے لغوی معنی ہیں امن مصالحت و سلامتی اور محفوظ رہنے کے ہیں اس مادے سے لفظ اسلام بنا ہے جس کا مطلب ہے تسلیم کرنا اطاعت کرنا اور جھک جانا گویا اسلام کے معنی ہیں اللہ تعالی کے احکامات کے آگے جھک جانا اس کی ہستی کا اقرار کرنا مذہب اسلام کا نام اسلام اس لیے رکھا گیا ہے کہ ایک انسان کلمہ پڑھنے کے بعد اللہ تعالی کی اطاعت بندگی اور غلامی میں آجاتا ہے اور اللہ تعالی کی ذات وصفات اسکے فرشتوں کتب انبیاء اور یوم آخرت کی حقیقت کو تسلیم کرلیتا ہے ان تمام باتوں پر ایمان لانے کی وجہ سے اسے مسلمان کہا جاتا ہے مسلمان کے لغوی معنی بھی ماننے والا اور اطاعت گزار ہی کے ہیں یعنی اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان اپنی ساری زندگی اللہ تعالی کی بندگی واطاعت میں گزار دے یہی دین اسلام کی پیروی ہے

اسلام کیا ہے؟

اسلام امن وسلامتی کا علم بردار ہے اسلامی تعلیمات وہ ہیں جو رب کائنات نے اپنی آسمانی کتب و صحائف اور انبیاء کرام کے ذریعے عوام الناس تک پہنچائی ہیں تاکہ وہ نیکی وہدایت گمراہی وذلالت کا فرق پہچان سکیں سید ابوالاعلی مودودی فرماتے ہیں "پیغمبرؐ کی تعلیم پر ایمان لانا اور اسکے بتائے ہوئے طریقے پر خدا کی بندگی کرنا اسلام ہے"☆۲

اسلام کے عظیم تصور انسانیت سے ظاہر ہے کہ تمام انسان صاحب عزت و شرف ہیں اور سب کا سلسلہ نسب ایک ہی ماں باپ سے شروع ہوتا ہے چنانچہ کسی کو کسی پر فضیلت و برتری نہیں سوائے تقویٰ علم کے گویا اسلام دنیا کے تمام لوگوں کو ایک عالمگیر برادری قرار دیتا ہے اور معاشرے میں خیر خواہی تعاون امداد اور اشتراک عمل کی تعلیم دیتا ہے اسلام خدا کی ہدایت و رہنمائی کا نام ہے جو اس نے اپنے برگزیدہ بندوں اور آسمانی کتب کے ذریعے عوام الناس کے لیے بھیجی ہے اور جو مکمل صورت میں ہمارے پاس حضرت محمدؐ کے ذریعے سے پہنچی ہے اسلام کا ضابطہ حیات عین فطرت کے اصولوں پر قائم ہے اور یہ ضابطہ حیات زندگی کے ہر شعبے کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے اسلام کے اصول اٹل فطری اور رب کائنات کی طرف سے فراہم کردہ ہیں اسلام زندگی کے ہر پہلو کو ہدایت الٰہی سے منور کرتا ہے خواہ وہ انفرادی پہلو ہو یا اجتماعی پہلو مادی ہو یا روحانی معاشرتی ہو یا سیاسی تعلیمی ہو یا قانونی ملکی ہو یا بین الاقوامی، اسلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون جاری وساری کیا جائے اور یہ کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر زندگی کے ہر گوشے میں خالق حقیقی جل شان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے

اسلام دین فطرت کی حیثیت سے افراد کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ وہ سیرت کردار کی پختگی کے ساتھ اسلامی ریاست کے بہترین شہری بن سکیں درحقیقت اسلام ایک مخصوص طریقہ زندگی کا نام ہے جو عقائد عبادات نظریات اور اقدار پر مشتمل ہے ان عقائد و نظریات پر عمل پیرا ہو کر ہی رب کائنات کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہی ایک مسلمان کی شان ہے درحقیقت اسلام ہی وہ ربانی نظام حیات ہے جو انسان کی اعلیٰ ترین صفات کو ابھار کر سامنے لاتا ہے اور ان کی پرورش کرتا ہے اور اجتماعی طور پر معاشرے میں اخلاقی اقدار کو

اسلام کے بنیادی عقائد

اسلامی عقائد سے مراد وہ اصول ہیں جن پر ایمان لاکر ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے اور ایک مخصوص طرز فکر اختیار کرلیتا ہے اسلام کے بنیادی عقائد درحقیقت دین کی بنیاد ہیں قرآن مجید کہتا ہے کہ " ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملا ئکۃ والنبین ۔(البقرہ ۔۱۷۷)☆۵

ترجمہ :۔ بلکہ نیکی اس شخص کی ہے جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر یوم آخرت پر فرشتوں پر آسمانی کتب پر اور نبیوں پر

لیکن احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تقدیر پر ایمان لانا بھی عقائد میں شامل ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضورؐ سے پوچھا ایمان کیا ہے تو آپؐ نے جواب دیا! ان تومن باللہ وملا ئکتہ وکتبہ ورسلہ ولیوم الاخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ (مسلم کتاب الایمان) ترجمہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان رکھو اس کے فرشتوں پر اس کی کتب پر اس کے رسولوں پر یوم آخرت پر اور تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان رکھو۔ محمد یوسف اصلاحی لکھتے ہیں کہ ۔

" کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پر ایمان لاکر جن باتوں کا اجمالی طور پر اقرار کیا جاتا ہے اپنے ان کو اسلامی عقائد کہتے ہیں اسلامی عقائد چھ ہیں

۱) خدا کی ذات پر ایمان لانا۔

۲) تقدیر پر ایمان لانا

۳) فرشتوں پر ایمان لانا

۴) رسولوں پر ایمان لانا اور ختم نبوت پر یقین رکھنا ۵) آسمانی کتب پر ایمان لانا

۶) آخرت پر ایمان لانا'

یہ چھ اجزا ہیں ان میں باہم بڑا گہرا اور لازمی تعلق ہے کسی ایک کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ سب کو مانا جائے اور کسی ایک کا انکار کرنا گویا سب کا انکار ہے "☆۷

یہ بنیادی عقائد درحقیقت تمام اعمال کی بنیاد ہیں ان عقائد کے بغیر تمام عبادات اور نیکیاں غیر مقبول رہتی ہیں گویا یہ عقائد بیج ہیں اور عمل پھل پھول قرآن پاک نے ان لوگوں کے اعمال کی مثال جو ایمان عقیدہ سے محروم ہیں اس راکھ سے دی ہے جس کو ہوا کے جھونکے اڑا کر فنا کر دیتے ہیں اور ان کا کوئی وجود نہیں رہتا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مثل الذین کفرو بربھم اعمالھم کرماد شتدت بہ الریح فی الیوم عاصف لا یقدرون مما کسبو علی شیء ذالک ھو الضلل البعید (سورۃ ابراہیم۔۱۸) ☆۸

ترجمہ = جنھوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے کاموں کی مثال راکھ کی سی ہے جس پر آندھی والے دن زور کی ہوا چلی وہ اپنے کاموں سے کوئی فائدہ اٹھا سکتے یہی سب سے بڑی گمراہی ہے

۱) توحید

قرآن پاک ہمیں یہ بتاتا ہے کہ توحید کا عقیدہ دین اسلام کی بنیاد اور تمام اسلامی عبادات و عقائد کا مرکزی نقطہ

ہے جب تک انسان خداوند قدوس کی ہستی اس کی ذات وصفات اور حقوق و اختیار اس کو نہ سمجھ لے اس وقت تک وہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر نہیں کر سکتا حضورؐ اور دیگر تمام انبیاء کرام نے سب سے پہلے اور اہم تعلیم جو دی ہے وہ یہی ہے کہ لاالہٰ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ عقیدہ توحید کے مطابق خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ اکیلا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ۔ وہ کائنات کا خالق ومالک اور رازق نگہبان ہے وہ علم وخبیر اور حکیم ہے ۔ وہ عدل کرنے والا ہے اسکی ذات میں کوئی اسکا شریک نہیں وہ سیاسی اور قانونی اقتدار کا سرچشمہ ہے ▪ علم قوت اور دانائی کا منبع ہے نفع ونقصان اور زندگی اور موت اسکے اختیار میں ہے ساری کائنات اسکی محتاج ہے اور وہ واحد اس کائنات کا مالک وکارساز ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

" والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم ○ (البقرہ)☆٩

ترجمہ = اور تمہارا معبود تو وہی خدائے واحد ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے ۔

دنیا کے تمام مذاہب یہودیت عیسائیت اور اسلام میں عقیدہ توحید بنیادی اہمیت کا حامل ہے لیکن اسلام کے سوا باقی مذاہب میں خدا کے تصور کو غیرواضح اور شرک آلودہ کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ان مذاہب کے پیروکار بہت سی ذہنی الجھنوں اور فکری انتشار میں مبتلا ہو چکے ہیں خدا کے بارے میں اسلام کا پیش کردہ تصور بالکل صاف 'واضح اور سیدھا ہے اسلام کا عطا کردہ نظریہ توحید انتہائی جامع مکمل اور آسان فہم ہے قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ تمام جہانوں کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہے زمین و آسمان کی تمام اشیاء بشمول انسان 'جانور فرشتے 'جن اس کی مخلوق ہیں اللہ کے اختیارات میں کوئی اس کا شریک نہیں بیمار تندرستی نفع ونقصان زندگی اور موت عزت اور ذلت اس کے قبضہ

قدرت میں ہیں کائنات کے سارے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں انسان کو چاہیے کہ اپنی حاجتوں کے لیے اس کے آگے ہاتھ پھیلائے اور حاجت کے پورے ہونے پر اسی کا شکر ادا کرے۔ عقیدہ توحید انسانی زندگی میں نظم وضبط اور مقصدیت پیدا کرتا ہے اس عقیدہ سے انسان میں وسعت نظر، وسعت قلب، خودداری، عزم، حوصلہ، اور قناعت و بے نیازی پیدا ہوتی ہے یہ عقیدہ انسانی فکروعمل اور اخلاق وکردار کو سنوارنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

۲) آسمانی کتابوں پر ایمان

اللہ تعالی نے بندوں کو ہدایت ورہنمائی کے لیے بہت سی چھوٹی بڑی کتب اور صحائف نازل کیے ان کتب میں دین ودنیا اور آخرت کے علاوہ عقیدے عبادات اور انفرادی واجتماعی طور پر زندگی گزارنے کا طریقہ اور دیگر خدائی احکامات موجود تھے اللہ تعالی نے یہ آسمانی کتب اپنے نیک بندوں پر نازل کیں تاکہ وہ اپنی قوموں کی رہنمائی کر سکیں تفسیر عمدہ البیان میں ہے کہ

"حضرت آدم علیہ السلام پر ۱۰ صحائف، حضرت شیث علیہ السلام پر ۵۰ صحائف، حضرت ادریس علیہ السلام پر ۳۰ صحائف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ۱۰ صحائف نازل کیے گئے" ☆۱۰۶

اسی طرح چار مشہور آسمانی کتب چار مشہور پیغمبروں پر نازل کی گئیں ان میں عبرانی زبان میں تورات، حضرت موسی علیہ السلام پر، سریانی زبان میں، زبور، حضرت داؤد علیہ السلام پر، آرامی زبان میں انجیل حضرت عیسی

علیہ السلام پر اور عربی زبان میں قرآن مجید حضرت محمدؐ پر نازل ہوا قرآن پاک اسی سلسلے کی آخری اور مکمل کتاب ہے پچھلی تمام کتب کی تعلیمات کی روح قرآن پاک میں موجود ہے دیگر تمام آسمانی کتب کو لوگوں نے بدل ڈالا ہے اور ان میں اپنی طرف سے معنوی اور لفظی تحریف کی گئی ہے ان کے پیروکار یہودی اور عیسائی بھی یہ بات مانتے ہیں کہ ہمارے پاس اصل کتب نہیں ہیں بلکہ موجودہ کتابیں تحریف شدہ و ترمیم شدہ ہیں دوسری کتب کے اصلی نسخے دنیا سے گم ہو گئے ہیں ان کے صرف ترجمے موجود ہیں جبکہ قرآن پاک جن الفاظ میں اترا تھا انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے سید مودودی لکھتے ہیں کہ

"پچھلی کتابوں میں لوگوں نے کلام الٰہی کے ساتھ اپنا کلام بھی ملا دیا ہے ایک ہی کتاب کے نکالے ہوئے شرعی مسئلے بھی ہیں اور یہ سب چیزیں اس طرح گڈمڈ ہیں کہ خدا کے کلام کو ان میں سے الگ چھانٹ لینا ممکن نہیں ہے مگر قرآن میں خالص کلام الٰہی ہمیں ملتا ہے "☆

گذشتہ کتب اور صحائف میں کسی خاص قوم کو مخاطب کیا گیا تھا اور وہ ایک خاص زمانے کے حالات اور ضروریات کے لیے تھیں علاوہ ازیں ان کتب کی زبانیں ایک مدت سے ختم ہو گئی ہیں ان کو بولنے پڑھنے اور سمجھنے والے بہت ہی کم رہ گئے ہیں جبکہ قرآن پاک نہ صرف اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے بلکہ عربی ایک زندہ زبان کی حیثیت سے موجود ہے ہمارے لیے تمام آسمانی صحائف پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن گذشتہ کتب پر ایمان فقط اس حد تک ضروری ہے کہ وہ سچی اور خدا کی طرف سے تھیں جبکہ قرآن مجید پر ایمان اس نوعیت کا ہونا چاہئے کہ یہ خالص کلام اللہ ہے اس کا ہر ہر لفظ محفوظ صحیح اور مبنی حق ہے اور یہ کہ عمل کے لیے آخری کتاب یہی قرآن مجید

ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے

۳) پیغمبروں پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانوں میں مختلف نبی اور رسول لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے بھیجے تاکہ لوگ شیطان کی گمراہی سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر سکیں یہ سلسلہ انبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمدؐ پر مکمل ہو کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا

رسالتؐ کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے رسالتؐ کے معنی ہیں پیغام پہنچانا اور پیغام پہنچانے والے کو رسول کہتے ہیں اسلامی نقطہ نظر سے اس شخص کو رسول کہا جاتا ہے جو وحی الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے احکامات اس کی مخلوق تک پہنچائے قرآن مجید کے مطابق کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی نبی یا رسول نہ آیا ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے

" وان من امته الا خلا فیہا نذیر (فاطر-۲۴)☆☆

ترجمہ = کوئی بھی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا رسول نہ آیا ہو۔ مولانا محمد یوسف اصلاحی رقم طراز ہیں کہ

"رسول ہر دور میں آئے ہر قوم میں آئے ہر ملک میں آئے مسلمان تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں کسی کا انکار نہیں کرتے جن پیغمبروں کے تذکرے قرآن وحدیث میں آئے ہیں ان پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا

پورا پورا احترام کرتے ہیں سارے انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی ان میں کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے حضرت محمدؐ پر نبوت ختم ہوگئی اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا آپؐ خاتم النبیین ہیں "☆۱۳

ہر نبی کی حیثیت شارع، ہادی، داعی، مربی، اور معلم کی ہے جنہوں نے عوام الناس کو کتاب، حکمت اور اخلاق ومعاملات کو سنوارنے کی تعلیم دی اور لوگوں کو توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی ایک روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسانیت کی رہنمائی کے لیے دنیا کی مختلف قوموں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے آخری نبی، حضرت محمدؐ ہیں۔ آپؐ تمام زمانوں اور تمام انسانوں کے لیے مبعوث کیے گئے آپؐ کی تعلیمات نہ صرف آفاقی اور مکمل ہیں بلکہ قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کے لیے کافی ہیں سلسلہ انبیاء درحقیقت رب کائنات کی رحمت وشفقت کا ایک واضح اور بیّن ثبوت ہے اللہ پاک نے کمال مہربانی سے نبیوں کو اپنے احکام دے کر بھیجا تاکہ انسان اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکے اور یہ جان سکے کہ اللہ تعالیٰ نے کن باتوں کا حکم دیا ہے اور کن باتوں سے روکا ہے صدرالدین اصلاحی لکھتے ہیں کہ

"رسالت پر ایمان لانا مومن اور مسلم بننے کے لیے قطعی ضروری ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح دیکھنے کے لیے آنکھوں کی پتلی میں بینائی ضروری ہوتی ہے اگر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ رسالت کی عملی اہمیت اس سے بھی اونچی ہے نہ صرف یہ کہ اس کے بغیر اللہ کے احکام کو نہیں جانا جاسکتا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے بغیر اللہ اور آخرت کو بھی نہیں جانا جاسکتا رسالت ہی وہ ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور آخرت کا صحیح علم عطا کرتا ہے "☆۱۴

عقیدہ رسالت کے مطابق ہر نبی انسان ہی تھا اس کی تعلیم من جانب اللہ تھی اور یہ کہ وہ معصوم عن الخطاء تھا آخری پیغمبر حضرت محمدؐ تھے آپؐ آخری اور مکمل کتاب لے کر آئے اب اللہ کی اطاعت حضرت محمدؐ کی اطاعت کرنے سے ہوگی عقیدہ یہ ہو گا کہ تمام انبیاء رسول برحق تھے اپنے اپنے وقت اور قوم کے لیے مبعوث کئے گئے تھے ان کو ماننے والے تمام مسلمان ہی تھے مگر اب مسلمان صرف وہی کہلائے سکتے ہیں جو آپؐ پر ایمان لائے گا آپؐ پر ایمان لائے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا آپؐ کی تعلیمات مکمل اور جامع ہیں اور قیامت تک ہر دور کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں

۴) فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے فرشتے اللہ کی نورانی اور پاکیزہ مخلوق ہیں یہ ہر لمحہ اللہ کی عبادت وبندگی میں مصروف رہتے ہیں اللہ پاک فرشتوں کے ذریعے اپنی سلطنت کی تدبیر کر رہا ہے تمام فرشتے احکام الٰہی کے پابند ہیں اور اللہ کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کرسکتے فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں یہ آنکھوں سے اوجھل ہیں یہ ہروقت اور ہر لحہ خدا کی حمد وتسبیح میں مصروف رہتے ہیں چار مشہور فرشتوں کے نام یہ ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام حضرت عزرائیل علیہ السلام ۔حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ۔ دو فرشتے ہروقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور اچھے اور برے اعمال نوٹ کرتے رہتے ہیں تمام فرشتے اللہ کی برگزیدہ مخلوق ہیں اللہ پاک نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اپنا کلام پاک حضورؐ پر نازل فرمایا فرشتوں کو

ذاتی اختیار و تصرف نہیں دیا گیا سید مودودی لکھتے ہیں کہ

"فرشتوں کی حقیقت ہم کو نہیں بتائی گئی صرف ان کی صفات بتائی گئی ہیں اور ان کی ہستی پر یقین رکھنے کا حکم دیا گیا ہے ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ کیسے ہیں اور کیسے نہیں ہیں لہٰذا اپنی عقل سے ان کی ذات کے متعلق کوئی بات تراش لینا جہالت ہے اور ان کے وجود سے انکار کرنا کفر ہے کیونکہ انکار کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے"☆☆۱۵

قرآن پاک کے مطابق جب اللہ پاک نے انسان کی تخلیق کی تو حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا فرشتوں کے مقابلے میں انسان کو اللہ پاک نے علم اور زمین میں خلافت عطاء کی الغرض فرشتے خدا کی تابع فرمان مخلوق ہیں ان کا خدائی میں کوئی دخل نہیں ہر وقت خدا کی بندگی و اطاعت و عبادت میں مصروف رہتے ہیں فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے

۵) آخرت پر ایمان

آخرت سے مراد روز حشر پر ایمان لانا ہے اس عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن یہ کاروبار حیات کا سلسلہ ختم ہو جائے گا تمام انسانوں کو دوبارہ اللہ تعالیٰ نئی زندگی عطا کرے گا اور تمام لوگ اپنے اپنے نیک و بد اعمال کے ساتھ اللہ کے حضور پیش ہوں گے جو بندہ اللہ کے احکام اور فرائض بجالائے گا اور مخلوق خدا کی خدمت پر کمر بستہ رہا ہو گا اور اس نے اپنی پوری زندگی فرض شناسی اور خدا خوفی سے گزاری ہو گی وہ بہشت کا حقدار ہو گا اور

جس شخص نے نافرمانی اور معصیت کی زندگی بسر کی ہوگی اسے جہنم میں ڈالا جائے گا ارشاد پاک ہے کہ

" الملک یومئذ للہ یحکم بینھم (حج -۵۶) ☆۱۶

ترجمہ = اس دن بادشاہی صرف اللہ کی ہوگی اور وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا

اس عقیدے کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اس کے بغیر باقی عقائد اور عبادات بے معنی ہو جاتے ہیں کیونکہ آخرت میں جواب دہی کا احساس ہی انسان کو راہ راست پر رکھتا ہے مولانا محمد یوسف اصلاحی لکھتے ہیں کہ

" زندگی بس یہ دنیا کی زندگی نہیں ہے بلکہ موت سے جی اٹھنے کے بعد ایک دوسری زندگی شروع ہوگی جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی اور پھر کبھی کسی کو موت نہ آئے گی یہ زندگی اپنے اپنے اعمال کے مطابق یا نہایت عیش و آرام کی زندگی ہوگی یا انتہائی دکھوں اور تکلیفوں کی زندگی ہوگی اس عقیدے کو عقیدہ آخرت کہتے ہیں " ☆۱۷

اسلامی نقطہ نظر سے یہ دنیاوی زندگی انسان کے لیے درحقیقت دارالامتحان ہے جس میں ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کا امتحان لیا جارہا ہے یہ امتحان اولاد مال و دولت جاہ وحشمت اور اقتدار کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور تکالیف وپریشانیوں غربت وافلاس اور تنگی و بیماری کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے عقیدہ آخرت کی رو سے موت کے ساتھ یہ زندگی ختم نہیں ہوگی بلکہ ایک نئی اور دائمی زندگی کا آغاز ہوگا اور انسان نے جو اعمال بھی کیے ہونگے اللہ پاک ان کا بدل دے گا اس دن کو روز حشر یا روز قیامت کہا جاتا ہے پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ " انسان کی دنیوی زندگی دراصل اس کی آخری زندگی کا مقدمہ ہے یہ زندگی عارضی ہے اور وہ پائیدار ہے یہ ناقص ہے اور وہ کامل تمام اعمال کے پورے پورے نتائج اس عارضی زندگی میں مرتب نہیں ہوتے اور ہر وہ بیج جو یہاں بویا جاتا ہے

اپنے فطری ثمرات کے ساتھ اس ناقص زندگی میں بار آور ہوتا ہے اس نقص کی تکمیل اس دوسری زندگی میں ہو گی

"☆۱۸

عقیدہ آخرت کی اہمیت کے پیش نظر اس عقیدے پر ایمان رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور اس عقیدے کے بغیر اس دنیا میں کسی بھی شخص سے نیکی کی امید رکھی نہیں جاسکتی آخرت کا خوف اور اجر کی توقع انسان کو راہ راست سے بھٹکنے نہیں دیتے جو شخص بھی اخروی زندگی کا معتقد ہو گا اس کی نظر انہی نتائج پر ہو گی جو دوسری زندگی میں ظاہر ہونے والے ہیں چنانچہ وہ اپنے علم و تقوی اور اخلاق و احسان اور ایثار و قربانی کا راستہ اختیار کرے گا تاکہ اپنے رب کی رضا حاصل کر سکے۔ بقول شاعر

ـ ذرا سنبھل کہ کسی کو حساب دینا ہے　　یہ زندگانی کے لیے کہاں کہاں گزرے　　(نعیم صدیقی)

۲) تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان دراصل اللہ تعالی کی ذات اور اس کے اختیارات پر ایمان کا ایک حصہ ہے تقدیر پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ پاک نے پہلے ہی سے ایک "کتاب محفوظ" میں درج کر لیا ہے چونکہ اللہ پاک علم و خبیر ہے اس لیے ہر عمل اور اس کے نتائج کے بارے میں اسے پہلے ہی سے خبر ہے جیسے کوئی ماہر تعمیرات پہلے نقشہ تیار کرتا ہے اور پھر اسے مزدوروں کے حوالے کرتا ہے ماہر کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ عمارت کیسی ہو گی اس کی دیواریں دروازے چھت کیسی ہو گی' رنگ روغن کیسا ہو گا

"تقدیر پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جو خیر و شر بھی ہے یا آئندہ ہونے والا ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہے اور اس کے علم میں ہے کوئی ذرہ خیر و شر اس کے دائرہ علم سے باہر نہیں اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اچھی یا بری تقدیر کا بنانے والا وہی ہے اور انسان کی سعادت و شقاوت کا فیصلہ وہ پہلے ہی کر چکا ہے اور وہ اس کے علم میں ہے"☆☆

بعض لوگ تقدیر کا بہانہ بنا کر عمل سے جی چراتے ہیں حالانکہ اللہ پاک نے انسان کو عقل اور ارادہ و اختیار کی قوتیں عطا کی ہیں انسان کو چاہئے کہ ان سے کام لے اور عملی نتائج کو تقدیر کا لکھا سمجھے اور یقین کرلے کہ بیماری و تندرستی نفع و نقصان اور ہر طرح کا بناؤ بگاڑ اللہ کے قبضے میں ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے کہ

؎ عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

اسلام کا تصور عبادت

اسلامی نقطہ نظر سے سجدہ کرنا رکوع کرنا دعا مانگنا طواف کرنا روزہ رکھنا ' زکوۃ دینا حج کرنا قربانی کرنا سب عبادت ہی کے مختلف روپ ہیں اور ان تمام کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے ایمان کا تقاضا ہے کہ دعا اللہ سے مانگی جائے مدد اسی سے مانگی جائے نذر و نیاز اور قربانی اسی کے لئے ہو اور نفع نقصان کی امید بھی اسی سے رکھی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

" وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریت-۵۶)☆۳۰

ترجمہ = میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

لہٰذا ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ اس بات کو سمجھیں کہ عبادت کیا ہے اور عبادت کا صحیح اور اسلامی تصور کیا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر خدا کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔

۱) عبادت کا ایک تصور وہ ہے جسے جاہلی تصور عبادت کہا جاسکتا ہے اسی تصور کی رو سے عبادت محض پوجاپاٹ اور بتوں کی پرستش تک محدود ہو جاتی ہے چنانچہ دولت ' عزت اور صحت کے بتوں پر نذرانے پیش کئے جاتے ہیں اور دیگر مخصوص مراسم ادا کرنے کو عبادت کا نام دیا جاتا ہے یہ ایک جاہلانہ تصور عبادت ہے جس میں لوگ آگ ' پانی ' سورج اور چاند کی پرستش کرتے تھے۔

۲) عبادت کا دوسرا تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین پر کچھ نائب مقرر کر رکھے ہیں جو نعوذ باللہ خدائی میں شریک ہیں ان برگزیدہ ہستیوں اور نیک نام بزرگوں کی خوشنودی حاصل کی جائے انہیں نذر و نیاز دی جائے ان کے

آگے عاجزی اختیار کی جائے اگر یہ ہستیاں خوش ہو گئیں تو خدا بھی خوش ہو گا اور نجات یقینی ہے خواہ کتنے گناہوں کا انبار ساتھ کیوں نہ ہو ان بزرگوں کی چشم عنایت سے بیڑہ پار ہو جائے گا یہ مشرکانہ تصور عبادت ہے

۳) عبادت کا ایک اور تصور ہے جسے راہبانہ تصور عبادت کہتے ہیں اس کے مطابق عبادت یہ کہ انسان نفسانی خواہشات کو یکسر ترک کر دے دنیاوی معاملات ترک کر دے ار جنگلوں غاروں اور پہاڑوں کی طرف نکل جائے اور نفس کشی اور مراقبوں کے ذریعے اپنی اندرونی قوتوں کو نشوونما دے یہی عبادت ہے ۔ یہ راہبانیت اختیار کرنے والوں کا تصور عبادت ہے ۔

۴) اسلام کا تصور عبادت ایک وسیع جامع اور ہمہ گیر نظریہ عبادت ہے جو دستر خوان سے لے کر میدان جہاد تک پھیلا ہوا ہے اسلام کی نگاہ میں انسان خدائے واحد کا بندہ ہے اللہ پاک نے اسے زمین پر اپنے نائب کی حیثیت دی ہے اسے اختیارات و ذمہ داریاں عطا کی ہیں اس دنیا میں بندے کو اللہ کی مرضی و منشا کے مطابق رہنا ہے اور ساری زندگی اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور نبی کریمؐ کے احکامات کی روشنی میں طے کرنے ہیں زندگی کا ایک ایک لمحہ اگر وہ خدا اور اس کے اصول کی اطاعت میں بسر ہو رہا ہے تو وہ عبادت ہے خواہ وہ سوتا ہو ' جاگتا ہو ' کھاتا پیتا ہو تجارت کرتا ہو گفتگو کرتا ہو یا تعلیم حاصل کرتا ہو اسلام کا تصور عبادت بس اس حد تک محدود نہیں ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھ لی سال میں ایک مرتبہ روزے رکھ لئے اور زندگی میں ایک بار حج کر لیا اسلامی تصور عبادت کے مطابق بیوی بچوں کے ساتھ دوستوں کے ساتھ ہمسائیوں کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا بھی عبادت میں شامل ہے سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ

" دنیا کی زندگی میں ہر وقت ہر معاملہ میں خدا سے خوف کرنا اس کی خوشنودی کو پیش نظر رکھنا اس کے قانون کی پیروی کرنا ہر ایسے فائدے کو ٹھکرا دینا جو اس کی نافرمانی سے حاصل ہوتا ہے اور ہر ایسے نقصان کو گوارا کر لینا جو اس کی فرمانبرداری میں پہنچے یا پہنچنے کا خوف ہو یہ خدا کی عبادت ہے اور اس طریقہ کی زندگی سراسر عبادت ہی عبادت ہے "☆۲۱

اسلام کا مقصد مسلمانوں کو ایسا عبادت گزار بندہ بنانا ہے جس کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات وہدایات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو اسلام کا تصور عبادت مطالبہ کرتا ہے کہ ایک مسلمان اپنی پوری زندگی میں تمام معاملات خدا کے سپرد کر دے اور ہر شعبہ زندگی میں خدائی احکام کی پیروی کرے معاشرتی مسائل ہو یا معاشی تجارتی اصول ہوں یا سیاسی تعلیمی پالیسی ہو یا عدالتی قوانین اگر تمام امور قرآن و سنت کی روشنی میں طے کیے جائیں تو عبادت میں شمار ہو نگے اس مختصر بحث سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام انسان کی پوری زندگی کو عبادت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی لمحہ خدا کی اطاعت وبندگی سے خالی نہ رہے اور وہ ہر وقت خدا کا بندہ و غلام بن کر رہے لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں ہے اس کے لئے زبردست تربیت ' مضبوط کردار اور اعلیٰ سیرت واخلاق کی ضرورت ہے چنانچہ یہ اعلیٰ اوصاف پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کے اقرار کے بعد ایک مسلمان پر جو عبادات فرض کی ہیں ان میں نماز روزہ زکواۃ اور حج شامل ہیں انہیں ارکان اسلام کہا جاتا ہے اور اسلامی طرز زندگی کی عمارت انہی ستونوں پر قائم ہوتی ہے یہ تمام عبادات ایک مسلمان کے اندر اطاعت مساوات پاکیزگی' تقویٰ ' شرافت اور ایثار و قربانی کے جذبات پیدا کرتی ہیں جن سے بندہ اپنے مالک و خالق کے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ " آنحضرتؐ نے عبادت کا جو مفہوم دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس میں پہلی چیز دل کی نیت اور اخلاص ہے اگر تم شہرت کے لیے کسی کو لاکھوں دے ڈالو تو وہ عبادت نہیں لیکن خدا کی رضا جوئی اور اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے چند کوڑیاں بھی کسی کو دو تو یہ بڑی عبادت ہے پہلے عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ عبادت صرف چند ان مخصوص اعمال کا نام ہے جن کو انسان خدا کے لیے کرتا ہے مثلاً نماز دعا قربانی لیکن محمد رسولؐ کی تعلیم نے اس تنگ دائرہ کو بے حد وسیع کر دیا اس تعلیم کی رو سے ہر وہ نیک کام جو خاص خدا کے لیے اور اسکی مخلوقات کے فائدے کے لیے ہو اور جس کو صرف خدا کی خوشنودی کے لیے کیا جائے عبادت ہے "☆☆۲۲

اجتماعی طور پر جب اسلامی تعلیمات اور عقائد و نظریات مسلمانوں کے دلوں میں راسخ ہو جاتے ہیں تو ایک مخصوص تمدن پروان چڑھنے لگتا ہے اس لیے کہ زندگی کے ہر شعبے میں دین اسلام رہنمائی کرتا ہے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ " ہندو اور غیر مسلم کا دین صرف مندر اور معبد میں اس سے چپک جاتا ہے لیکن مسلمانوں کا دین ہر وقت اس کے ساتھ ہے مسجد میں گھر میں دکان میں کھیتی باڑی میں لین دین میں سیاست میں حکومت میں معیشت میں اور تہذیب و تمدن میں غرض کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں خدا کا دین سائے کی طرح مسلمان کے ساتھ نہ ہو "☆☆۲۳

ایک مسلمان جب ایمان لے آتا ہے تو اس کا طرز فکر بدل جاتا ہے وہ اس کائنات کی تخلیق و مقصد نظام روز شب اور دنیوی اور اخروی زندگی کے بارے مخصوص سوچ اپنا لیتا ہے اور یہ سوچ اور نظریہ اس کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اور وہ ہر کام میں رب کائنات کی مرضی و منشا کو ملحوظ رکھتا ہے دین اسلام نے عبادت کو رسمی

عبادات و فرائض تک محدود نہیں کیا بلکہ مخلوق خدا کی خدمت والدین ' اولاد ' پڑوسیوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک یتیموں بیماروں اور محتاجوں کی حاجت روائی کو بھی عبادت سے تعبیر کیا ہے غرض اسلام کا تصور عبادت دیگر مذاہب کے نظریہ ہائے عبادت سے یکسر مختلف ہے اس تصور عبادت میں مسلمان کی پوری زندگی خدا کی عبادت اور اطاعت میں رنگی ہوئی ہے ۔

قل ان الصلاتی و نسکی ومحیای و مماتی للّٰہ رب العلمین لا شریک لہ و بذالک امرت وانا اول المسلمین

(الانعام ۱۶۳ ـ ۱۶۲) ☆۲۲

ترجمہ = کہو میری نماز میرے تمام مراسم عبودیت میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا حکم مجھے دیا گیا اور میں سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا ہوں "

ارکان اسلام پر ایک نظر

نبی کریمؐ کا ارشاد پاک ہے کہ ۔

بنی الاسلام علی خمس شہادت ان لا الہ اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان ۔

(بخاری ج اول ۔ کتاب الایمان) ۲۵☆

ترجمہ = اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہوئی ہے اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

کوئی بھی عمارت ہو وہ اپنی بنیادوں پر قائم رہ سکتی ہے چنانچہ ضروری ہے کہ اسکی بنیاد اور ستون مضبوط ہوں اسلام کی مثال بھی ایک عالیشان عمارت کی سی ہے جو پانچ ستونوں Pillars پر قائم ہے ان کو ارکان اسلام کہتے ہیں یعنی کلمہ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ تمام ارکان اسلام تمام مسلمانوں پر اجتماعی طور پر فرض کئے گئے ہیں ان اعمال کو انجام دئے بغیر دین کی دوسری ہدایات پر عمل بے سود ہو گا یہی وجہ ہے کہ ان اعمال کی بجاآوری کو اسلام کہا گیا ہے گویا ایمان کی مثال بیج کی سی ہے ارکان تنے کی حیثیت رکھتے ہیں اور اعمال پھل پھول ہیں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ارکان اسلام کی حیثیت سے اچھی طرح واقف ہو اور ان کے احکام اور پابنداری کا خیال رکھے تاکہ اسلام کی عظیم الشان عمارت اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ قائم رہے مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان کیونکہ کلمہ طیبہ کا اقرار کرے کلمہ اسلام کا پہلا رکن ہے

اقرار کلمہ طیبہ

کلمہ طیبہ کے الفاظ ہیں لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ۔

یہ مختصر سا کلمہ نہ صرف اللہ تعالیٰ سے ایک وعدہ و پیمان ہے بلکہ یہ دین وایمان کی جڑ ہے اس کلمہ کی جامعیت ہمہ گیریت اور وسعت پوری انسانی زندگی پر چھائی رہتی ہے اسی کلمہ کی روشنی میں انسان اپنے انفرادی واجتماعی معاملات طے کرتا ہے یہ کلمہ مسلمانوں کی فکری اور عملی قوتوں کو ایک خاص راہ پر ڈال دیتا ہے اس کلمہ کے اقرار واعلان سے ایک مسلمان کائنات کے واحد خالق ومالک کا بندہ وغلام بن جاتا ہے اور اپنی زندگی خدا کے احکامات اور بندگی میں گزارتا ہے۔

کلمہ طیبہ اسلامی عقائد کی اساس ہے کلمہ کے دو اجزا ہیں پہلے جزو میں ایک مسلمان رب کائنات کی ذات وصفات اور وحدانیت پر ایمان لاتا ہے اور دوسرے جزو میں آخرالزمان حضرت محمدؐ کی رسالت آخر پر ایمان لاکر آپ کی ہدایات وتعلیمات سے مستفید ہوتا ہے اس کلمہ کا اعجاز یہ ہے کہ کلمہ پڑھتے ہی ایک مسلمان بلاقید رنگ ونسل علاقہ زبان ایک عالمگیر برادری کا رکن بن جاتا ہے۔

کلمہ طیبہ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ مسلمان صرف ایک اللہ کی عبادت کرے اور اس کی ذات وصفات اور اختیارات میں کسی کو شریک نہ کرے اسی سے مانگے جس کے سب محتاج ہیں وہی ساری کائنات اور تمام انسانوں کا خالق اور رازق ہے کائنات کے سارے انتظامات اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں مسلمان کو چاہیے کہ اپنی حاجتوں کے لیے اس کے آگے ہاتھ پھیلائے اور ہر شے کے حصول پر اس کا شکر ادا کرے کیونکہ وہ علم ودانائی کا سرچشمہ

ہے وہ حاکم نہیں بلکہ وہ حاکموں کا حکم ہے سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے کائنات کی ہر شے اس کی تعریف و تحسین کر رہی ہے کلمہ طیبہ کا اقرار انسان کو ایک خاص نقطہ نظر اور مخصوص طرز زندگی عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش انعام اور رحمت کی امید رکھتا ہے

نماز

عربی میں نماز کو صلوۃ کہتے ہیں صلوۃ کے لغوی معنی کسی کی طرف رخ کرنا پڑھنا دعا کرنا کے ہیں قرآن کی اصطلاح میں نماز کے معنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنا متوجہ ہونا اس سے دعا کرنا وغیرہ اگرچہ نماز اسلام کا دوسرا ستون نے لیکن عملی ارکان میں یہ سرفہرست ہے کیونکہ نماز ایمان کا پہلا عملی مظہر ہے اسلام کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو صرف عقائد ہی نہیں دیتا بلکہ ان کی زندگی کو عقائد کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے عبادات کا منظم اور مربوط نظام بھی فراہم کرتا ہے نماز ایک مسلمان کی روحانی و اخلاقی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے یہ نہ صرف بے حیائی و بے شرمی سے روکتی ہے بلکہ ایک مسلمان کو وقت کا پابند 'پاکباز اور متقی بھی بناتی ہے نماز کی ادائیگی سے بندہ میں عاجزی و انکساری پیدا ہوتی ہے صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں کہ

"مومن کا ہر کام اللہ کی بندگی کا کام ہوتا ہے مگر نماز جیسی بندگی کی شان کسی کام میں نہیں ہوتی اس کا باطن ہی نہیں ظاہر بھی سراپا بندگی ہوتا ہے نماز کی ہیئتوں کو دیکھئے اور اس کی دعاؤں تسبیحوں قراتوں پر غور کیجئے عاجزی و سرافگندگی کے اظہار کی کوئی ممکن شکل نہیں جو نماز کے ظاہر اور اس کے باطن میں موجود نہ ہو" ☆۲۶

ارشاد باری تعالیٰ ہے واقیمو وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین (الاعراف

۲۹۔)☆۲۷

ترجمہ = اور ہر نماز میں اپنا رخ ٹھیک خدا کی طرف رکھو اور مخلصانہ اطاعت کے ساتھ اس کو پکارو۔

حدیث پاک ہے کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ خدا سے مناجات کرتا ہے (بخاری) نماز پورے دین کی عملی بنیاد ہے قرآن پاک میں تمام عبادتوں سے زیادہ نماز کی تاکید آئی ہے اور اس کی اقامت پر بہت زور دیا گیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص پابندی سے نماز پڑھے گا قیامت کے دن وہ نماز اس کے لیے نور اور ایمان کی دلیل ہوگی اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی (مسند احمد بیہقی)

نماز نہ صرف مجلسی مساوات کا درس دیتی ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کی مظہر بھی ہے مسلمانوں کے لئے دن میں پانچ مرتبہ پابندی وقت کے ساتھ ادائیگی نماز کا حکم ہے اس میں فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت یاد رہے اور انسان اللہ کا بندہ وغلام بن کر رہے فی نفسہ نماز اپنے اندر بے شمار فوائد رکھتی ہے نماز سے انسان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور اس میں احساس ذمہ داری اور فرض شناسی بڑھ جاتا ہے اطاعت امیر ضبط نفس اور قوت ارادی پیدا ہوتی ہے ان اعلیٰ اوصاف سے وہ معاشرے کا بہترین شہری اچھا ہمسایہ اچھا دوست اور اچھا رشتے دار بن جاتا ہے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ پورے دینی شعور اور خشوع خضوع سے نماز ادا کرے ارشاد باری تعالیٰ ہے "ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر"

ترجمہ = بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے منع کرتی ہے

روزہ

عربی زبان میں روزے کو صوم کہتے ہیں صوم کے معنی رک جانے کے ہیں اسلام کی اصطلاح میں روزے سے مراد صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور جنسی ملاپ سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے روزہ اسلام کا تیسرا اور اہم رکن ہے اسلام نے ہر بالغ مرد اور عورت پر روزہ فرض کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" یاایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام کماکتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون" (البقرہ ۱۸۳)☆۲۸۔

ترجمہ = اے ایمان والو تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر روزے فرض تھے تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو۔

روزہ ایک مسلمان کو خدا کے قریب کر دیتا ہے کیونکہ دیگر عبادات ' نماز' زکواۃ اور حج نظر آنے والی عبادات ہیں جب کہ روزہ مخفی عبادت ہے یہ تعلق باللہ اور تقوی کا سرچشمہ ہے مولانا صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں کہ " کسی عبادت میں ریاء کا نہ ہونا اس بات کی سب سے بڑی ضمانت ہے کہ وہ بندے کو خدا سے قریب کرنے والی ہے اور یہ کہ ایسی عبادت سے زیادہ تقوی کا قابل اعتماد سرچشمہ اور کوئی نہیں ہو سکتا" ☆۲۹

حدیث مبارکہ ہے کہ الصوم الجنتہ (المسلم جلد اول باب فضل الصیام) ☆۳۰۔

ترجمہ = روزہ (دنیا میں گناہوں سے اور آخرت میں جہنم سے بچانے والی) ڈھال ہے۔

روزہ کو نفس انسانی کی تربیت اور تزکیہ قلوب میں خصوصی مقام حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ روزہ تمام انبیاء

کی شریعتوں میں فرض رہا ہے روزے کی غرض وغایت ہی یہی ہے کہ انسان میں صبرو تحمل اور برداشت پیدا ہو ثریا عندلیب لکھتی ہیں کہ "اسلام جس باہمی محبت باہمی اخوت واشتراک پر مبنی پاک صاف زندگی کا تصور دیتا ہے روزہ اس تصور کو عمل میں لانے کا سبب بنتا ہے روزہ رکھ کر اپنے سرکش جذبات کو لگام دینے کی تربیت ملتی ہے روزہ سے انسانی ذات میں ہمت وحوصلہ اور ثبات واستقامت کے جوہر پیدا ہوتے ہیں روزہ سکھاتا ہے کہ جو شخص اپنے ایمان کے تقاضے کے تحت حلال اور طیب چیزوں سے پرہیز کرتا ہے وہ حرام اور ناجائز چیزوں کی طرف کبھی نگاہ نہیں اٹھا سکتا" ☆۳۱

روزہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ یقین پیدا کرتا ہے آخرت کی زندگی اور خدا کی عدالت میں جوابدہی احساس گہرا ہوتا ہے۔ روزہ امراء میں غریب لوگوں کے احساس محرومی وغربت کا احساس پیدا کرتا ہے۔ روزے سے انسان میں مصائب کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خواہشات نفس کو روکنے اور دبانے کی تربیت ملتی ہے روزے کے عظیم مقاصد اسی وقت حاصل ہوتے ہیں، جب پورے احساس و شعور کے ساتھ روزہ رکھا جائے۔

زکواۃ

زکواۃ اسلام کا چوتھا عظیم رکن ہے دین میں نماز کے بعد زکواۃ ہی کا مرتبہ ومقام ہے چنانچہ قرآن پاک میں بار بار نماز اور زکواۃ کا تذکرہ یکجا طور پر کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ان الذین امنو وعملو الصلحت واقامو الصلوۃ واتو الزکواۃ لھم اجرھم عند ربھم۔

(البقرہ۔۔۔۲۷۷)☆۳۲

ترجمہ = بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہو گا زکوٰۃ کے معنی ہیں پاک ہونا' بڑھنا' نشوونما پانا' زکوٰۃ مالی عبادت ہے یعنی ہر صاحب نصاب مسلمان اپنے مال میں سے (نقد رقم' سونا' چاندی' وغیرہ) شریعت کی مقرر کی ہوئی مقدار ان افراد کے لیے نکالے جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک ہوتا ہے اور اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے اس میں برکت عطا فرماتا ہے زکوٰۃ سے غریب و نادار لوگوں کی مدد ہوتی ہے امراء میں غریبوں کے لیے ہمدردی اور خیر سگالی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے بخل اور کنجوسی ختم ہو جاتی ہے اسلام چونکہ ایک تصوراتی نہیں بلکہ عملی مذہب ہے اس لیے اس نے معاشرے میں کمزور غریب اور پسے ہوئے طبقوں کے لیے زکوٰۃ کی تقسیم کا نظام (system) فراہم کیا ہے تاکہ صاحب استطاعت مسلمان راہ خدا میں جو کچھ خرچ کریں وہ منظم انداز میں غرباء ومساکین تک پہنچ جائے حاجی یعقوب شاہ لکھتے ہیں کہ

" اسلام نے از روئے قانون طے کیا ہے کہ تمام جمع شدہ دولت اور تجارتی سرمائے پر ڈھائی فیصدی سالانہ کے حساب سے زکوٰۃ وصول کی جائے تمام زرعی زمینوں کی پیداوار کا دس فیصدی حصہ لیا جائے اور تمام سرمایہ غریبوں' یتیموں' بے سہارا بوڑھوں' معذوروں' بے روزگاروں' بیماروں اور دوسرے ہر طرح کے محتاجوں کی مدد کے لیے استعمال کیا جائے "☆۳۳

زکوٰۃ اسلام کے مالیاتی نظام (Financial System) کا محور ہے یہ اسلام کے نظام معیشت میں اہم کردار ادا

کرتی ہے زکوٰۃ سے معاشی ناانصافیوں کا خاتمہ ہوتا ہے جس سے معاشرے میں خوشحالی آتی ہے اور بھائی چارہ اور اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا ہوتی ہے زکوٰۃ انکم ٹیکس نہیں ہے مالی عبادت اور اہم فریضہ ہے جو گزشتہ آسمانی مذاہب میں بھی فرض رہا تھا زکوٰۃ کی اتنی اہمیت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا ہے زکوٰۃ کی ادائیگی سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے بلکہ انسان کی ذاتی اصلاح اور تزکیہ نفس بھی ہوتا ہے انسان کے دل سے مادی کثافتیں اور دنیاوی محبتیں ختم ہوتی ہیں اور قلب و روح میں ایک تازگی 'اطمینان اور پاکیزگی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں زکوٰۃ کو دین اسلام میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے قرآن پاک میں ۳۲ مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ حکم آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا نظام پورے معاشرے کے لیے رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے یہ نظام پورے معاشرے کو تنگ دلی' خود غرضی' [redacted] اور حسد جیسے جذبات سے پاک کر کے اس میں تعاون خیر خواہی ' ایثار و قربانی اور احسان کے پاکیزہ جذبات پروان چڑھاتا ہے اور یوں معاشرہ امن و انصاف کی منہ بولتی تصویر بن جاتا ہے۔

حج

حج اسلام کا پانچواں اہم رکن ہے حج کے لغوی معنی ہیں زیارت کا ارادہ کرنا شریعت کی اصطلاح میں حج کو حج اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ایک مسلمان کعبتہ اللہ کی زیارت کا عزم کرتا ہے حج ہر اس بالغ مسلمان عورت و مرد پر فرض ہے جو کے تک آنے جانے کی قدرت رکھتا ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

" وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا و من کفر فان اللّٰہ غنی عن العلمین (آل عمران

سورۃ آل عمران: ۹۷) ۳۴☆

ترجمہ = اور لوگوں پر یہ اللہ کا حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچ سکتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جس نے کفر کی روش اختیار کی تو وہ جان لے کہ اللہ سارے اہل جہان سے بے نیاز ہے۔

اسلامی عبادات دو قسم کی ہیں ایک بدنی عبادات مثلاً نماز روزہ وغیرہ اور دوسرے مالی عبادات جیسے صدقہ وخیرات اور زکواۃ وغیرہ حج کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہ مالی عبادت بھی ہے اور بدنی بھی حج کی اصل غرض وغایت یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک بین الاقوامی اجتماع ہو تاکہ مختلف ممالک سے آئے ہوئے مسلمان کو بلاتمیز رنگ و نسل یہ احساس ہو کہ وہ ایک عالمگیر برادری امت مسلمہ کا رکن ہے حج کے بارے میں محمد یوسف اصلاحی لکھتے ہیں کہ

"حج کی حقیقت دراصل یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کامل طور پر اپنے رب کے حوالے کردے اور مسلم حنیف بن جائے حج کی سعادت درحقیقت خدا کی طرف سے اس بات کی توفیق ہے کہ اصلاح حال کی تمام مستند کوششوں کے باوجود بندے کی زندگی میں جو بھی کھوٹ اور نقصان رہ جائے وہ ارکان حج اور مقامات حج کی برکت سے دور ہو جائے" ☆۳۵

خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی آپ نے کفر و شرک کے بھرے ہوئے ماحول میں توحید خالص کا اعلان کیا اور ایسا مرکز تعمیر کیا کہ رہتی دنیا تک انسانیت کو اس سے توحید کا پیغام ملتا رہے اسی تاریخ کو تازہ کرنے کے لیے ہر سال لاکھوں حجاج کبھی بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں کبھی صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر سعی کرتے ہیں

کبھی عرفات میں کھڑے ہو کر اپنے خدا سے مناجات کرتے ہیں کبھی جانور ذبح کر کے سنت ابراہیمی ادا کرتے ہیں اور صبح شام یہی صدا سنائی دیتی ہے کہ

"لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک"

ترجمہ = میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرے حضور حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں درحقیقت حمد و شکر کا مستحق تو ہے احسان وانعام تیرا کام ہے اقتدار تیرا ہی حق ہے اور تیرے اقتدار میں کوئی شریک نہیں۔

جسمانی مشقت روحانی تربیت اور عملی مساوات کا عظیم شاہکار حج ہے 'ایک وقت 'ایک جگہ اور ایک لباس میں ملبوس حاجی خدا کی فوج معلوم ہوتے ہیں حج مسلمانوں میں رنگ و نسل علاقہ و خاندان اور قوم 'وطن و زبان کے امتیازات ختم کر دیتا ہے حج کے اس طرح پورے اجتماع سے ایک امت واحد کا تصور ابھاگر ہوتا ہے جو محض ایک اصول حیات کو اپنا لینے کا نتیجہ ہے اس عالم گیر اجتماع میں مختلف اسلامی ممالک مسلمانوں کے کئی عالمی مسائل کو ایک جگہ بیٹھ کر حل کر سکتے ہیں اور اشاعت دین میں بڑی مدد مل سکتی ہے اگر مسلم ممالک چاہیں تو اپنے بہت سے علاقائی' معاشی' تجارتی' اور تعلیمی مسائل حج کے موقع پر حل کر سکتے ہیں

اسلام کا معاشرتی نظام

معاشرہ کے معنی ہیں مل جل کے رہنا اور اکٹھے زندگی بسر کرنا گویا معاشرے سے مراد کسی علاقہ کے لوگوں کا ایسا طرز عمل ہے جس میں خاندان اور شہری تعلقات قائم ہوں دنیا کا ہر معاشرہ اپنی مخصوص ثقافت ۔ روایات اور عقائد و نظریات رکھتا ہے اسلام چونکہ ایک عقلی اور فطری مذہب ہے اس لیے اسلام کا قائم کردہ معاشرہ بھی اپنے علیحدہ معاشی قانونی ' اخلاقی اور معاشرتی نظریات کا حامل معاشرہ ہے اسلام کا نظام معاشرت مسجد سے لے کر بازار تک مذہبی شعائر سے لے کر تجارتی لین دین تک عبادت سے لے کر سیاست تک غرض باہمی تعلقات سے عالمی تعلقات تک افراد کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ ان کی زندگی کے ہر شعبے میں فکر و عمل کے اعتبار سے یک رنگی پائی جائے ایک مقصدی ترتیب ہو معاشرے میں اسلامی ذہن پیدا ہو اور یہ تربیت عام شہری کو گھر مسجد اور سکول میں فراہم کی جاتی ہے تاکہ اخلاقی تربیت حاصل کر کے اچھی عادات و خصائل کے حامل افراد تیار ہوں جو معاشرے کے لیے خیر و برکت کا سبب بن سکیں ۔ اسلام ہماری اجتماعی زندگی کو ان عظیم اصولوں پر قائم کرنا چاہتا ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے عطا کئے ہیں یہی اصول معاشرے میں امن و سلامتی اور عدل و انصاف کے ضامن ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

" فاتقو اللّٰہ واصلحو ذات بینکم واطیعو اللّٰہ ورسولہ ان کنتم مومنین (سورۃ الانفال–۱) ☆٣٦

ترجمہ = پس تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں تعلقات درست رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو ۔

اس آیت میں اسلامی معاشرے کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے اور تین اصول بتا کر یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ معاشرے میں خیروفلاح کس طرح پیدا ہو سکتی ہے (۱) اللہ سے ڈرتے رہو (۲) آپس میں صلح محبت سے رہو (۳) قرآن وسنت کی پیروی کر۔ انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ عرب کا جاہل معاشرہ مہذب بن گیا جہاں شراب ' زنا عام تھا خاندانی دشمنیاں پروان چڑھ رہی تھیں معصوم بچیوں کو پیدا ہوتے ہی دفنا دیا جاتا تھا جب ایسے معاشرے میں نبی رحمت' تشریف لائے اور آپ' نے قرآنی تعلیمات کی دعوت دی تو یہی معاشرہ ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں دنیا بھر کے لیے ایک عملی نمونہ بن گیا جہاں پر ہر طرف علم واخلاق ' مساوات خدا خوفی ایثار احسان امانت ودیانت اور عدل وانصاف کا سمندر موجزن تھا ارشادباری تعالیٰ ہے کہ

"یایھاالناس اتقو ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھازوجھاوبث منھما رجالا کثیرا ونسا"

ترجمہ = لوگو! اپنے رب سے ڈرو وہ رب جس نے تمھیں ایکی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا پھران دونوں کی نسل سے مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد دنیا میں پھیلا دی ☆☆۲۷

اسلام کا معاشرتی نظام مساوات پر مبنی ہے خدائے پاک نے انسانوں کو ایک انسانی جوڑے سے پیدا کیا پھر اس جوڑے سے نسلیں اور قومیں آباد ہوئیں پھران کے قبیلے زبانیں لباس اور رہن سہن کے طریقے الگ ہوئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں ان میں رنگ ونسل اور علاقہ و زبان کی بنیاد پر کوئی تفاخر نہیں ہو سکتا اللہ کے نزدیک محبوب و محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے آپ' نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر اور

کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں نہ ہی کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے تمھارے درمیان اگر کوئی عزت والا ہے تو بس وہ جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے اسلام کے نظام معاشرت کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانوں کے باہمی حقوق فرائض کا ایک مکمل ضابطہ بھی فراہم کرتا ہے اس میں میاں بیوی کے حقوق اولاد کے حقوق والدین کے حقوق رشتہ داروں کے حقوق پڑوسیوں اور محلے داروں کے حقوق شہریوں کے حقوق غیر مسلموں کے حقوق حتی کہ جانوروں اور درختوں پودوں کے حقوق تک متعین کر دیئے گئے ہیں اسلام نے معاشرے میں انسانی تعلقات کی ترقی اور بہتری کے لیے کچھ مستقل ادارے قائم کئے ہیں جن کا مطالعہ بے حد ضروری ہے کیونکہ ان چھوٹے چھوٹے اداروں سے مل کر ہی معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور ان کی مضبوطی واستحکام سے معاشرے میں توانائی پیدا ہوتی ہے

۱) <u>خاندان</u> خاندان عورت اور مرد کے رشتہ نکاح میں بندھ جانے سے وجود میں آتا ہے اسلام نکاح کی شرط عائد کرتا ہے تاکہ میاں بیوی ذمہ دارانہ زندگی بسر کریں اور ایک دوسرے کے حقوق وفرائض ادا کریں خاندان کا ادارہ انسانی معاشرت کا اولین اور بنیادی ادارہ ہے پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ

" اسلام کے معاشرتی نظام میں خاندان کو بڑی اہمیت حاصل ہے خاندان کی بنیاد ایک مرد اور عورت کی باہمی رفاقت سے وجود میں آتی ہے اور ان ہی دو انسانوں سے مل کر بننے والا چھوٹا سا اجتماعی دائرہ انسان کی تمدنی زندگی کی سب سے پہلی کڑی ہے نیز خاندان ہی وہ ادارہ ہے جس میں ایک نسل اپنے بعد آنے والی نسل کو انسانی تمدن کی

وسیع خدمات سنبھالنے کے لیے نہایت نہایت ایثار دل سوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تیار کرتی ہے گویا یہ ادارہ تربیت گاہ ہے جہاں سے اسلام اچھے انسان تیار کرنا چاہتا ہے "☆☆۳۸

خاندان ایک چھوٹی سی ریاست ہوتا ہے جس میں باپ کو سربراہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے بچوں کو اچھی تعلیم و تربیت دینا والد کی ذمہ داری ہے تاکہ وہ ملک و ملت کے لیے بہترین افراد ثابت ہوں ماں کا فرض ہے کہ وہ شوہر کی کمائی کو ضائع نہ کرے بچوں کی نگہداشت اسلامی طریقے سے کرے ان میں اعلیٰ اخلاقی صفات پیدا کرے تاکہ وہ زندگی میں جو کام کریں ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے کریں درحقیقت گھریلو ذمہ داریوں سے صحیح طور پر عہدہ برا ہونا ہی وہ بنیاد ہے جس پر باقی زندگی کی عمارت قائم ہوتی ہے جو شخص اپنے گھر والوں سے حسن سلوک کرتا ہے گھر کے باہر بھی اس سے اسی محبت اور نیک سلوک کی توقع رکھی جاسکتی ہے خاندان کے تمام افراد میاں بیوی اور بچے آپس میں گویا ایک جان ہوتے ہیں ایک کوئی تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو باقی سب پریشان ہو جاتے ہیں اور خوشی کی بات ہو تو پھر بھی سب مل کر حصہ لیتے ہیں یوں خاندان کے افراد قریب سے قریب تر ہو جاتے ہیں ان میں ایک دوسرے کے لیے ہمدردی تعاون اور محبت و شفقت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو آگے چل کر خوشحال معاشرے کے لیے سود مند ثابت ہوتے ہیں

۲) **رشتہ دار** اسلام کے نظام معاشرت میں خاندان کے بعد قرابت داروں یا رشتہ داروں کا ادارہ ہے یہ کافی وسیع ادارہ ہے اس میں جو لوگ بیوی اور شوہر کے تعلق سے یا بھائی بہنوں کے تعلق سے یا سسرالی تعلق سے

ایک دوسرے کے قرابت دار ہوں اسلام ان سب کو ایک دوسرے کا ہمدرد اور غمگسار دیکھنا چاہتا ہے ارشاد باری

تعالیٰ ہے کہ

"واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ و بالوالدین احسانا وذی القربی - (البقرہ - ۸۳) ☆۲۹

ترجمہ = اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین

کے ساتھ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو صلہ رحمی یعنی قرابت کا حق ادا نہیں کرتا وہ جنت

میں داخل نہ ہوگا (بخاری مسلم) ☆۳۰

قرابت داروں کا صرف اتنا حق نہیں کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے ان کے غم اور خوشی میں شرکت

کی جائے بلکہ ہر صاحب استطاعت کا فرض ہے کہ اپنے مال ودولت میں غریب رشتہ داروں کو بھی شریک کرے

انہیں معاشی بدحالی اور عسرت میں تنہا نہ چھوڑے اسلام کے نزدیک ہر غریب کا پہلا حق اس کے خاندان کے امیر

اور خوشحال لوگوں پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کی مالی امداد کریں اسلام تمام رشتہ داروں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا

کرنے کی تلقین کرتا ہے تاکہ معاشرے میں باہمی محبت و رواداری کو فروغ ملے۔

۳) **ہمسایہ** ہمسایہ اور پڑوسی وہ لوگ ہیں جو گلی محلوں میں ایک دوسرے کے قریب رہتے ہیں اسلام

کے نظام معاشرت میں ہمسایہ کی بہت قدرومنزلت ہے قرآن کی رو سے ہمسایہ کی تین قسمیں ہیں (۱) رشتہ دار

ہمسایہ (۲) اجنبی ہمسایہ (۳) عارضی ہمسایہ یہ سب ہمسائے ہمدردی ' محبت اور نیک سلوک کے مستحق ہیں دکھ سکھ اور دیگر کاموں میں سب سے پہلے ہمسایہ ہی کام آتا ہے بعض اوقات رشتہ داروں سے زیادہ جلدی کام آنے والے ہمسایہ ہی ہوتے ہیں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ

" اسلام ان سب کو جو ایک دوسرے کے پڑوسی ہوں آپس میں ہمدرد ' مددگار اور شریک رنج وراحت دیکھنا چاہتا ہے ان کے درمیان ایسے تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے کہ وہ سب ایک دوسرے پر بھروسہ کریں اور ایک دوسرے کے پہلو میں اپنی جان ومال و آبرو کو محفوظ سمجھیں " ☆۳۱

ہمسایہ سے متعلق نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے ہمسایہ کے حقوق کی اتنی تاکید کی گئی کہ میں خیال کرنے لگا کہ شاید اب اسے بھی وراثت میں حصہ دار بنایا جائے گا اسی طرح ایک اور مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو اسلام کے نظام معاشرت میں کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی عبادت گزار کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ مل جل کر نہیں رہتا لوگوں سے نیک برتاؤ نہیں کرتا تو وہ اسلام کے نزدیک برا شخص ہے پڑوسی چونکہ ہر وقت قریب رہتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بچوں کو اپنا سمجھا جائے کھانے پینے کی اشیاء میں انہیں شریک کیا جائے اور چھوٹے چھوٹے جھگڑوں پر صبروضبط سے کام لیا جائے۔

۴) **مسجد** اسلام کے معاشرتی نظام میں مسجد کو ایک اہم ادارے کی حیثیت حاصل ہے اسلام معاشرتی اصلاح کا کام مسجد ہی سے سرانجام پاتا ہے مسجد ہی وہ ادارہ جس سے معاشرے کے افراد ' تنظیم ' مساوات پابندی

وقت احساس و ذمہ داری اور مذہبی تعلیم سیکھتے ہیں ' سماجی برائیوں کے خاتمے اور نیکی کی تعلیم و تبلیغ کے حوالے سے مسجد کا پلیٹ فارم مرکزی حیثیت رکھتا ہے مسجد ہی وہ جگہ ہے جہاں دن میں پانچ مرتبہ اذان کی آواز پر مسلمان جمع ہوتے ہیں اور ایک خدا کی بندگی اور عبادت کرتے ہیں نماز کے علاوہ مسلمان بچوں کو درس قرآن بھی مساجد میں دیا جاتا ہے اس طرح بچوں میں اطاعت اور سلیقہ شعاری پیدا ہوتی ہے مسجد کے پیش امام کو پورے محلے والوں کے دکھ سکھ اور شادی بیاہ میں شریک ہونا ہے غرض مسجد مسلم معاشرہ میں نیکیوں کے فروغ اور دین کی اشاعت و تبلیغ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ان تمام اداروں کا بنیادی مقصد معاشرے کے افراد میں ہمدردی و تعاون اور اتفاق و اتحاد پیدا کرنا ہے اس لئے قرآن پاک میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے برے القاب رکھنے غیبت کرنے اور ایک دوسرے کا مال ناحق کھانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے تاکہ معاشرہ میں بدگمانی اور انتشار پیدا نہ ہو اسلام کا قائم کردہ معاشرہ مادر پدر آزاد معاشرہ نہیں ہے اسلام معاشرے پر چند پابندیاں بھی عائد کرتا ہے تاکہ معاشرے کو ان اسباب سے پاک کر دے جن کی وجہ سے فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ

" پردے کے احکام مردوں عورتوں کے آزادانہ میل جول کی مخالفت موسیقی اور تصاویر پر پابندیاں اور فواحش کی اشاعت کے خلاف رکاوٹیں سب اسی روک تھام کے لیے ہیں اور ان کا بنیادی مقصد خاندان کے ادارے کو محفوظ اور مضبوط کرنا ہے " ☆۳۲

اسلام کا نظام معاشرت ایک مضبوط اور پائیدار نظام معاشرت ہے اسلام جہاں جماعتی اور معاشرتی اصلاح چاہتا

ہے وہاں فرد کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ فرد ہی سے معاشرے کی اصلاح کا آغاز کرتا ہے اسلام ایک ایسے مثالی معاشرے کا طالب ہے جو قول و فعل کے تضاد سے پاک ہو رنگ و نسل اور علاقہ و زبان کی حد بندیوں سے آزاد اور سیاسی تعصبات سے بالاتر ہو اسلام انسان کو سماجی ذمہ داریوں سے چشم پوشی کی تلقین نہیں کرتا بلکہ ان ذمہ داریوں اور فرائض کو ادا کرنے کے لیے کمربستہ کرتا ہے کیونکہ اللہ پاک نے انسان کی ترقی اور تکمیل کا راستہ اجتماعی زندگی میں رکھا ہے اسلام کہتا ہے کہ انسان کی فلاح الگ تھلگ رہنے میں نہیں بلکہ سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ہے اسلام کا نظم معاشرت افراد کو ذمہ دارانہ زندگی بسر کرنے کا درس دیتا ہے۔

ایک مثالی اسلامی معاشرے میں اجتماعی ماحول نیکی کے لیے انتہائی ساز گار ہوتا ہے دن میں پانچ مرتبہ اذان کی آواز پر باجماعت صف بندی ' تلاوت کلام پاک کی مقدس آواز درود و سلام کی بابرکت محفلیں زکوٰۃ کے مہینے میں غرباء مساکین کی حاجت روائی اور پوری عملی زندگی میں ہمدردی تعاون اور امن و انصاف کے قیام سے معاشرہ جنت کا نمونہ بن جاتا ہے معاشرے کے افراد آپس میں جب ملتے ہیں تو اسلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ کہتے ہیں جس سے امن و سلامتی اور خیر و برکت کا اظہار ہوتا ہے اسلامی نظام معاشرت میں بیماروں کی عیادت اور ناداروں کی خبر گیری کی جاتی ہے اسلام عوام الناس کو صبر شکر قناعت ' امانت و دیانت ' عفو درگزر ' عدل و احسان اور خدمت خلق کی تلقین کرتا ہے اسلام کے نظام معاشرت کے پیش نظر دو نمایاں مقاصد ہیں اول یہ کہ انفرادی زندگی میں ہر فرد کو ایسا ماحول اور سامان حیات فراہم کرنا جسکی مدد سے وہ صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی گزار لے اور دوسرے یہ کہ اجتماعی طور پر ایک ایسا فلاحی معاشرہ وجود میں آئے جس کی ساری توانائیاں انسانیت کی ترقی و خوشحالی کے لیے صرف ہوں۔

حوالہ جات باب سوم

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر	مصنف / مؤلف	شائع کردہ	سن اشاعت
۱	قرآن مجید		سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۹		
2	دینیات	۷۷	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۰
3	قرآن مجید		سورۃ الحجرات آیت نمبر 13		
۴	"		سورۃ المائدہ آیت نمبر 3		
5	"		سورۃ البقرہ ۱۷۷		
6	مسلم شریف		باب کتاب الایمان		
7	آسان فقہ (اول)	66	محمد یوسف اصلاحی	اسلامک پبلیکیشنز لاہور	1983
8	قرآن مجید		سورۃ ابراہیم ۔ ۱۰		
9	"		البقرہ ۔ 165		
۱۰	افکار معلم	3		ادارہ تعلیم و تحقیق لاہور	مئی ۱۹۹۴
۱۱	دینیات	۱۰۱	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۰
۱۲	قرآن مجید		سورہ فاطر ۲۸		
۱۳	آسان فقہ اول	76	محمد یوسف اصلاحی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ ۔ لاہور	1983
۱۴	اسلام ایک نظر میں	57	صدر الدین اصلاحی	"	1967

15	دینیات	98	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	1990
16	قرآن مجید		سورۃ الحج		
17	آسان فقہ اول	80	محمد یوسف اصلاحی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور	1983
18	اسلامی نظریہ حیات	283	پروفیسر خورشید احمد	شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی	1982
19	آسان فقہ اول	72	محمد یوسف اصلاحی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1983
20	قرآن مجید		الذاریات 56		
21	دینیات	123	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	1990
22	عبادات	23/24	علامہ شبلی نعمانی	نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد	1982
23	دعوت اسلامی اور اس کے مطالبات	67	امین احسن اصلاحی	دین اسلامک پبلشرز۔ لاہور	1979
24	قرآن مجید		سورۃ الانعام ۱۶۲، ۱۶۱		
25	بخاری شریف		جلد اول کتاب الایمان		
26	اسلام ایک نظریہ	82	صدر الدین اصلاحی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1967
27	قرآن مجید		الاعراف ۔ 29		
28	"		البقرہ ۔ 183		
29	اسلام ایک نظریہ		صدر الدین اصلاحی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور	1967
30	مسلم شریف		جلد اول، باب فضل الصیام		
31	صراط مستقیم	48	ثریا منتخب	سنگ میل پبلیکیشنز۔ لاہور	1987
32	قرآن مجید		البقرہ ۔ 277		
33	زکوٰۃ و صدقات	6	حاجی یعقوب شاہ	دعوۃ اکیڈمی۔ اسلام آباد	1991

34	قرآن مجید	آل عمران۔ 97			
35	آسان فقہ (دوم)	258	محمد یوسف اصلاحی	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1982
36	قرآن مجید	الانفال۔ 1			
37	"	النساء۔ 1			
38	اسلامی نظریہ حیات	417	پروفیسر خورشید احمد	شعبہ تصنیف، تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی	1982ء
39	قرآن مجید	البقرہ 58			
40	اسلامی تہذیب	213	پروفیسر محمد ارشد خان بجلی	اصباح الادب۔ لاہور	1992
41	اسلام کا نظام حیات	29	سید ابوالاعلیٰ مودودی	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1986
42	"	26	"	"	"

باب چہارم

ریاست اور اسلام

- ریاست کیا ہے؟
- اسلام کا تصور ریاست
  - ا) اللہ کی قانونی حاکمیت
  - ب) رسالت کا نظام
  - ج) خلافت کا تصور
  - د) خلیفہ کی تقرری
- اسلامی ریاست کا مقصد وجود
- اسلامی ریاست سے مراد کونسی ریاست ہے؟
- اسلامی ریاست کے اوصاف
- موجودہ اسلامی ریاستوں کا مختصر جائزہ
- حوالہ کتب

ریاست کیا ہے؟

عربی زبان کے لفظ "رئیس" سے لفظ "ریاست" وجود میں آیا ہے ' جس کے معنی ہیں سردار یا سربراہ انگریزی زبان میں "ریاست" کا مترادف "State" ہے جو لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی "عوامی معاملات کا قیام کرنا" ہے ارسطو کے نزدیک ریاست کی تعریف یہ ہے کہ۔

"The State is a union of families and villages having for its end a perfect and self-sufficing life." ☆1

یعنی "ریاست کنبوں اور دیہاتوں کے لیے اجتماع کا نام ہے جس کا مقصد ایک مکمل اور خود کفیل زندگی تعمیر کرنا ہے" ریاست کی بے شمار تعریفیں کی گئیں ہیں جن میں ریاست کے لئے چار عناصر کو ضروری قرار دیا گیا ہے

(۱) عوام (۲) علاقہ (۳) عوام کی حکومت (۴) اقتدار اعلیٰ۔

درحقیقت ریاست انسانی اجتماع کا سب سے بڑا اور عظیم مظہر ہے جب کسی قوم کا اجتماعی شعور بیدار ہوتا ہے تو افراد قوم اپنے لیے ایک ریاست کا قیام عمل میں لاتے ہیں کیونکہ اجتماعی زندگی کے نظم کو قائم کرنے کے لئے ایک قوت قاہرہ (Coercive Power) کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی طاقت کا نام "ریاست" ہے ریاست کا مقصد معاشرے میں نظم وضبط قائم کرنا ہے تاکہ افراد کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں انتشار پیدا نہ ہو

اسلام کا تصور ریاست :۔ اسلامی ریاست سے مراد وہ ریاست ہے جہاں دین اسلام کے قوانین نافذ

ہوں ریاست کا سربراہ (امیر المومنین) ' عوام الناس کا منتخب کردہ ہو اور ریاست میں نماز اور زکوٰۃ کا مکمل نظام رائج ہو سربراہ حکومت عوام کا خادم ہو اور عوامی نمائندے پابند صوم و صلوٰۃ اور باکردار ہوں ۔ بیت المال کا مکمل نظام رائج ہو جس سے ریاست کے ناداروں ' غرباء ' یتیموں اور بیواؤں کی امداد کی جاتی ہو۔

اسلامی طرز فکر میں دین اور سیاست کی تفریق کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا ' اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ اپنی ریاست کو اسلامی اصولوں اور اخلاقی ضابطوں پر قائم کرنے کی جدوجہد کرتے رہے ہیں ۔ قرآن پاک جس طرح عقائد و عبادات اور حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح معاشرت ' تمدن ' معیشت اور سیاست کے بارے میں بھی واضح احکام و ہدایات فراہم کرتا ہے ۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ایک اسلامی ریاست ہو جہاں پر اسلام کے معاشی ' معاشرتی اور سیاسی اصولوں پر عمل کیا جاسکے ' پروفیسر خورشید احمد رقم طراز ہیں کہ ۔

"اسلام ایک قانون شہادت دیتا ہے ' اس کا اپنا فوجداری اور دیوانی قانون ہے وہ تجارت اور معاملات کے لئے قانونی ہدایت دیتا ہے وہ نکاح و طلاق ' وراثت و وصیت ' بیع و ہبہ کے لئے قوانین دیتا ہے ' اگر حکومت و اقتدار اس کو حاصل نہ ہو تو اس کی شریعت کا ایک حصہ معطل ' بے کار اور ناقابل عمل ہو جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام اور حکومت دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا" ۔ ☆۲

اسلام اور ریاست کا چولی دامن کا ساتھ ہے ' یہ ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں کہ اگر ریاست اور حکومت اسلام سے علیحدہ ہو جائیں تو وہ ظلم و زیادتی اور بدعنوانی کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور نتیجہ میں "چنگیزیت" رونما

ہوتی ہے اور اگر اسلام اقتدار کے بغیر ہو تو اس کے ایک حصہ پر عمل ممکن نہیں رہتا اور اسلام محض عقائد و عبادات کا مجموعہ رہ جاتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔

الاسلام والسلطان اخوان توامان' لا یصلح واحد منھما الا بصاحبہ فالاسلام اس و السلطان حارس وما لا اس لہ یھدم وما لا حارس لہ ضائع۔ (کنز العمال) ☆۳

ترجمہ :۔ اسلام اور حکومت و ریاست دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت اس کی نگہبان ہے۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ بحیثیت مسلمان زندگی گذارنا چاہتے ہیں تو وہ اپنی پوری زندگی خدا کی اطاعت میں دے دیں اور اپنے انفرادی و اجتماعی تمام معاملات کا فیصلہ خدا کے قانون اور اس کی شریعت کے مطابق کریں۔ مسلمان جب تک ایک مکمل اسلامی و فلاحی ریاست قائم نہ کرلیں وہ بحیثیت مسلمان چین سے ایک نظام باطل میں زندگی نہیں گذار سکتے کیونکہ اسلامی ریاست مسلمانوں کے نظام فکر' نظام تمدن اور نظام اخلاق کی ضامن اور محافظ ہوتی ہے' اسلامی ریاست ایک بہترین جمہوری اور فلاحی ریاست ہوتی ہے۔ جس میں لوگ خدا کی حاکمیت اعلیٰ کے تحت عمومی حاکمیت کا حق اور اختیار رکھتے ہیں۔

۱) **اللہ کی قانونی حاکمیت :۔** اسلامی ریاست میں مقتدر اعلیٰ رب کائنات کی ذات ہے' کوئی شخص پارٹی' ادارہ یا ملک کی کل آبادی بھی حاکمیت کی مالک نہیں بن سکتی۔ حاکم اعلیٰ صرف اور صرف رب کائنات

ہے باقی سب اس کی مخلوق ہے ' قانون بنانے اور فراہم کرنے کا اختیار اسی کا ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ الا لہ الخلق والامر۔ (الاعراف۔ ۵۴) ☆ ۳

ترجمہ:۔ خبردار رہو کہ تخلیق اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔

سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ "اسلام میں حاکمیت خالصتہ اللہ تعالیٰ کی تسلیم کی گئی ہے۔ قرآن عقیدہ توحید کی جو تشریح کرتا ہے اس کی رو سے خدائے وحدہ لا شریک صرف مذہبی معنوں میں معبود ہی نہیں ہے بلکہ سیاسی اور قانونی مفہوم کے لحاظ سے حاکم ' مطاع ' امرونہی کا مختار اور واضع قانون بھی ہے"۔ ☆ ۴

درحقیقت اسلام کا تصور حاکمیت بہت صاف اور واضح ہے چونکہ خدا خالق کائنات ہے اس لئے مقتدر اعلیٰ بھی وہی ہے۔ انسان کی حیثیت حاکم اعلیٰ کے نمائندے کی ہے خداوند تعالیٰ کی واحد ہستی کائنات کی فرمانروائے اعلیٰ ہے اور اس کے احکام و اقتدار میں اس کا کوئی شریک نہیں اس کی ذات غالب و برتر اور اعلیٰ و ارفع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اتبعو ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعو من دونہ اولیاء۔ (اعراف۔ ۳) ☆۵

ترجمہ:۔ پیروی کرو اس قانون کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اسے چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔

2) <u>رسالت کا نظام</u>:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وما آتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھو۔ (الحشر۔ ۷) ☆ ۶

ترجمہ:۔ اور جو کچھ رسول تم کو دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔ رسالت کے ذریعے

ہم دو چیزیں حاصل کرتے ہیں ایک کتاب (قرآن حکیم) جس میں اللہ کے قوانین اور احکامات درج ہیں دوسرے قرآن کی تشریح' جو رسول خدا نے اپنے قول و عمل سے پیش کی ہے قرآن پاک میں اسلامی ریاست قائم کرنے کے تمام اصول بیان کیے گئے ہیں اور رسول پاک نے قرآن حکیم کے مطابق عملاً اسلامی ریاست قائم کر کے اسے باقاعدہ چلا کر اور اس کی دیگر تمام تفصیلات بتا کر ہمارے لئے ایک نمونہ (Model) پیش کر دیا ہے انہی دو چیزوں (قرآن و سنت) کے مجموعے کا نام اسلامی اصطلاح میں "شریعت" ہے اور اسی شریعت کے مطابق اسلامی ریاست قائم ہوتی ہے۔ حکم خداوندی ہے کہ۔

فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدو فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلمو تسلیما۔ (النساء۔ ۶۵) ☆ ۷

ترجمہ:۔ پس وہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلاف میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلہ تو کرے اس پر اپنے دل میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کر لیں۔

گویا وہ شخص مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں جو اختلافی مسائل میں رسولؐ کی سنت کو آخری فیصلہ تسلیم نہیں کرتا کیونکہ آپ کی سنت دراصل قرآن کی تفسیر و ترجمانی ہے آپؐ نے اپنے اخلاق و کردار سے قرآنی احکامات کو نافذ کیا اور اسلام کے تخیل کو عملی جامہ پہنایا' زندگی کے مختلف شعبوں میں اسلامی رنگ ڈھنگ پیدا کیا اور ایک اسلامی سلطنت قائم کر کے یہ ثابت کیا کہ خدائی احکامات کی بنیاد پر قائم ہونے والی سلطنت امن و انصاف اور مساوات کا عملی نمونہ ہوتی ہے۔

3) **خلافت کا تصور :۔** توحید و رسالت کے بعد اسلام کے سیاسی نظام کا تیسرا بنیادی اصول "خلافت" ہے یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ "خلف" ہے اسی سے لفظ "خلیفہ" ہے۔ جس کے لغوی معنی "قائم مقام" کے ہیں۔ جب کہ خلافت کے لغوی معنی نیابت اور جانشینی کے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے دنیا میں انسان کی اصل حیثیت خدا کے نائب کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ملک میں اسی کے دیئے ہوئے اختیارات استعمال کرتا ہے۔

"خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کی ملک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے وہ مالک نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک کا نائب ہوتا ہے اس کے اختیارات ذاتی نہیں ہوتے بلکہ مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں وہ اپنے منشاء کے مطابق کام کرنے کا حق نہیں رکھتا اس کا کام مالک کی منشاء کو پورا کرنا ہوتا ہے"۔ ☆۸

اللہ تعالیٰ نے جو ساری کائنات کا مالک ' خالق اور رازق ہے اپنی زمین پر انسان کو پیدا کیا۔ اسے دیکھنے ' سننے اور سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کیں اور اسے اپنا خلیفہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سیاسی نظام کے لئے خلافت کا تصور پیش کیا۔ اسلامی نظریے کی رو سے جو ریاست قائم ہوگی وہ خدا کی حاکمیت کے تحت انسانی خلافت ہوگی اس کا نظام خدا کی ہدایات کے مطابق اس کی حدود کے اندر اور اس کی مرضی و منشاء کے مطابق چلایا جائے گا خلیفہ کی شخصیت دینی و دنیاوی معاملات میں فرمانروائی کی حامل ہوگی اور یہ فرمانروائی شریعت کے تابع ہوگی خلافت کا حقیقی مقصد ناموس اسلام کا تحفظ ' حکومت کے نظم و نسق کی تنظیم ' اسلامی قوانین کا نفاذ اور فلاح عامہ کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے۔

4) **خلیفہ کی تقرری :-** خلیفہ کے لئے عالم باکردار ' اجتہادی قابلیت ' عسکری بصیرت اور علمی استعداد لازمی اوصاف شمار ہوں گے "خلیفہ کے لئے علم ' عدالت ' کفایت ان اعضاء و حواس کی صحت و سلامتی ضروری خیال کی جاتی ہے جن کا اثر رائے و عمل پر پڑتا ہو۔ (تاکہ) وہ نئے نئے مسائل کا اپنی اجتہادی قابلیت سے فیصلہ کر سکے" ☆9

اسلامی ریاست کے سربراہ یا خلیفہ کا انتخاب علم ' تقویٰ اور تجربے کی بنیاد پر ہو گا۔

جو سیرت و عمل کے لحاظ سے عمدہ ترین مسلمان ہو گا وہ خلیفہ بننے کا اہل ہو گا۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اس پر پورا اعتماد کیا جائے گا۔ جب تک وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کرے گا اس کی اطاعت لوگوں پر فرض ہو گی

"امیر المومنین تنقید سے بالا تر نہ ہو گا۔ ایک عام آدمی بھی امیر کی ریاستی یا نجی زندگی پر تنقید کرنے کا مجاز ہو گا۔ قانون کی نظر میں خلیفہ اور عام شہری برابر ہوں گے"۔ ☆10

امیر مشورے سے کام کرے گا۔ مجلس شوریٰ وہ ہو گی جسے عوام پسند (Elect) کریں گے۔ "مسلمانوں کے اجتماعی نظام کی اصل اساس "امرھم شوریٰ بینھم" ہی ہے اس لئے ان کے امراء و حکام کا انتخاب حکومت و امارت کا انعقاد مشورے ہی سے ہو گا"۔ ☆11

امیر یا خلیفہ مجلس شوریٰ (Parliament) کا ایک رکن (Member) ہو گا۔ جسے دیگر ممبران کی اکثریت کی

حمایت حاصل ہو گی مجلس شوریٰ کے فیصلے کثرت رائے سے ہوں گے "کوئی ایسا شخص خلیفہ یا امیر نہیں بن سکتا جو خود اپنے آپ کو امیدوار کی حیثیت سے پیش کرے یا اس کے لئے کوشش کرے۔ اس قسم کی انتخابی مہم اور اپنے لئے کوشش کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے کہ امیدوار کو کوئی منصب نہ دیا جائے"۔ ☆۳۱

خلیفہ اور اس کی حکومت ' خدا اور خلق خدا دونوں کے سامنے جواب دہ ہو گی۔

اسلامی ریاست میں عدلیہ اور انتظامیہ کے شعبے الگ الگ ہوں گے اور دونوں ایک دوسرے کے اثر سے بالکل آزاد ہوں گے۔ انتظامیہ میں سب لوگ خلیفہ کے ماتحت ہوں گے۔ جب کہ عدلیہ میں خلیفہ بھی عوام کی طرح عام آدمی تصور کیا جائے گا۔

اسلامی ریاست کا مقصد وجود

اسلامی ریاست قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنی عقل و فہم کی بجائے رب کائنات کے عطا کردہ احکامات کے تحت قانون مرتب کریں اور اللہ کے قوانین کے تحت زندگی بسر کریں۔ اللہ کے قوانین کا مدعا یہ ہے کہ لوگ اپنی حقیقت اور رب کائنات کی ہستی کو پہچانیں۔ نماز اور زکواۃ کا نظام زمین پر قائم کریں۔ نیکی کو فروغ دیں اور برائی سے بچیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقامو الصلوٰۃ و اتو الزکوٰۃ وامر و بالمعروف و نھو عن المنکر۔

(الحج۔۴۱) ☆

ترجمہ:۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر حکومت عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں گے زکواۃ دیں گے نیکی کا حکم اور برائی سے روکیں گے۔

ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس۔ (الحدید سورہ۔ ۲۸) ☆۴**

ترجمہ:۔ "ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں زبردست طاقت ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں"۔

سید ابو اعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ "اس آیت میں لوہے سے مراد سیاسی قوت یا قوت قاہرہ (Coercive Power) ہے اور رسول کا کام یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی واضح ہدایات اور اپنی کتاب میں جو میزان ان کو

دی ہے یعنی ٹھیک ٹھیک متوازن (Well Balanced) نظام زندگی کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی ہے ۔ اس کے مطابق اجتماعی عدل (Social justice) قائم کریں"۔ ☆ ۱۵

اس طرح سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے کہ

کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ۔ (آل عمران ۔ ۱۱۰) ☆ ۱۶

ترجمہ:۔ تم بہترین امت ہے جو نوع انسانی کے لئے اٹھائی گئی ہے ۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام کا اصل مقصد حدود اللہ کا نفاذ ہے کیونکہ اگر مختلف شعبوں میں اصولی اور قانونی لحاظ سے کچھ حدود نہ لگائی جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ انسان خواہشات نفسانی کا بندہ بن کر رہ جائے گا اس لئے اللہ پاک نے زندگی کے ہر شعبے میں چند اصول فطری اور قطعی حدود لگائی ہیں جن کو حدود اللہ (Divine limits) کہتے ہیں ۔ مثلاً شخصی ملکیت کا حق ' سود کی ممانعت ' زکوٰۃ کی فرضیت ' قمار کی حرمت ' وراثت کا قانون ' پردے کے احکام ' زناء و چوری کی سزائیں ' والدین ' بچوں کے حقوق و فرائض ' نکاح ' طلاق ' مہر کے ضوابط وغیرہ وغیرہ یہ سب حدود اللہ میں شمار کیے جاتے ہیں ان قوانین اور اصولوں کی وجہ سے زندگی کا پورا نظام اعتدال پر رہتا ہے چنانچہ ضروری ہے کہ ایک اسلامی ریاست قائم ہو اور اس میں یہ قوانین نافذ کیے جائیں۔

"اسلامی ریاست کے قیام کا اصل مقصد اس اصلاحی پروگرام کو مملکت کے تمام ذرائع سے عمل میں لانا ہے

جو اسلام نے انسانیت کی بہتری کے لئے پیش کیا ہے ۔ محض امن کا قیام ' محض قومی سرحدوں کی حفاظت ' محض عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنا ' اس کا آخری اور انتہائی مقصد نہیں ہے اس کی امتیازی خصوصیت جو اسے غیر مسلم ریاستوں سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ وہ ان بھلائیوں کو فروغ دینے کی کوشش کرے جن سے اسلام انسانیت کو آراستہ کرنا چاہتا ہے اور ان برائیوں کو مٹانے اور دبانے میں اپنی ساری طاقت خرچ کر دے جن سے اسلام انسانیت کو پاک کرنا چاہتا ہے ۔ ☆ ۱۷

اسلام چونکہ خود ایک مکمل نظام زیست رکھتا ہے جو عبادات و عقائد کے ساتھ ساتھ انفرادی عمل اور اجتماعی زندگی کے تمام معاملات سے متعلق قوانین و ضوابط سے مزین ہے ۔ اسلام کی دعوت اور پیغام اسی پورے نظام کی طرف ہوتی ہے اسلام کا یہ بھی دعوی ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر سیاسی و جمہوری نظام باطل اور انسان کے خود ساختہ نظام ہیں ' چنانچہ ایک نظام زندگی کو سچا اور کھرا ہونے کی حیثیت سے پیش کرنا اور عملاً اسے قائم نہ کرنا سراسر منافقت ہے ۔ لہذا اسلام کا اپنے مخصوص طرز زندگی کی طرف دعوت دینا اور اقتدار کے ذریعے اسلامی قوانین کو نافذ کرنا عین تقاضائے دعوت اسلامی ہے ' ایک حدیث نبوی ؐ میں ہے کہ

ان اللّٰہ لیزع بالسلطان مالا یزع بالقرآن ۔ ☆ ۱۸

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ حکومت کے ذریعے ان چیزوں کا سدباب کرتا ہے جن کا سدباب قرآن کے ذریعے سے نہیں کرتا ۔

"اسلام میں ریاست کا مقصد نہ محض انتظام ملکی ہے اور نہ یہ کہ وہ کسی خاص قوم کی اجتماعی خواہشات کو پورا

کرے اس کے بجائے اسلام اس کے سامنے ایک بلند نصب العین رکھ دیتا ہے اور وہ یہ کہ خدا اپنی زمین میں اور اپنے بندوں کی زندگی میں جو پاکیزگی، جو حسن، جو خیر و صلاح، جو ترقی و فلاح دیکھنا چاہتا ہے وہ رونما ہو اور بگاڑ کی ان تمام صورتوں کا سدباب ہو جو خدا کے نزدیک اس کی زمین کو اجاڑنے والی اور بندوں کی زندگی کو خراب کرنے والی ہو"۔ ☆۲۹

اسلامی ریاست کے وجود (Existence) کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے نظام کو نافذ کرنا، تعلیم و تربیت کے ذریعے ریاست کے عوام میں دینی شعور پیدا کرنا اور اسلامی ذہنیت و سیرت کے افراد تیار کرنا ہے۔ اسلامی ریاست مسلم سوسائٹی کے اندر کوئی ایسی جھلک یا آمیزش باقی نہیں رہنے دیتی جس سے دوسری تہذیبوں کا عکس دکھائی دے۔ اسلام کی قائم کردہ ریاست میں عام فضا ایسی ہوتی ہے کہ اس میں نیکی و بھلائی کرنا آسان اور برائی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اسلامی ریاست سے مراد کونسی ریاست ہے؟

اس مقالے میں متعدد بار لفظ اسلامی ریاست استعمال کیا گیا ہے' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست سے مراد کونسی ریاست ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ریاست نہ تو مغربی اصطلاح کے مطابق مذہبی حکومت (Theocracy) ہے اور نہ مغربی طرز کی جمہوری حکومت (Democracy) اور نہ ہی اشتراکیت کی طرز پر قائم کردہ کوئی حکومت بلکہ یہ وہ نظام سیاست اور نظام تمدن ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے یہ ریاست مسلم عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کی واضح اکثریت سے قائم ہوگی اور اس حکومت کا ہر شعبہ اسلامی اصولوں کے مطابق کام کرے گا اس مقالے میں استعمال کئے گئے لفظ اسلامی ریاست سے مراد وہ اسلامی ریاست ہے جو عرب کے شہر مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی تھی کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اہم ترین اور عظیم ترین مقصد دنیا میں حکومت الٰہی قائم کرنا اور زمین میں آفاقی نظام سیاست و اخلاق کا جاری کرنا تھا اس لئے کہ حکومت الٰہیہ کے قیام' اسلام قوانین کے نفاذ اور اجتماعی ماحول کی تبدیلی کے بغیر اصلاح کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی' محض درس و تدریس اور تبلیغ دین سے چند لوگوں کی انفرادی اصلاح تو ممکن ہے مگر ریاست کے اداروں کی اصلاح کے لئے فضاء کو بدلنا اور اداروں کی جڑ مضبوط کرنا ضروری ہے چنانچہ

"خاتم النبیین حضرت محمدؐ نے جنہیں اللہ نے نہ صرف پیغمبر بلکہ معلم بنا کر بھیجا تھا مدینہ منورہ میں ایک ریاست قائم کر کے ہمیں بتلا دیا ہے کہ ایک اسلامی ریاست کے نمایاں خدوخال کیا ہوتے ہیں آپ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد آپ کے تربیت فرمودہ صحابہ کرامؓ نے برسوں اس ریاست کو چلا کر ایک قابل تقلید نمونہ ہمارے

لئے چھوڑا ہے"۔ ☆ ۲۰ یہ ریاست تاریخ اسلامی کی پہلی اسلامی ریاست نہ تھی جس میں خدائی احکامات نافذ کئے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو اسی مقصد کے لئے مبعوث کیا تھا کہ وہ زمین پر عوام الناس کو تبلیغ دین کریں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کریں چنانچہ متعدد پیغمبروں نے باقاعدہ اسلامی ریاست قائم کی اور اس کے نظم و نسق کو چلایا اور یہ دور مثالی دور ثابت ہوا پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ "قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ' حضرت یوسف علیہ السلام ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام ' حضرت داؤد علیہ السلام ' حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ اسلامی ریاست قائم کی اور اسے معیاری شکل میں چلایا بھی"۔ ☆ ۲۱

مدینہ میں آپ نے جو اسلامی ریاست قائم کی اس کا مختصر پس منظر کچھ یوں ہے کہ آپ جب دنیا میں تشریف لائے تو عرب معاشرہ ' مذہبی و سیاسی ' اخلاقی لحاظ سے نہایت پستی کا شکار تھا ' شراب ' زناء ' چوری ' بت پرستی اور جہالت عام تھی ' خاندانی دشمنیاں پروان چڑھ رہی تھیں ' لوگ معصوم بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے ' ایک ایسے وقت میں جب عرب کی معیشت ' سیاست اور تجارت پر سرداروں اور جاگیرداروں کا قبضہ تھا۔ آپ نے اپنے اخلاق و کردار ' علم و تقویٰ ' دیانت داری اور راست بازی سے عرب کی ہزاروں سالہ پرانی تہذیب اور بت پرستی کا قلع قمع کر دیا ان حالات میں مکہ کے لوگ آپ کے مخالف ہو گئے اور آپ کو جان سے مارنے کا منصوبہ تیار کر لیا۔ چنانچہ آپ نے ۵۳ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ سے مدینہ ہجرت کی مدینہ کے لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ آپ کی ہر طرح مدد بھی کی یہاں پہنچ کر آپ نے باقاعدہ اسلامی ریاست قائم کی۔ پروفیسر سید محمد

سلیم لکھتے ہیں کہ "دنیا میں سب سے پہلی نظریاتی ریاست اسلام نے قائم کی ...... تاریخ انسانی میں باہمی معاہدہ (Social contract) کے ذریعے اگر کوئی ریاست قائم ہوئی ہے تو وہ مدینہ کی اسلامی ریاست ہے ' قیام ریاست سے قبل نبی کریمؐ نے پہلے انصار مدینہ سے معاہدہ کیا جو بیعت عقبہ ثانی کے نام سے مشہور ہے پھر آپؐ نے مدینہ جا کر یہودیوں سے باقاعدہ معاہدہ کیا۔ روسو نے معاہدہ عمرانی کا تصور غالباً مدینہ کی اسلامی ریاست سے اخذ کیا تھا ورنہ تاریخ میں اس کے علاوہ دوسری اور کوئی مثال نہیں ملتی"۔ ☆ ۲۲

مدینہ میں آپ کی آمد بہت مبارک ثابت ہوئی ' اسلام کی دعوت کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا لوگ جوق درجوق اسلام قبول کرنے لگے ' اسلامی دعوت مدینہ سے نکل کر دیگر ممالک تک پہنچ گئی ' لیکن مکہ کے لوگ اپنی سازشوں سے باز نہ آئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن ۸ ہجری کو لشکر کشی کے ذریعہ مکہ فتح کر کے اسلامی ریاست میں شامل کر لیا۔ "حضرت محمدؐ نے ۲۳ سال کی مدت میں عرب میں ایک ہدایت یافتہ معاشرہ قائم کر دیا اور ایک ہدایت یافتہ مکمل ریاست قائم کر دی۔ اب رہتی دنیا تک یہ کامل نمونہ سب کے لئے ہے"۔ ☆ ۲۳

مدینہ میں قائم کردہ اسلامی ریاست کا دائرہ عمل محض مذہبی معاملات تک محدود نہ تھا بلکہ اس کا دامن سیاسی امور ' تجارتی اصولوں اور بین الاقوامی معاہدوں کی پاسداری تک وسیع تھا ' آپؐ فوج کی قیادت بھی کرتے اور نماز کی امامت بھی فرماتے۔ بیت المال کا مکمل نظام کتابت ملک میں رائج تھا اور قرآن و سنت کے تحریری احکامات نافذ کیے گئے تھے۔ غرض اسلامی ریاست کا باقاعدہ نظم قائم کیا گیا تھا۔ تعلیم اور انصاف کی سہولیات فراہم کی گئیں تھیں ' غرباء و مساکین کی داد رسی کی جاتی تھی ' اسی دور سے اسلام نے ایک مکمل اور اجتماعی نظام کی صورت میں پھلنا

ہوا ساتھیوں کے ساتھ تقریباً کئی سال تک روئے زمین پر قائم رہا۔

اور پھولنا شروع کر دیا تھا کیونکہ اس عظیم ریاست کی پشت پر آپؐ کی عظیم قیادت موجود تھی۔

"دس برس تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اسٹیٹ کی رہنمائی کی اور اس مختصر سی مدت میں ہر شعبہ حکومت کو اسلامی طرز پر چلانے کی پوری مشق ان لوگوں کو کرا دی' یہ دور اسلامی آئیڈیالوجی کے ایک مجرد تخیل سے ترقی کر کے ایک مکمل نظام تمدن بننے کا دور ہے۔ جس میں اسلام کے انتظامی' تعلیمی' عدالتی' معاشی' معاشرتی' مالی' جنگی' بین الاقوامی پالیسی کا ایک ایک پہلو واضح ہوا' ہر شعبہ زندگی کے لئے اصول بنے پھر اس انقلاب میں فقط ملک کا طریق انتظام ہی تبدیل نہیں ہوا بلکہ ذہنیتیں بدل گئیں' نگاہ کا زاویہ بدل گیا' سوچنے کا طریقہ بدل گیا' زندگی کا طرز بدل گیا' اخلاق کی دنیا بدل گئی' عادات و خصائل بدل گئے غرض ایک قوم کی کایا پلٹ کر رہ گئی"☆۲۳

آپؐ نے مدینہ میں جو ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست قائم کی اس کی تابناکی تاقیامت قائم و دائم رہے اور آنے والی نسلیں اس مثالی ریاست کے ماڈل سے فیض حاصل کریں گی آپؐ نے ۱۰ ہجری میں آخری حج کے موقع پر جو خطبہ دیا اس میں آپؐ نے لوگوں کو اللہ کی بندگی اور تقوی اختیار کرنے کا درس دیا۔ آپؐ نے ایک دوسرے کے احترام' مساوات انسانی اور بیویوں اور غلاموں سے نیک سلوک کی تاکید کی۔ ایک روایت کے مطابق آخری خطبہ کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد نے آپ کا خطبہ سنا اور لبیک کہا آپؐ کی رحلت کے بعد آپؐ کے خلفائے راشدین نے اس ریاست کا نظم و نسق چلایا اور ریاست کو وسعت دی مورخین کے مطابق نظام اسلامی اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ تقریباً تیس سال تک روئے زمین پر قائم رہا۔

اسلامی ریاست کے اوصاف

1) حاکمیت الٰہی :- اسلامی ریاست میں حاکمیت اعلیٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے خلیفۃ المسلمین اپنے آپ کو حاکم مطلق نہیں سمجھتا بلکہ اللہ کا نائب (خلیفہ) تصور کر کے قرآن و سنت کے قوانین کو نافذ کرتا ہے اسلامی ریاست میں اقتدار اعلیٰ کسی فرد واحد ' پارٹی یا پارلیمنٹ کے سپرد نہیں کیا جا سکتا واضح رہے کہ یہاں پر اقتدار اعلیٰ سے مراد قانون سازی کا حق ہے اسلامی ریاست کی پارلیمنٹ جو بھی قانون سازی کرے گی وہ قرآن و سنت کی روشنی میں کرے گی - پروفیسر محمد خلیل اللہ لکھتے ہیں کہ "اقتدار اعلیٰ صرف اللہ کے لئے ہے اس اقتدار میں اس کا کوئی شریک نہیں - ایک مسلم ریاست اسی تصور اور ایمان پر قائم ہو سکتی ہے کہ مسلمان جو بھی ریاست اور مملکت قائم کریں گے اس پر اللہ کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے (حکومت) کریں گے" ☆۲۵

اسلامی ریاست میں قانون سازی اور حکم دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اس لئے قانونی اور سیاسی حاکمیت (Legal and political soverainty) کا حق اللہ تعالیٰ کا ہے - "حتیٰ کہ انبیاء کرام بھی اپنی طرف سے قانون بنانے اور حکم دینے کا اختیار نہیں رکھتے" - ☆۲۶

ان الحکم الا للّٰہ امر الا تعبدو ا الا ایاہ ذالک الدین القیم - ☆۲۷ (سورہ یوسف - ۴۰)

ترجمہ :- حکم سوائے اللہ کے کسی کا نہیں ہے اس کا فرمان ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو یہی صحیح دین ہے -

اسلامی ریاست دراصل ایسی جمہوری ریاست ہوتی ہے جس میں لوگ خدا کی حاکمیت کے تحت ایک محدود

عمومی حاکمیت کا اختیار رکھتے ہیں ۔ اسلامی ریاست نہ تو صرف جمہوری (Democratic) ریاست ہوتی ہے جس میں عام لوگ حکومت کا قانون بناتے ہیں اور اس میں ردو بدل کا حق رکھتے ہیں نہ ہی یہ مذہبی (Theocratic) ریاست ہوتی ہے جس میں مخصوص مذہبی طبقہ اپنی ذاتی مرضی سے خود قوانین بناتا ہے اور اپنی ذاتی اجارہ داری کو اللہ کے قانون کا نام دیا جاتا ہے ۔ اسلامی ریاست میں لوگوں کی رائے سے مجلس علماء منتخب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں قانون سازی کا کام کرتی ہے ۔

2) **خلافت کا تصور :۔** اسلامی نقطہ نظر سے دنیا میں انسان کی اصل حیثیت یہ ہے کہ وہ زمین پر خدا کا نائب ہے ۔ یعنی وہ اللہ پاک کے عطا کردہ اختیارات استعمال کرتا ہے ۔ اسلامی تصور خلافت کے مطابق کوئی فرد، خاندان، جماعت یا گروہ نائب نہیں ہے بلکہ اس پوری امت کو یہ منصب عطا کیا گیا ہے جو توحید و رسالت اور آخرت جیسے بنیادی اصولوں کو تسلیم کرتی ہے اسلامی ریاست کا ہر فرد خلافت کے حقوق رکھتا ہے اسلامی ریاست کا نظم و نسق چلانے کے لئے جو حکومت تشکیل دی جائے گی وہ انہی افراد کی مرضی سے بنے گی ۔ اسلام دنیا میں انسان کو خدا کا خلیفہ قرار دیتا ہے اور اسی تصور کے تحت خلافت کا نظام قائم کرتا ہے ۔ گویا اسلامی ریاست میں جو حکومت قائم ہو گی وہ خدا کے اقتدار اعلیٰ یا حاکمیت کے تحت انسانی خلافت ہو گی اور ریاست کا نظام اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہدایات کے مطابق چلایا جائے گا۔

3) **اصولی اور نظریاتی ریاست :۔** اسلامی ریاست ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہوتی ہے اس ریاست

کی بنیاد نہ نسل پر ہے اور نہ رنگ پر ' نہ زبان پر ہے اور نہ علاقہ پر اور نہ محض سیاسی و معاشی مفاد ہی اس کی بنیاد ہے اسلامی ریاست کی بنیاد اسلام کے بنیادی اصولوں پر قائم ہے اور یہ ریاست ان اصولوں کی علم بردار ' ان کی تابع اور ان کو قائم کرنے والی ہوتی ہے ۔ اسلامی ریاست ایک مقصدی ریاست ہوتی ہے جس کا مقصد دین کو قائم کرنا ' قرآن و سنت کے مطابق قوانین وضع کرنا اور ان کو نافذ کرنا نیکیوں کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے اسلام میں ریاست خود ایک مقصد نہیں بلکہ ایک اعلیٰ تر مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے ۔ گویا اسلامی ریاست ایک لادینی یا قومی ریاست سے مختلف ریاست ہے اسلامی ریاست کا مقصد دنیاوی معاملات کی اصلاح کرنا ہے لیکن یہ اصلاح خدا کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر نہیں بلکہ اسکی روشنی میں ہو گی اسلامی ریاست کا اپنا ایک مخصوص مزاج اور نظریہ ہے یہ ایک اصولی ' مقصدی اور نظریاتی ریاست ہوتی ہے

4) شورائی ریاست :- ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ وامرھم شوری بینھم "الشوری ۔ ۴۲ ☆ ۳۸

ترجمہ :- اور ان کا کام آپس کے مشورے سے چلتا ہے ۔

اسلامی ریاست کی خوبی یہ ہے کہ یہ ایک شورائی اور جمہوری ریاست ہے اس میں تمام انسان برابر ہیں اور رنگ و نسل اور نسب کی بنیاد پر کسی خاص گروہ کو کوئی فوقیت نہیں ہے وحدت آدم اور انسانی مساوات اس کے بنیادی اصول ہیں اسلامی ریاست کا مزاج آمرانہ نہیں بلکہ خالص جمہوری اور شورائی ہے ۔ یعنی مسلمانوں کے تمام امور اللہ اور اس کے رسول ؐ کے احکامات کے مطابق اور مسلمانوں کے مشورے سے طے کیے جاتے ہیں ۔

5) عدل و انصاف :- اسلامی ریاست میں عدل و انصاف کی فضاء قائم ہوتی ہے ' قانون کی گرفت ہر

چھوٹے بڑے اور ادنی و اعلی شخص پر یکساں ہوتی ہے اور ہر شخص باعزت تصور کیا جاتا ہے تاوقتیکہ جرم ثابت نہ ہو جائے نیکی و بدی کے قوانین سب پر یکساں لاگو ہوتے ہیں اگر ایک حاکم بھی مجرم ثابت ہو جائے تو اسے بھی سرعام سزا دی جائے گی تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور عدل و انصاف کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

ایک اسلامی ریاست میں سچائی اور انصاف سب سے مقدم ہوتا ہے اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ بھی انصاف سے معاملہ کیا جائے۔ محض اختلاف کی بناء پر ان سے ناانصافی روا نہ رکھی جائے اور ان کے حقوق پامال نہ کیے جائیں۔

اسلامی ریاست کی خوبی یہ ہے کہ اس میں عدل و انصاف مفت فراہم کیا جاتا ہے۔ "حصول انصاف اسلامی ریاست کے ہر شہری کا بنیادی حق ہے اور اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہر شہری کو بے لاگ، عاجلانہ اور بلا معاوضہ انصاف کا حصول ممکن بلکہ یقینی بنادے"۔ ☆ ۲۹

غرض معاشرے سے چوری، بدکاری، ظلم، استحصال ختم کر کے قانون کی حکمرانی قائم کرنا اسلامی ریاست کے بنیادی اوصاف میں سے ہے۔

6) <u>پاکیزگی ماحول</u> :۔ اسلامی ریاست کی سب سے بڑی خوبی ریاست کا صاف ستھرا اور پاکیزہ ماحول ہے جہاں ہر طرف نظم و ضبط، پابندی وقت، حسن اخلاق، بھائی چارے، اور اسلامی اخوت و محبت کا دور دورہ ہوتا ہے عریانی و فحاشی اور بے پردگی کا نام تک نہیں ہوتا اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ معاشرے کی پاکیزہ فضاء کو برقرار رکھنے میں حکومت کی معاونت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں سیاسی انتشار، تعلیمی انحطاط اور معاشی

بحران پیدا نہیں ہوتا۔ اسلامی ریاست کا اجتماعی ماحول نیکیوں کے لئے انتہائی سازگار ہوتا ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ آذانوں کی گونج باجماعت نمازوں اور تلاوت کلام پاک سے فضاؤں میں پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو السلام علیکم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ جس سے معاشرے میں باہمی محبت و اخوت پیدا ہوتی ہے۔

7) **بیت المال کا قیام :۔** اسلامی ریاست میں مرکزی بیت المال کا قیام ناگزیر ہے بیت المال درحقیقت اسلامی ریاست کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اس دولت سے غربا اور ناداروں کی مالی مدد کی جاتی ہے بیت المال کی متعدد ضمنی شاخیں پوری ریاست میں پھیلادی جاتی ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس خزانے سے مستفید ہو سکیں بیت المال کا سربراہ عوام الناس سے صدقات ' خیرات ' اور زکواۃ کی رقوم بیت المال میں جمع کرتا ہے اور بیواؤں ' یتیموں اور ناداروں کی کفالت کا انتظام کرتا ہے بیت المال درحقیقت عوام کی امانتوں کا ادارہ ہے جس کے محاصل کی وصولی خرچ اور تقسیم کا انتظام حکومت کے ذمہ ہوتا ہے بیت المال کے قیام کی خوبی اسلامی ریاست کو دیگر ریاستوں سے ممتاز کرتی ہے

8) **مساوات قانونی :۔** ایک اسلامی ریاست میں حاکم وقت اور عام شہری قانون کی نظر میں برابر ہوتے ہیں عدلیہ کے فیصلے سب پر یکساں عائد ہوتے ہیں غلام ہو یا آقا امیر ہو یا غریب ' عالم ہو یا جاہل سب کے لیے قانون کی پابندی یکساں طور پر ضروری ہے غریب اور مفلس شخص بھی حاکم وقت کا محاسبہ کر سکتا ہے حضرت عمرؓ کو بھی مجلس میں ایک صحابیؓ نے سوال کیا کہ آپؓ نے یہ کرتا کس طرح بنوایا ہے ؟ حضرت عمرؓ کو اسی وقت وضاحت

پیش کرنا پڑی اسی طرح حضرت علیؓ ایک عام آدمی کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہوئے اور اپنے خلاف فیصلہ خوشی خوشی سنا اسلامی ریاست میں سب سے بلند و برتر اللہ کا قانون ہے ایک مرتبہ کسی فاطمہ نامی عورت نے چوری کی تو آپ کو سفارش کی گئی آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ تم سے پہلی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ وہ غرباء کو سزا دیتے تھے اور امراء کو چھوڑ دیتے تھے۔

اسلامی ریاست میں قانون کی بالاتری اور حکمرانی اسے دیگر حکومتوں سے منفرد مقام عطا کرتی ہے جہاں امراء اور غریبوں کے لئے علیحدہ قانون وضع کیے جاتے ہیں اور معاشرے کا مفاد یافتہ طبقہ قانون سے بالا تر حیثیت کا مالک ہوتا ہے لیکن ایک اسلامی ریاست میں اخلاقی اور قانونی طور پر سب لوگ قانون الٰہی کے پابند ہوتے ہیں۔

(9) **امن و سکون کا قیام :۔** اسلامی ریاست کا یہ وصف ہے کہ اس میں ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہوتا ہے تاکہ ہر شخص اپنی قابلیتوں کو پرسکون فضاء میں پروان چڑھا سکے۔ اسلامی ریاست میں نقص امن بہت بڑا جرم ہے۔ اسلام نے فتنہ کو قتل سے بھی زیادہ سنگین بتایا ہے۔ اسی لئے ایک اسلامی ریاست میں بہتان تراشی، جھوٹ اور افواہیں پھیلانے کی ممانعت کی گئی ہے اسلامی ریاست عوام الناس کو یہ یقین دلاتی ہے کہ وہ بدمعاشوں، چوروں، ڈاکوؤں اور اٹھائی گیروں سے پوری طرح محفوظ ہیں ایک اسلامی ریاست نہ صرف اندرونی امن و سکون کو یقینی بناتی ہے بلکہ ریاست کو بیرونی حملوں سے بھی بچاتی ہے۔ اس کے لئے عوام کو عسکری تربیت کی فراہمی، تعلیمی شعور اور فوج سے تعاون کا احساس اجاگر کیا جاتا ہے تاکہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا منہ توڑ جواب دیا جا سکے۔

(10) **تعلیم تربیت کا انتظام :۔** اسلام نے حصول علم کی بار بار تاکید کی ہے چنانچہ اسلامی ریاست میں

افراد قوم کی تعلیم و تربیت پر نہ صرف زور دیا جاتا ہے بلکہ ہر طرح کی تعلیم مفت فراہم کی جاتی ہے تاریخ عالم میں اسلامی ریاست کو یہ وصف حاصل ہے کہ اس میں تعلیم 'علاج اور انصاف ہمیشہ مفت فراہم کیا گیا حصول تعلیم چونکہ ہر شہری کا بنیادی حق ہے اس لئے اسلامی ریاست اپنی حدود کے اندر پرائمری ثانوی اور اعلیٰ سطح کے تعلیمی اداروں کے قیام کی ذمہ دار ہے ۔ علاوہ ازیں افراد قوم کی ذہنی و اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ کتب خانوں مطالعہ گاہوں (Reading Rooms) اور درس و تدریس کی دیگر سہولیات کی فراہمی اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل ہے ۔

11) فلاحی ریاست :۔ اسلامی ریاست حقیقی معنوں میں ایک فلاحی اور خادم خلق ریاست ہوتی ہے اسلام کی نگاہ میں ریاست کا فریضہ فقط اتنا نہیں ہے کہ وہ امن و امان قائم کرے اور ملکی دفاع کی خدمات انجام دے بلکہ اس کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نماز و زکوٰۃ کا عملی نظام رائج کرے اور زندگی کے ہر شعبے میں حقیقی مساوات قائم کرے تمام شہریوں کو خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ' بلا امتیاز بنیادی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت دے اگر اسلامی ریاست میں کہیں بھی فقر و فاقہ ظلم و ستم اور ناانصافی ہے تو اس کا خاتمہ کرے ۔ آفتاب احمد حبشی لکھتے ہیں کہ ۔

"اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داری قیام امن ' بلا امتیاز تمام شہریوں کو ضروریات زندگی کی لازمی فراہمی شامل ہے اسلامی حکومت کا کوئی شہری اگر ننگا ' طبی امداد سے محروم ' بھوکا یا جاہل رہ گیا تو سلطان وقت قابل گرفت ہے ضروریات زندگی کی لازمی فراہمی کو یقینی بنانا اسلامی حکومت کی بنیاد میں شامل ہے" ۔ ☆۳۰

اسلامی ریاست مستحق افراد کی کفالت کی ذمہ دار اور سماجی خدمات کی علم بردار ہوتی ہے جہاں صرف معیار

زندگی ہی کو بلند نہیں کیا جاتا بلکہ معیار اخلاق کو بھی بلند کیا جاتا ہے۔

12) **آزادی اظہار رائے کا حق :-** اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو اظہار رائے کی آزادی اس شرط پر دی جاتی ہے کہ وہ اس حق کو نیکی کے فروغ کے لئے استعمال کریں گے۔ عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ کے سنہری دور میں نہ صرف اظہار رائے پر کوئی قدغن نہیں تھی بلکہ افراد کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ افکار محمد کھوکھر اپنے مقالے "اسلام کا نظریہ ابلاغ" کے تحت لکھتے ہیں کہ "نبی کریمؐ کے قائم کردہ نظام میں ہر انسان کو اس کے بنیادی حقوق اور عزت تکریم حاصل تھی' ہر فرد کو آزادی اظہار کی نعمت بھی میسر تھی' کوئی عام جاہل بدو بھی مسجد نبویؐ میں ان کے بارے میں کوئی بات کہہ سکتا تھا محسن انسانیت نے اختلاف رائے کو رحمت قرار دیا تھا۔ انہوں نے ہر قسم کے ظلم و جبر اور ناانصافی کے خلاف احتجاج کو فرض قرار دے کر "جہاد" کے درجے کی نوید سنائی"۔ ☆ ۳۱

اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غلط کاموں پر ٹوکیں اور اس کے خلاف اعلان ناراضگی کر کے یہ بتائیں کہ صحیح کیا ہے جسے اختیار کرنا چاہیے۔ اسلام جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کو جہاد قرار دیتا ہے۔ اسی طرح اسلام میں ظلم و ناانصافی کے خلاف احتجاج کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

13) **جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ :-** صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں کہ "اسلامی ریاست ہر شخص کی خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ دار ہو گی"۔ ☆ ۳۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری خطبہ کے موقع پر فرمایا کہ تمہاری جانیں اور تمہارے مال

ایک دوسرے پر قیامت تک کے لئے حرام کر دیئے گئے ہیں ایک اسلامی ریاست اپنے شہریوں کی جان کے علاوہ ان کے مال و اسباب ' جائیداد ' عزت و آبرو اور نجی زندگی کا مکمل تحفظ فراہم کرتی ہیں۔ اسی لئے سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "تم باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ"۔

اسی طرح دوسروں کا مذاق اڑانے ' طنز کرنے ' برے القاب سے پکارنے اور پیٹھ پیچھے سے برائی کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اسلام کے بنیادی حقوق کی رو سے ہر آدمی کو اپنی نجی زندگی محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ غیبت ' چغل خوری اور تجسس کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اسلامی ریاست کا یہ وصف ہے کہ وہ افراد قوم کی عزت و ناموس اور جان و مال کی محافظ اور نگران ہوتی ہے اور اگر شہریوں کی جان و مال کو خطرہ لاحق ہو تو ریاست ان کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرتی ہے۔

14) بے پردگی و بے حیائی کا انسداد :- اسلام نے مرد و زن کے لئے علیحدہ دائرہ کار متعین کر دیئے ہیں اس لئے اسلامی تعلیمات کے مطابق مخلوط تعلیم ' معاشرے میں مرد و زن کے آزادانہ اختلاط اور مخلوط مجالس کی ممانعت کی گئی ہے۔ چونکہ اسلام ایک پاکیزہ اور صالح معاشرے کے قیام کا علم بردار ہے اس لئے اسلامی ریاست عورتوں کے لئے پردہ کے احکامات نافذ کرتی ہے اور حکم عدولی پر سزا بھی تجویز کرتی ہے۔

"اسلام معاشرے کی اصلاح و تربیت کا سارا کام محض قانون کے ڈنڈے سے نہیں لیتا تعلیم ' نشر و اشاعت اور رائے عامہ کا دباؤ اس کے ذرائع اصلاح میں خاص اہمیت رکھتے ہیں ان تمام ذرائع کے استعمال کے بعد اگر کوئی خرابی باقی رہ جائے تو اسلام قانونی وسائل اور انتظامی تدابیر استعمال کرنے میں بھی تامل نہیں کرتا عورتوں کی عریانی

اور بے حیائی فی الواقع ایک بہت بڑی بیماری ہے جسے کوئی بھی اسلامی حکومت برداشت نہیں کر سکتی یہ بیماری اگر دوسری تدابیر سے درست نہ ہو یا اس کا وجود باقی رہ جائے تو یقیناً اس کو از روئے قانون روکنا پڑے گا اس کا نام اگر شہری آزادی پر ضرب لگانا ہے تو جواریوں کو پکڑنا اور جیب کتروں کو سزائیں دینا بھی شہری آزادی پر ضرب لگانے کے مترادف ہے اجتماعی زندگی لازماً افراد پر کچھ پابندیاں عائد کرتی ہے افراد کو اس کے لئے نہیں چھوڑا جا سکتا کہ وہ اپنے ذاتی رجحانات اور دوسروں سے سیکھی ہوئی برائیوں سے اپنے معاشرے کو خراب کریں"۔ ☆ ۳۳

اسلامی ریاست کا یہ وصف ہے کہ یہ عورت کی عصمت و عفت کی محافظ و نگہبان ہوتی ہے اور اسلام نے عورت کی نسوانیت کی حفاظت کے لئے جو مضبوط حصار تعمیر کئے ہیں ان کی دیکھ بھال اس کا بنیادی فریضہ ہے۔ اسلامی ریاست عورتوں کی بے پردگی اور بے حیائی ختم کر کے پاکیزہ معاشرے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

15) **غیر مسلموں کی حیثیت :۔** اسلامی ریاست غیر مسلموں سے بھی احسن سلوک کرتی ہے غیر مسلموں کی حفاظت جان ' عزت و ناموس اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے اسلام اپنی مملکت میں لوگوں کو اپنی مرضی کا عقیدہ اور مسلک رکھنے کا حق عطا کرتا ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے لا اکرہ فی الدین۔ (البقرہ - ۲۵۶) ☆ ۳۴

ترجمہ :۔ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے"۔

اسلام مذہبی دل آزاری اور بحث و مناظرہ سے بھی اجتناب کی تلقین کرتا ہے پروفیسر محمد خلیل اللہ لکھتے ہیں کہ "ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو اپنے مذہب و مسلک کی پیروی اور اس کی تعلیم و تشہیر کی آزادی ہو گی مگر اس

شرط کے ساتھ کہ یہ تشہیر ریاست کے دین اس کے نظریات اور عقائد کی تضحیک یا ملامت کا سبب نہ بن سکے"۔

۳۵☆

ایک اسلامی ریاست غیر مسلموں کو وہی بنیادی حقوق دیتی ہے جو ایک مسلم شہری کا حق ہے ان کی جان و مال مسلک اور مذہب کی حفاظت کا ذمہ ریاست لیتی ہے۔

16) داعی ریاست :۔ اسلامی ریاست کی اہم خوبی یہ ہے کہ یہ افراد کی معاشی کفالت ہی نہیں کرتی بلکہ اخلاقی تعلیم اور تہذیب و تمدن کی ترویج بھی اس کے ذمہ ہوتی ہے اسلامی ریاست کے اندر پھلنے پھولنے کی صلاحیت موجود ہے۔ چنانچہ یہ دیگر اقوام اور ممالک کو متوجہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے اسلامی ریاست ایک معلم اور داعی کی حیثیت سے دیگر اقوام کو اسلام کا آفاقی پیغام پہنچاتی ہے تاکہ ان کا معیار علم و اخلاق بلند ہو اور وہ رنگ و نسل اور وطن و قومیت کے دائروں سے نکل آئیں اور ملت اسلامیہ کے جزو بن جائیں۔ آپؐ نے مدینہ کی اسلامی ریاست قائم کرنے کے بعد قیصر و کسریٰ کو خطوط لکھے اور شاہ نجاشی کو اسلام کی دعوت دی بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ادوار میں اسلامی ریاست کئی دیگر ممالک تک پھیل گئی۔

موجودہ اسلامی ریاستوں کا مختصر جائزہ

مراکش سے انڈونیشیا تک پھیلی ہوئی اسلامی دنیا آبادی کے لحاظ سے ایک ارب ۲۰ کروڑ مسلمانوں پر مشتمل ہے یہ دین فطرت کا اعجاز ہے کہ اس کے ماننے والے دنیا کے ہر حصے اور گوشے میں موجود ہیں اسلامی دنیا ایک کروڑ دس لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی ہے یہ رقبہ پورے کرہ ارض کا پانچواں حصہ ہے اس وقت دنیا کے نقشے پر تقریباً ۵۵ مسلم حکومتیں قائم ہیں چونکہ ان ممالک میں نہ صرف مسلمانوں کی اکثریت ہے بلکہ ریاست کا سرکاری مذہب بھی اسلام ہے اور حکمران بھی مسلمان ہیں مگر وہاں عملاً نہ تو اسلامی قوانین نافذ ہیں اور نہ ہی وہاں پر اسلامی روایات قائم کی گئی ہیں اور ان کا طرز حکومت بھی شاہانہ یا قوم پرستانہ ہے اس لیے انہیں مسلم حکومتیں کہا جاتا ہے لیکن ایسے ممالک جہاں پر حکمران مسلمان ہیں ملک کا نام " اسلامی جمہوریہ " ہے ملک کا دستور اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ اور رسولؐ کی مکمل پیروی کا اقرار کرتا ہے ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور وہاں اسلامی اقدار کی پاسداری کی جاتی ہے ایسی ریاستیں کس حد تک اسلامی کہلانے کی مستحق ہیں اگرچہ ان کا موازنہ مدینہ کی اسلامی ریاست سے کسی طور بھی ممکن نہیں جس طرح فرد کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے اسی طرح جب ریاست اللہ کے مقتدر اعلیٰ اور قرآن وسنت کے ماخذ قانون ہونے کا کلمہ اپنے دستور میں پڑھتی ہے تو وہ اسلامی ہو جاتی ہے۔

آج کی اسلامی دنیا میں وہ جنہیں اسلامی ریاستیں کہا جاتا ہے ان میں معدودے چند ہی ریاستیں ایسی ہیں جنھوں نے ریاست کے نام کی حد تک اپنے آپ کو اسلامی قرار دیا ہے جیسے "اسلامی جمہوریہ" یا "مملکت اسلامیہ" وغیرہ ورنہ بہت سی ریاستیں ایسی ہیں جو اپنے آپ کو "سوشلسٹ ریپبلک" یا "نیشنلسٹ ریپبلک" یا "عرب

جمہوریہ" قرار دیتی ہیں جہاں تک اسلامی آئین و قانون پر مبنی ریاستوں کا تعلق ہے تو ان کی تعداد کچھ اور کم ہو جاتی ہے اور اگر بات عملی نفاذ اسلام کی ہو جس میں زندگی کا ہر شعبہ اسلامی رنگ میں رنگ دیا گیا ہو تو ایسی ریاست شاید ہی کوئی ہو اگرچہ اس کے دعویدار مل جائیں گے

ان تلخ حقائق سے ہٹ کر دیکھا جائے اور عملی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو پاکستان ' سعودی عرب ' ایران ' سوڈان ' اور چند دیگر ممالک کو کسی حد تک اپنے اسلامی تشخص کا احساس ہے اور یہ ممالک اپنے تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اور اپنے طرز حکومت ' نظام انتخابات ' نظام معیشت اور نظام تعلیم میں اصلاحات کر کے انہیں اسلامی رنگ دینے میں مصروف عمل ہیں اور جزوی طور پر اسلامی قوانین کے نفاذ کی کوشش بھی کی گئی ہیں

پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان ایشیا کا ساتواں بڑا ملک ہے ۱۹۴۷ء میں انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہوا بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا کہ " پاکستان ایک مکمل اسلامی ریاست ہو گا جس میں عدل وانصاف اور مساوات کے اصول رائج کئے جائیں گے اور لوگوں کے درمیان اونچ نیچ کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے گا پاکستان وہ لیبارٹری ہو گا جہاں ہم دنیا کو دکھادیں گے کہ اسلام کے تیرہ سو سال پرانے اصول آج بھی اتنے ہی توانا اور صحت مند ہیں جتنے کہ وہ تیرہ سو سال قبل تھے "☆۳۶

قیام پاکستان کے بعد نفاذ اسلام کی طرف پیش رفت کی گئی قرار داد مقاصد پاس کی گئی ۱۹۷۳ء کے آئین کو تمام علماء کرام نے اسلامی قرار دیا زکواۃ عشر کا نظام قائم کیا گیا اسلامی بینکاری کو رواج کیا گیا اسلامی نظریاتی کونسل اور

وفاقی شرعی عدالت قائم ہوئیں سپریم کورٹ کی سطح پر شریعت اپیلٹ بنچ قائم کیا گیا اگرچہ نفاذ اسلام کی طرف پیش رفت کی گئی مگر یہ اقدامات جزوی اور ناکافی تھے

عالمی سطح پر پاکستان نے الجیریا کی آزادی قبرص کی خود مختاری 'عرب اسرائیل جنگ 'عراق ایران کشیدگی' جہاد افغانستان 'بیت المقدس کی بازیابی اور مسئلہ کشمیر میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا پاکستان اگرچہ اپنی نصف صدی کی عمر میں کئی معاشی معاشرتی اور سیاسی بحرانوں سے دوچار رہا مگر اس نے اپنا اسلامی تشخص بحال و برقرار رکھا ہے۔

سعودی عرب الملکت العربیہ السعودیہ (K.S.A) اسلامی دنیا کا واحد ملک ہے جس کے قومی پرچم پر کلمہ طیبہ درج ہے طرز حکومت بادشاہت ہے لیکن قوانین کا منبع شریعت اسلامی ہے علماء و شیوخ اور شاہی خاندان کے مشوروں سے نظام حکومت چلایا جاتا ہے

" یہ دنیا کا واحد ملک ہے جہاں کوئی سیاسی قیدی نہیں عدالتی کاروائی کھلی ہوتی ہے کوئی بھی شہری بادشاہ سے براہ راست ملاقات کر کے اپنی شکایت پیش کر سکتا ہے پریس پر کوئی سنسر نہیں اخبارات اپنے ضابطہ اخلاق کے پابند ہیں سرکاری اداروں پر مہذب انداز میں تنقید کی جاتی ہے "☆☆۳۷

سعودی عرب کا شمار دنیا کے امیر ترین ملکوں میں ہوتا ہے یہاں پر تیل 'سونا' چاندی 'اور لوہے کے ذخائر وافر مقدار میں موجود ہیں معیشت مضبوط ہے تعلیم مفت فراہم کی جاتی ہے سعودی عرب میں دس یومیہ اخبار نکلتے ہیں جن کی تعداد اشاعت (Circulation) ۵ لاکھ ہے جبکہ ۸۰ کی تعداد میں عربی انگریزی اور اردو میں ہفت روزہ رسالے شائع ہوتے ہیں عرب نیوز 'البلاد اور الریاض ڈیلی دو روزنامے ہیں۔

اسلامی دنیا میں سعودی عرب کو ایک منفرد مقام حاصل ہے پورے عالم اسلام میں یہ ملک بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے فلسطین 'افغانستان 'بوسینا اور عراق 'کویت جنگ میں ایک موثر ثالث کا کردار ادا کر چکا ہے بد قسمتی سے ایران اور سعودی عرب کے تعلقات کشیدہ ہیں جو کہ ایک المیہ سے کم نہیں عالمی سطح پر سعودی عرب بہت سے ترقی پذیر اسلامی ممالک کو مالی امداد فراہم کرتا ہے خلیج کی جنگ کے دوران امریکہ اور دیگر یورپی اتحادی افواج کی سعودی عرب آمد سے یہ ملک بہت سے معاشرتی و عسکری مسائل سے نبرد آزما ہے

<u>ایران</u> آیت اللہ روح اللہ خمینی کی قیادت میں یکم فروری ۱۹۷۹ء کے اسلامی انقلاب سے پہلے ملک کا نام کشور شہنشاہی ایران تھا لیکن انقلاب کے بعد اس کا نیا نام اسلامی جمہوریہ ایران رکھا گیا اور جھنڈے پر اللہ کا لفظ درج کیا گیا ۵ کروڑ بارہ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ایران اسلامی دنیا میں اہم مقام رکھتا ہے "دسمبر ۱۹۷۹ء کے آئین کی رو سے تمام معاملات اسلامی اقدار جعفری شیعہ مسلک کے مطابق چلائے جاتے ہیں صدر عوام کے ووٹوں سے ۴ سال کے لیے منتخب ہوتا ہے" ☆۳۸

ایران عراق جنگ سے ایران کی معیشت کو سخت نقصان پہنچا اور پٹرولیم کی پیداوار کافی متاثر ہوئی ایران میں اسلامی معیشت اور اسلامی نظام تعلیم کو فروغ دیا گیا ہے ملک میں عموماً پردے کے اسلامی احکامات کا نفاذ ہے اور عدالتیں بھی اسلامی قوانین کے مطابق فیصلے کرتی ہیں ملک میں یکے بعد دیگرے کئی انتخابات ہو چکے ہیں جن میں حکمران پارٹی کو برتری حاصل رہی ہے

<u>سوڈان</u> سوڈان براعظم افریقہ کا سب سے بڑا ملک ہے جس کی آبادی ۲ کروڑ ۱۲ لاکھ ہے سرکاری زبان عربی

ہے ' عربی ذریعہ تعلیم پر مبنی یکساں نصاب تعلیم رائج کیا گیا ہے قوم کے ہر فرد کے لیے فوجی تربیت لازمی ہے سیاست ' تعلیم ' معیشت ' اور معاشرت میں انقلابی تبدیلیاں کی گئی ہیں "سوڈان کا شمار غریب ترین ملکوں میں ہوتا ہے قحط خانہ جنگی اور سیلابوں نے اس کی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے" [۳۹]

صدر جعفر النمیری نے ۱۹۸۳ء میں اسلامی قوانین اور شرعی سزائیں نافذ کیں اور نئے سیاسی نظام کو فکری اور نظریاتی بنیادوں پر قائم کیا اور سوڈان کے دستور میں مذہب کو کلیدی حیثیت عطا کی جنرل عمر حسن احمد البشیر فوجی انقلاب کے قائد ہیں انہوں نے بھی زندگی کے مختلف شعبوں میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کا اعلان کیا ہے اسی وجہ سے مغرب نے سوڈان کو "دہشت گرد" کا خطاب دیا ہے سوڈان کی انقلابی کمان کونسل کے مطابق سوڈان ایک وفاقی ریاست کی طرف قدم بڑھا رہا ہے اور اپنی معیشت و صنعت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر رہا ہے

<u>افغانستان</u> وسطی ایشیاء کا ملک افغانستان انقلابات کی سرزمین ہے ۔ یہاں کی [illegible] فیصد آبادی مسلمان ہے افغانستان کا عمومی تشخص "اسلامی" ہی رہا ہے یہاں پر اسلامی روایات کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے ۔ سوویت یونین کے پڑوس میں واقع ہونے کی وجہ سے یہاں پر اگرچہ "اشتراکیت" کے بیج بونے کی کوشش کی گئی مگر افغان عوام نے اسے بری طرح ناکام بنا دیا ۔ نتیجتاً سوویت یونین نے اپنی سرخ فوج سے پورے افغانستان کو خونی غسل (Blood Bath) دیا پندرہ لاکھ افغان عوام نے آزادی کے لئے جان قربان کر دی ۔ ۳۰ لاکھ ہجرت پر مجبور ہوئے مگر انہوں نے اس جدید دور میں بدر و حنین کے جذبے کی یاد تازہ کر دی ۔

حزب اسلامی ' جمعیت اسلامی ' اتحاد اسلامی ' حرکت انقلاب اسلامی یہاں کی مشہور جماعتیں ہیں ' روسی افواج

کی واپسی اور کمیونزم کے خاتمے کے باوجود بدقسمتی سے ابھی تک افغان رہنما اپنے اور اپنے ملک کے مستقبل کا فیصلہ کرنے سے عاجز ہیں' افغانستان کی بڑھتی ہوئی خانہ جنگی عالم اسلام کے لئے تشویش کا باعث ہے۔

الجزائر الجزائر کی آبادی دو کروڑ ۳۸ لاکھ ۴۹ ہزار ہے الجزائر کا ۸۶ فیصد حصہ صحراء پر مشتمل ہے الجزائر کو ایک طویل جنگ کے بعد تین جولائی ۱۹۶۲ء کو فرانس کے قبضہ سے آزادی ملی اسلامی محاذ نجات ((Islamic Salvation Front) ملک کی مضبوط ترین پارٹی ہے اس کے تین لاکھ ارکان ہیں عباس مدنی اس کے رہنما ہیں الجزائر کی قومی و سرکاری زبان عربی ہے اسلامی محاذ نجات نے ۱۹۹۱ء کے انتخابات میں بھاری اکثریت حاصل کی تھی مگر فوج نے مداخلت کر کے عنان اقتدار اس کے سپرد نہ کی۔ نتیجتاً فرنٹ نے علیحدہ عبوری حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ الجزائر میں مسلسل بدامنی اور خانہ جنگی کی صورت حال ہے۔

عراق عراق کا سرکاری نام سوشلسٹ ریپبلک آف عراق ہے' بغداد دارالحکومت ہے عراق کی آبادی ایک کروڑ ۶۶ لاکھ ۳۰ ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ یہ زرخیز میدانی ملک ہے صدر صدام حسین تاحیات ملک کے صدر ہیں ملک کا ذریعہ آمدنی تیل ہے عراق دس سال تک ایران کے ساتھ بے مقصد جنگ میں مصروف رہا ہے جس کی وجہ سے دونوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے اس جنگ کے دوران عراق کو کویت' سعودی عرب اور امریکہ کی پشت پناہی حاصل تھی ۱۹۹۰ء میں عراق نے پڑوسی اسلامی ملک کویت پر قبضہ کر لیا چنانچہ امریکہ اور اس کے یورپی اتحادیوں کو سعودی عرب اور کویت میں قدم جمانے کا سنہری موقع ملا امریکہ اور یورپی ممالک کی حکمت عملی کامیاب رہی مغربی

قوتیں عراق کو تنہا (isolate) کرنے میں کامیاب رہیں اور یوں عراق جو ایٹمی صلاحیت سے مالا مال تھا' نے نہ صرف اپنی تباہی کروائی بلکہ کویت کے تیل کے کنوؤں کو آگ لگا کر اسے ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عراق کو نہ صرف سعودی عرب اور کویت جیسے مخلص دوستوں سے ہاتھ دھونا پڑا بلکہ بیشتر اسلامی ممالک کی مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا

بوسنیا بوسنیا ہرزی گووینیا ۴۴ لاکھ کی آبادی کا مسلم ملک ہے جس کی آزادی کو یورپ اور اقوام متحدہ تسلیم کر چکے ہیں بوسنیا نے سابقہ یوگوسلاویہ کی دوسری جمہوریتوں کے نقش قدم پر اپنی آزادی کا اعلان کیا تو سرب جمہوریہ نے اسے تسلیم نہ کیا بلکہ حملہ کر کے ۷۰ فیصد علاقے پر قبضہ کر لیا بوسنیا کی نو آزاد مسلم ریاست کے پاس نہ فوج تھی نہ اسلحہ یوں بوسنوی مسلمان سربوں کی وحشت و بربریت کا شکار ہوئے سربوں نے بوسنیا کی مسلمان آبادیوں کا محاصرہ کیا ان پر گولہ باری کی' عمارتوں کو مسمار کیا عورتوں کی عصمت دری کی بچوں کو ذبح کیا اور ہر مسلمان کا بلا دریغ قتل عام شروع کر دیا تاکہ یورپ کے قلب میں واقع اسلامی ملک کا پیدا ہوتے ہی گلہ گھونٹ دیا جائے

بوسنیا علمی' فکری' معاشی اور معاشرتی طور پر ایک ترقی یافتہ ملک ہے یہ مسلمانوں کا نمائندہ ملک (Leading country) بننے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے اسی لئے یہودی اور عیسائی اس مسلمان ملک کو نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں اب تک بوسنیا میں ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان شہید ہو چکے ہیں پندرہ لاکھ افراد اطراف کے ملکوں میں ہجرت کر چکے ہیں لاکھوں عقوبت خانوں میں قید ہیں

بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق "ایک لاکھ کے قریب لوگ ہلاک کیے جا چکے ہیں توکا شہر میں ۵ فیصد مسلمان تھے آج ایک بھی نہیں ' بوسنیا میں سینکڑوں مساجد گولہ باری سے منہدم کی جا چکی ہیں بوسنیا کی معیشت کی جاہی کا اندازہ ایک سو ارب ڈالر کے مساوی ہے یہ سب کچھ مہذب یورپ کے قلب میں ہو رہا ہے" ☆۴۰

اقوام متحدہ نے بوسنیا کے لئے تقسیم کا منصوبہ تیار کیا ہے قومیت کی بنیاد پر ہونے والے اس منصوبے کو بوسنیا کے صدر عالی جاہ عزت بیگ تسلیم کر چکے ہیں بوسنیا کو ہتھیاروں کی سپلائی بند ہے اقوام متحدہ کی فوج بوسنیا میں جنگ بندی کے لئے کوشش کر رہی ہے پاکستان ' سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک کی طرف سے بوسنیا کی امداد کی جا رہی ہے

ان اہم ممالک کے علاوہ بنگلہ دیش ' ترکی ' مصر ' برونائی دارالسلام ' انڈونیشیا ' البانیہ ' یمن ' یوگنڈا ' ملدیپ ' مراکش ' ملائشیا ' نائیجیریا ' صومالیہ اور بحرین کے علاوہ عرب ممالک ' اردن ' لیبیا ' کویت ' قطر........ وغیرہ بھی اسلامی دنیا کا اہم حصہ ہیں

علاوہ ازیں سوویت یونین کی نو آزاد چھ مسلم ریاستیں ' ازبکستان ' تاجکستان ' کرغیزستان ' آذر بائیجان ' قازقستان اور ترکستان ہیں اسلامی دنیا نے ان ریاستوں کی عالم اسلام میں واپسی پر ان کا خیر مقدم کیا ہے پاکستان ' ترکی ' ایران اور سعودی عرب نے ان چھ ممالک سے ثقافتی ' معاشی ' تجارتی اور سیاسی سمجھوتے کیے ہیں اور ان ریاستوں سے زمینی اور فضائی رابطے استوار کر لئے ہیں امید کی جاتی ہے کہ یہ نو آزاد ریاستیں جلد ہی اپنا اسلامی تشخص اور اسلامی طرز حکومت بحال کر لیں گی

یہ بات بہت اہم ہے کہ تقریباً تمام اسلامی ممالک قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہیں لیکن وسائل کے باوجود یہ اسلامی ممالک بہت سے سیاسی و اقتصادی مسائل سے دوچار ہیں عالمی سیاست اور حالات کی صورت گری میں ان کی کوئی موثر حیثیت نہیں ' امریکہ ' برطانیہ ' روس اور اسرائیل ان کے استحصال میں پیش پیش ہیں یورپ کی مادہ پرستی ' لادین تہذیب اور وسیع ثقافت سے اسلامی اقدار اور اسلامی طرز زندگی کو خطرات لاحق ہیں مغربی ممالک جدید اسلحہ اور لادین تہذیبی یلغار سے اسلامی ممالک کی نظریاتی و دینی بنیادوں کو مسمار کر رہے ہیں کبھی قومیت کے نام پر مسلمانوں کو لڑایا جاتا ہے کبھی مذہبی تفرقہ پیدا کیا جاتا ہے کبھی مسلمان معاشروں میں بے حیائی کو فروغ دیا جاتا ہے اور کبھی عالمی اداروں ورلڈ بنک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے ذریعے ان ممالک کی معیشت کو کنٹرول کیا جاتا ہے عرب ممالک کو چھوٹی چھوٹی اور کمزور ریاستوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے استعمار نے ان ممالک میں اپنے اقتصادی و سیاسی غلبے کے لئے ان کی پیٹھ میں اسرائیل کا خنجر گھونپ دیا ہے اس طرح محاذ آرائی ' کشمکش اور اسلحہ کی خریداری کا مستقل انتظام کر دیا گیا ہے عرب ممالک پر اسرائیل کے ذریعے تین جنگیں مسلط کی جا چکی ہیں افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ بیشتر اسلامی ممالک کی قیادت غیروں کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہے مسلم ممالک کا اتحاد ایک بڑی اور عالمی سیاسی قوت ثابت ہو سکتا ہے "اگر مسلم ممالک متحد ہو جائیں تو وہ خود دنیا میں سب سے بڑی قوت بن کر ابھر سکتے ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق روسی بلاک کو چھوڑ کر ' دنیا کے وسائل کا 75 فیصد حصہ اسلامی ملکوں کے پاس ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ سرمائے اور وسائل کے باوجود اسلامی دنیا صارفین کی دنیا بن کر رہ گئی ہے" ☆۳۱

امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر (NEW WORLD ORDER) کی حقیقی تعبیر امریکہ و یہودیوں کی پوری دنیا پر حاکمیت کی خواہش ہے اس خواب کو مسلمان ملکوں کا اتحاد ہی پاش پاش کر سکتا ہے مسلم ممالک کی مشترکہ منڈی (Common Market) مشترکہ بینکنگ سسٹم اور مشترکہ فوج کی ضرورت جتنی آج ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی کیونکہ مسلمانوں کے عالمی مسائل فلسطین میں بیت المقدس کی بازیابی ' افغانستان میں امن کی بحالی ' سوڈان کی قحط سالی ' بوسنیا میں جنگ بندی اور کشمیر کی آزادی جیسے مسائل اقوام متحدہ کی بجائے عالمی مسلم بلاک ہی حل کر سکتا ہے اگر مستقبل میں ایسا کوئی مسلم بلاک قائم ہوا تو بقول علامہ اقبال

دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے

حوالہ جات باب چہارم

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر	مصنف / مؤلف	شائع کردہ	سن اشاعت
۱	تعارف مدنیت	91	محمد امین جاوید	ایوانِ ادب - لاہور	1992
2	اسلامی نظریہ حیات	470	پروفیسر خورشید احمد	شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی	1982
3	″	470	″	″	″
4	اسلامی ریاست	489	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ - لاہور	1985
5	القرآن سورۃ الاعراف آیت نمبر 8				
6	″ سورۃ الحشر آیت نمبر 7				
7	″ سورۃ النساء آیت نمبر 65				
8	اسلامی ریاست	184	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ - لاہور	1985
9	مسلمانوں کا نظم مملکت	24	مترجم مولوی علیم اللہ صدیقی	دارالاشاعت کراچی	1958
۱۰	تہذیب اسلامی	236	محمد ارشد خان بھٹی	ابصار الادب - لاہور	1991
۱۱	ماہنامہ "اشراق" لاہور	39	جاوید الغامدی	دارالاشراق - لاہور	اکتوبر 1985
۱2	تہذیب اسلامی	236	محمد ارشد خان بھٹی	ابصار الادب لاہور	1991
13	القرآن سورۃ الحج - آیت 41				

14	القرآن سورۃ الحدید آیت 28				
15	اسلامی ریاست	135	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1985
16	القرآن، سورۃ آل عمران آیت 110				
17	اسلامی ریاست	375	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1985
18	"	335	"	"	"
19	اسلام کا نظام حیات	17	"	"	1986
20	فکر و افکار	72	پروفیسر محمد خلیل اللہ	شعبہ تصنیف، تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی	1984
21	اسلامی ریاست	18	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1985
22	انسانیت پر اسلام کے احسانات	48	پروفیسر سید محمد سلیم	مضمون مطبوعہ ماہنامہ "فاران" کراچی	جولائی 1994
23	افکارِ معلم۔ لاہور	32	"	ادارہ تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ پاکستان لاہور	مارچ 1994
24	اسلامی ریاست	708	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1985
25	فکر و افکار	70	پروفیسر محمد خلیل اللہ	شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ۔ کراچی	1984
26	اسلامی تہذیب	231	پروفیسر محمد ارشد خان بھٹی	اصباح الادب لاہور	1991
27	القرآن (یوسف) آیت نمبر 56				
28	" (شوریٰ) آیت نمبر 38				
29	فکر و افکار	89	پروفیسر محمد خلیل اللہ	شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی	1984
30	اسلام کو پھیلاؤ	157	آفتاب احمد شمسی	مکتبہ البنیان۔ لاہور	1984
31	صحافتی ذمہ داریاں	25	احسن اختر ناز	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
32	اسلام ایک نظر میں	235	صدر الدین اصلاحی	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور	1967

33	عورت۔ اسلام کی نظر میں	14	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	مکتبہ منصورہ۔ لاہور	1984
34	القرآن۔ البقرہ آیت نمبر 256				
35	فکر و افکار	92	پروفیسر خلیل اللہ	شعبہ تصنیف تالیف و ترجمہ کراچی	1984
36	روزنامہ پاکستان ٹائمز				13 جنوری 1948
37	مسلم دنیا	164	فیض احمد شہابی	المنار بک سنٹر لاہور	1990
38	"	94	"	"	"
39	"	177	"	"	"
40	ترجمان القرآن	5	۔	ادارہ ترجمان القرآن۔ لاہور	ستمبر 1992
41	مسلم دنیا	8	مؤلف فیض احمد شہابی	المنار بک سنٹر۔ لاہور	1990

باب پنجم

ابلاغ عام کے مروجہ نظریات

- جبریت کا نظریہ ابلاغ

(AUTHORITARIAN CONCEPT OF COMMUNICATION)

- حریت کا نظریہ ابلاغ

(LIBERTARIAN CONCEPT OF COMMUNICATION)

- سماجی ذمہ داری کا نظریہ ابلاغ

(SOCIAL RESPONSIBILITY CONCEPT OF COMMUNICATION)

- اشتراکیت کا نظریہ ابلاغ

(COMMUNIST CONCEPT OF COMMUNICATION)

- حوالہ کتب

ابلاغ عام کے مروجہ نظریہ ہائے ابلاغ (Authoritarian Concept of Communication)

جبریت کا نظریہ ابلاغ

ابلاغ عام کے کسی بھی نظریہ کا گہرا تعلق حکومت اور سیاسی نظام سے ہوتا ہے آمرانہ طرز حکومت میں چونکہ عوام حکومت میں شامل نہیں ہوتے اس لیے حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کا بھی کوئی حق نہیں رکھتے اسی طرح ابلاغ عام کے تمام ذرائع بھی چونکہ حکومت کے زیر تسلط ہوتے ہیں اس لیے یہ ذرائع وہی کچھ پیش کرتے ہیں جو حکومت چاہتی ہے بلکہ ذرائع ابلاغ آمریت 'شہنشاہیت 'مارشل لاء حکومت یا موروثی اقتدار کو مستحکم بنانے اور دوام بخشنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں پندرھویں سولہویں صدی کے شاہی نظاموں میں اس نظریہ نے فروغ پایا اس دور میں اقتدار کسی ایک آمر مطلق کے اختیار میں ہوتا تھا اور پورے معاشرے پر ایک گھٹن کی فضا طاری رہتی تھی اس نظریہ کے فلسفیوں کے خیال میں افراد ریاست کے ماتحت ہوتے ہیں اور ریاست کے مفادات پر کسی کی بالا دستی قبول نہیں کی جاسکتی۔

"Modern Communication was born in 1450 into an authoritarian society. The essential characteristic of an authoritarian society is that the state ranks higher than the individual in the scale of social values." ☆1

کلیت پسندی کے نظریہ ابلاغ کے مطابق تمام تر اختیارات عوام کی بجائے ریاست کو حاصل ہوتے ہیں سترھویں صدی میں یہ نظریہ مختلف ممالک میں اپنے عروج پر تھا اس نظریہ کے بانیوں میں پہلا نام افلاطون کا ہے

جبکہ میکاولی ' ہابس ' ہیگل ' ژرانسکی نے اس نظریہ کی زبردست تائید کی اور کہا کہ ریاست کی بالادستی کے تصور کو ہر شے پر فوقیت دی جانی چاہیے اس نظریہ کے مفکرین کا کہنا تھا کہ ذرائع ابلاغ کو قومی مقاصد کی جدوجہد میں بے جا تنقید سے باز رہنا چاہیے شمس الدین سعدی لکھتے ہیں کہ

" ابلاغ کے آمرانہ نظریہ کی بنیاد ۱۵۰۰ء میں قائم ہوئی اس زمانے میں مطلق العنانیت کا دور دورہ تھا اس کی بنیاد اس نظریے پر رکھی گئی کہ بادشاہت خدا کا عطیہ ہے اس نظریہ کو جن فلسفیوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے فروغ دیا ان میں سقراط ' افلاطون ' ہیگل ' میکاولی ' ہابس اور ژرانسکی وغیرہ شامل ہیں "☆۳

آمرانہ نظریہ ابلاغ میں حکمران اپنے عرصہ اقتدار کو مضبوط کرنے اور طول دینے کے لیے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتے تھے ۔ عوام کی سماعت و بصارت سلب کرلی جاتی ۔ رائے عامہ کو دبادیا جاتا اور ایک آمر مطلق عقل وشعور اور زبان وقلم پر پہرے بٹھاکر ذرائع ابلاغ کو اپنی مرضی سے استعمال کرتا تھا پروپیگنڈے اور اطلاعات کے تمام ذرائع حکومت کے استحکام و دوام اور آمر کی ذات کے لیے مختص ہوتے تھے اس نظام میں اطلاعات کا بہاؤ اوپر سے نیچے کی طرف ہوتا تھا حکومت کے فیصلوں پر کسی کو تنقید یا نکتہ چینی کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی اس نظریہ کو "ٹیوڈرون نے انگلستان میں بوربونز (Borbons) نے فرانس میں اور ہیپس برگز (Haps Burgs) نے اسپین میں ایک ادارے کی شکل دی "☆۳

شام کے حمی النجار اپنی کتاب "مسلم گھرانے پر ذرائع ابلاغ کے اثرات " میں لکھتے ہیں کہ

" جرمنی میں نازیوں نے اور اٹلی میں فسطائیوں نے اسے اختیار کیا اور عملی تطبیق دی اور وہیں سے

تمام دنیا کی آمریتوں نے علی العموم اور اسلامی دنیا کی آمریتوں نے علی الخصوص اسے اختیار کیا ان تمام نظاموں میں ذرائع ابلاغ ظلم و فساد اور استحصال کو خوبصورت اور مزین بنا کر پیش کرتے رہتے ہیں اور حکمرانوں کی مدح و ثناء کے نقارے پیٹتے رہتے ہیں "☆۴

بعد میں یہ نظریہ جاپان روس جرمنی پرتگال میں نافذ کیا گیا بہت سے اسلامی ممالک عراق ایران لیبیا اور سعودی عرب میں بھی یہ نظریہ اپنایا گیا جنوبی افریقہ ایشیا اور مشرق وسطی کے کئی ممالک میں اسے رائج کیا گیا اس نظریہ ابلاغ میں یہ نظریہ کارفرما تھا کہ کچھ افراد یا خاندان پیدائشی طور پر حق حکمرانی رکھتے ہیں چنانچہ بادشاہ اور حکمرانوں نے اسے پروان چڑھایا اور مذہبی پیشواؤں نے اس کی تائید کی تاکہ حکومت پر ایک مخصوص گروہ کی اجارہ داری برقرار رہے یہ نظریہ صدیوں عملاً کارفرما رہا ہے اس کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کو آمر مطلق کی مرضی اور ضرورت کے تابع ہونا چاہیے۔

آمرانہ طرز حکومت میں عام شہری کو سیاسی معاشی تعلیمی اور قومی مسائل سمجھنے سے عاری سمجھا جاتا تھا اس لیے عوام اور ذرائع ابلاغ کو یہ حق نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ حکومت کی پالیسی کے بارے کوئی سوال کریں یا اس کی پالیسی یا کسی پروگرام کے عملی نفاذ کے لیے تجاویز پیش کریں۔ کلیت پسندی کے اس نظام کے بارے میں پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ " آمرانہ طرز حکومت میں یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا کہ سچائی تک تمام قوم کی رسائی ہو سچائی صرف چیدہ چیدہ افراد کے لیے ضروری سمجھی جاتی تھی اور افراد یہ فیصلہ کرتے کہ جو اطلاعات ان کے پاس ہیں ان میں سے کونسی عوام کے لیے غیر ضروری یا مضر ہو گی " ☆۵

گویا حکمران طبقے کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ کونسی اطلاعات عوام کو دینا چاہتے ہیں اور کونسی عوام سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ خبریں اطلاعات اور پیغامات عوام تک پہنچائے جاتے جن سے مقتدر طبقہ کے مفادات کو تقویت ملتی پروفیسر ڈاکٹر محمد شمس الدین لکھتے ہیں کہ "پیغام رسانی میں یہ بات ملحوظ خاطر رکھی جاتی کہ لوگوں تک ایسی معلومات نہ پہنچائی جائیں جس سے اختلاف رائے پیدا ہونے کی گنجائش ہو اختلاف رائے کی کم سے کم گنجائش پیدا کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ایسی صورت احوال بتانے سے گریز کیا جائے جس سے حکمران طبقے کے مفادات پر ضرب پڑتی ہو"☆☆٦

آمرانہ طرز حکومت میں حکمران طبقہ نے اپنے مخالفین کو دبانے کے لیے قوانین کا سہارا بھی لیا چنانچہ پریس سے متعلق ایسے قوانین رائج کیے گئے جن میں حکمران طبقہ سے اختلاف رائے رکھنے والے حضرات اور مخالفین کو دبانے کے لیے سزائیں تجویز کی گئی تھیں عام طور پر غداری اور بغاوت کے جرم میں اہل قلم کو گرفتار کر کے سخت سزائیں دی جاتی تھیں جن ممالک میں مارشل لاء یا بادشاہی نظام قائم ہیں وہاں پر آج بھی مقتدرانہ نظریہ ابلاغ پر عمل ہو رہا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور سماجی و معاشی ترقی ' حریت فکر کی تحریکوں اور خواندگی میں اضافے کی وجہ سے اس نظریہ کی گرفت بتدریج ڈھیلی ہوتی گئی ہے پریس سے متعلق بہت سے ضابطہ اخلاق اور خود انضباطی کے قوانین روبعمل ہیں لیکن آج بھی ترقی پذیر ممالک کے ذرائع ابلاغ پر وہ پابندیاں عائد ہیں جو ١٧ویں اور ١٨ویں صدی میں یورپ اور امریکہ کے ذرائع ابلاغ پر عائد تھیں مختلف ممالک کے ذرائع ابلاغ اپنی حکومتوں کے مزاج اور معاشی و معاشرتی حالات کے مطابق کام کر رہے ہیں بہت سے ممالک میں برقی ذرائع ابلاغ مکمل طور پر

حکومت کے کنٹرول میں ہیں جبکہ اخبارات ورسائل اگرچہ نجی ملکیت میں شائع کرنے کی اجازت ہے مگر ان میں بھی کوئی بات حکومت یا آمروقت کے خلاف نہیں لکھی جا سکتی غرض یہ کہ یہ نظریہ کسی نہ کسی صورت میں آج بھی قائم وجاری ہے آمریت کے اس نظریہ ابلاغ کے چیدہ چیدہ نکات حسب ذیل ہیں۔

۱) ریاست کو عوام اور عوامی رائے پر ترجیح دی جاتی ہے

۲) حکومت اپنے مقاصد کے فروغ کے لیے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتی ہے۔

۳) اظہار رائے کی آزادی کا بنیادی حق سلب کر لیا جاتا ہے۔

۴) حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی اخبار یا کوئی رسالہ شائع نہیں ہو سکتا۔

۵) تمام افراد تک اطلاعات کی رسائی ضروری تصور نہیں کی جاتی۔

۶) اشتراکیت اور آمریت کے نظریہ ابلاغ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اشتراکیت میں تمام ذرائع ابلاغ ریاست کا لازمی حصہ ہوتے ہیں۔

۷) افلاطون ' سقراط ' ہیگل ' اور ہابس نے اس نظریے کو فروغ دیا۔

۸) اطلاعات کا بہاؤ اوپر سے نیچے کی طرف ہوتا ہے۔

۹) مخالفین کو دبانے کے لیے قوانین کا سہارا لیا جاتا ہے۔

۱۰) یہ نظریہ کسی نہ کسی صورت میں آج بھی جاری ہے۔

حریت کا نظریہ ابلاغ (Libertarian Concept of Communication)

آمریت کے خلاف پیدا ہونے والے جذبات و احساسات نے عوام کو حریت پسندی کے نظریہ کی طرف مائل کیا چنانچہ تعلیم و شعور بیداری آزادی انسانیت اور روشن خیالی کے نام سے تحریکیں اٹھیں اور غیر انسانی قوانین سے نجات حاصل کرنے کی اجتماعی کوششیں شروع ہوئیں جمہوریت کا دور دورہ ہوا تو عقلیت پسند مفکرین ابلاغیات نے آزادی کا نظریہ دیا جان لاک مل (Mill) جیفرسن 'ملٹن' ڈیسکارٹس حریت پسندی کے نظریہ ابلاغ کے معروف مبلغین میں شمار کئے جاتے ہیں یہ نظریہ مشہور فلسفی جان لاک کے اس نظریہ پر مبنی تھا کہ ریاست کی قوت کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں ملٹن نے نظریات کے تبادلے کی کھلی مارکیٹ اور خود اصلاحی عمل کے تصورات پیش کئے ایک دوسرے ابلاغیات کے ماہر جیفرسن نے ان نظریات کی تائید کی اور کہا کہ ہر نظریے کو معاشرے میں پھولنے پھلنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے ابلاغ کے اس نئے اور اچھوتے نظریے نے عوام کو بے حد متاثر کیا اس نظریہ کو مقبول بنانے میں ۱۷ویں اور ۱۸ویں صدی کے مفکرین نے اہم کردار ادا کیا۔

"The new theory put its roots down into the kind of intellectual change represented by the Enlightenment of the seventeenth and eighteenth centuries. This was one of the most Revolutionary intellectual movements of all times." ☆ ۷

اگرچہ اس نظریہ کی داغ بیل انگلینڈ میں ڈالی گئی لیکن مغرب میں اس نظریہ کا تصور درحقیقت آزادی اجتماع 'آزادی اظہار رائے 'آزاد معیشت 'آزاد تجارت اور آزادانہ سیاسی نظام کے تصور سے لیا گیا تھا چنانچہ ذرائع ابلاغ

کی آزادی کے تصور نے جلاپائی اور حریت پسندی کا نظریہ وجود میں آیا عابد مسعود تھای لکھتے ہیں کہ

" یہ نظریہ مطلق العانیت کے نظریہ ابلاغ کے رد عمل کے طور پر وجود میں آیا سولہویں صدی میں آمرانہ نظریہ عروج پر تھا سترہویں صدی میں جب یورپ کے اندر ذہنی بیداری پیدا ہوئی تو آزاد نظریہ روشناس ہوا اس نظریہ کی تشکیل و تحقیق میں سائنسی وجغرافیائی دریافتیں انسانی شعور واستدلال ، درمیانے طبقے کے لوگ ، چرچ کے خلاف رد عمل تحریک انسانیت اور بیداری جیسے عناصر کا بہت عمل دخل ہے " ۸☆

ابلاغیات کے ماہرین دانشوروں اور فلسفیوں نے آزاد پسندی کے نظریہ کے حق میں دلائل دیئے اور فرد کو اختلاف رائے کی آزادی اور عوام کو ان کے بنیادی حقوق دلانے کی جدوجہد میں اپنا کردار ادا کیا۔ مل (Mill) نے کہا کہ آزادی قدرت کا دیا ہوا عطیہ ہے ہر فرد کو اس وقت تک سوچنے اور عمل کرنے کی آزادی ہونی چاہیے جب تک وہ ایسا کرتے ہوئے دوسرے فرد کو نقصان نہ پہنچائے یہ وہ زمانہ تھا جب تہذیبی ترقی معاشی خوشحالی ، صنعتی و زرعی ٹیکنالوجی میں اضافے اور تجارت میں آزادانہ مقابلے کی وجہ سے اقوام عالم بیدار ہو رہی تھیں ۔ آزادی نسواں کی تحریک زوروں پر تھی اور تعلیمی اقتصادی اور سیاسی نظام کو جدید رجحانات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے کوششیں جاری تھیں چنانچہ ابلاغیات کے ماہرین نے کہا کہ ذرائع ابلاغ کو حکومتی کنٹرول سے آزاد ہونا چاہیے اور ہر شخص کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے اپنا نظریہ پیش کرنے کا حق ملنا چاہیے ذرائع ابلاغ کو حقائق کی تلاش اور انہیں عوام تک جوں کا توں پیش کرنے کے لیے سرگرم عمل رہنا چاہیے ۔

"In place of more formal controls libertarianism chooses to trust the self.

Righting process of truth, This impies that ideas must have Access to the channels of communication," ☆۹

آزادی پسندی کے نظریہ کے تحت ذرائع ابلاغ کو ہر قسم کی آزادی میسر ہوتی ہے تمام ذرائع ابلاغ ریڈیو ٹیلی ویژن اور اخبارات و جرائد حکومت کی پالیسیوں کی تائید وحمایت اور مخالفت کا حق رکھتے ہیں ابلاغ عام کے ذرائع کھلی مارکیٹ میں جو چاہیں پیش کرسکتے ہیں چنانچہ ذرائع ابلاغ کو سخت مقابلہ درپیش ہوتا ہے ذاتی طور پر ہر شخص یا ادارہ اپنا رسالہ پبلشنگ ادارہ ریڈیو سٹیشن ' ٹیلی ویژن سنٹر ' نیوز ایجنسی ' فلم سٹوڈیو قائم کرسکتا ہے چنانچہ ذرائع ابلاغ کی کثرت سے حکومت یا کوئی ایک ادارہ یا جماعت رائے عامہ پر ہمیشہ اثر انداز نہیں رہ سکتی چنانچہ امریکہ اور برطانیہ کے ذرائع ابلاغ عوام کو یہ موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے نشریات دیکھیں اخبار پڑھیں اور ان پر تبصرہ کریں یہ عوام کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ کے پروگراموں کو سند عام دیں یا انہیں مسترد کردیں اس نظریہ میں عوامی رائے کی بے حد اہمیت دی جاتی ہے پروفیسر ڈاکٹر محمد شمس الدین لکھتے ہیں کہ

" حریت پسندی کے نظریہ کے مطابق ذرائع ابلاغ کے بنیادی مقاصد خبر رسانی اور تفریح کا مواد فراہم کرنا ہے اشتہار و خدمات کی تشہیر بھی اسی میں شامل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کو اقتصادی امداد ملتی رہے تاکہ معاشی آزادی کی ضمانت حاصل ہو سکے ذرائع ابلاغ کا مقصد سچ کی دریافت اور تلاش میں مدد کرنا ہوتا ہے" ☆۱۰

حریت پسندی کے نظریے ابلاغ میں ذرائع ابلاغ عوام کو سچی خبروں اور اطلاعات کے ساتھ ساتھ تفریح اور دیگر معلومات بھی فراہم کرتے ہیں عوام کو سماجی تعلیمی،معاشی اور سیاسی مسائل سے آگاہ کیا جاتا ہے اس نظریہ کے

تحت ذرائع ابلاغ دن رات لمحہ بہ لمحہ کی اطلاعات اور خبریں عوام تک پہنچاتے ہیں چونکہ ذرائع ابلاغ کسی بیرونی دباؤ سے آزاد ہوتے ہیں اس لیے بعض اوقات ہتک آمیز تحریریں فحش تصاویر اور نجی زندگی میں مداخلت کرنے سے بھی باز نہیں رہتے جس سے معاشرے میں بہت سی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں یہ نظریہ نیوزی لینڈ' امریکہ' برطانیہ' کینیڈا' ناروے اور سویڈن میں رو بعمل رہا ہے اس کے چیدہ چیدہ نکات حسب ذیل ہیں۔

۱) اس نظریہ کی پیدائش آمریت کے نظریہ ابلاغ کے رد عمل کی وجہ سے ہوئی۔

۲) "ریاست کی قوت کا سرچشمہ عوام ہیں" جان لاک کا یہ نظریہ اس کی بنیاد بنا۔

۳) ذرائع ابلاغ بیرونی دباؤ سے بالکل آزاد ہوتے ہیں۔

۴) افراد اور اداروں کو ذرائع ابلاغ کی ملکیت کا حق حاصل ہوتا ہے۔

۵) ذرائع ابلاغ پوری آزادی سے عوام کے حقوق و اختیار کا دفاع کرتے ہیں۔

۶) ذرائع ابلاغ لمحہ بہ لمحہ تازہ حقائق اور سماجی مسائل سے عوام کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔

۷) ذرائع ابلاغ کی بے محابہ آزادی اور بلا روک ٹوک کارکردگی سے اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں بقول علامہ اقبال

" گو فکر خدا داد سے روشن ہے زمانہ آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد"

اشتراکیت کا نظریہ ابلاغ (Communist Concept of Communication)

ہیگل و کارل مارکس کے افکار و نظریات نے کیمونسٹ سوسائٹی کے ساتھ ساتھ کیمونسٹ نظریہ ابلاغ کو جنم دیا ہیگل ایک ادیب اور فلسفی تھا جبکہ کارل مارکس خود ایک دانشور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کارکن صحافی بھی تھا کارل مارکس ۱۸۴۲ء میں کولون (جرمنی) میں ایک اخبار کے چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہیگل اور مارکس کے علاوہ فریڈرک اینگلس نے بھی اشتراکیت کے تعارف کے لیے متعدد کتب لکھیں اور یوں ان مفکرین نے اشتراکیت کے عملی نفاذ کے لیے جو تحریری جدوجہد کی سوویت یونین میں اکتوبر ۱۹۱۷ء کے اشتراکی انقلاب کے ساتھ یہ نظریہ سیاسی طور پر غالب آگیا اور لینن و سٹالن کی قیادت میں اسے عملی طور پر نافذ کر دیا گیا نفیس الدین اپنی کتاب "ابلاغ عامہ اور دور جدید" میں لکھتے ہیں کہ

" ابلاغ کے روسی نظریہ کی بنیاد کارل مارکس کے نظریہ کا نتیجہ تھا جسکی تعبیر لینن اور اسٹالن نے کی لینن نے اخبارات کو سماجی تبدیلیوں کا اور سماجی کنٹرول کا ایک آلہ قرار دیا اور کہا کہ اس کا سب سے اہم مقصد اور کام عوام میں کیمونسٹ تعلیم کا فروغ ہے اس کے ساتھ ہی پریس روسی حکومت کی اندرونی و بیرونی پالیسیوں کو مقبول بنانے کا کام بھی کرتا ہے "☆۱۱

اشتراکی نظریہ ابلاغ میں ذرائع ابلاغ ریاست کا لازمی حصہ ہوتے ہیں اشتراکی پارٹی تمام ذرائع ابلاغ کو بطور ہتھیار استعمال کرتی ہے ذرائع ابلاغ کے بنیادی مقاصد میں سوشلسٹ نظام کی کامیابی ' عوام میں اتحاد و اتفاق کے قیام ' اشتراکی نظریات کی ترویج و اشاعت اور سرکاری پالیسیوں کو کامیابی سے عوام تک پہنچانا شامل ہوتے ہیں پروفیسر

شریف المجاہد لکھتے ہیں کہ " سوویت معاشرے میں ابلاغ عامہ ریاست کا ایک قطعی اور لازمی حصہ ہیں لینن نے اخبارات کو اشتراک کی خدمت کے لیے نہ صرف یہ کہ ایک اجتماعی مبلغ (Propagandist) اور ایک اجتماعی محرک قرار دیا بلکہ ایک اجتماعی منتظم بھی تصور کیا اس کے نزدیک اخبارات یعنی پریس ایک مشترک اور متفق مقصد کے حصول میں سماجی تبدیلی اور سماجی انضباط کا ایک آلہ ہیں "☆۳

ابلاغ کا اشتراکی نظریہ مجبور و محصور لوگوں کی ریاست کا نظریہ ہے جہاں عوامی رائے ' جمہوری حقوق ' نجی ملکیت اور ذاتی پسند ناپسند کی کوئی اہمیت نہیں اس نظریہ کے تحت روسی عوام کے ارد گرد ایک آہنی پردہ (Iron Curtain) تان دیا گیا خوف و جبر اور شدید گھٹن کی فضاء پیدا کر دی گئی ' آزادی اظہار رائے کا گلا گھونٹ دیا گیا ذرائع ابلاغ کیمونسٹ پارٹی کے قبضے میں آگئے اور یوں کیمونسٹ پارٹی نے تمام ذرائع ابلاغ ریڈیو ' ٹیلی ویژن ' اخبارات اور رسائل و جرائد کو اشتراکی نظریات کی ترویج و اشاعت کے لئے بے محابہ استعمال کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملکی و غیر ملکی زبانوں میں بے شمار کتب و رسائل شائع کر کے اشتراکیت کا پرچار کیا گیا۔ کیمونسٹ پارٹی نے ذرائع ابلاغ میں کام کرنے والے کارکنوں کو ترغیب دی کہ انہیں اپنے علم و تجربے کو مثالی اشتراکی ریاست کے قیام کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں کہ۔

"اس نظام میں ذرائع ابلاغ سے وابستہ تمام افراد حکومت کے ملازم یا پارٹی کے کارکن تصور کیے جاتے ہیں ان کا بنیادی فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ پارٹی کی حکمت عملی اور حکومت کی ہدایات کے مطابق کام کریں۔ لینن کے الفاظ میں "پریس پارٹی کی تشکیل و تعمیر۔ کیمونسٹ انقلاب کے نفاذ اور کیمونسٹ پارٹی کی حکومت کے قیام کا موثر

ذریعہ ہے "گویا اشتراکی نظام میں ذرائع ابلاغ حکومت اور جماعت کی مرضی اور حکمت عملی کے مطابق استعمال ہوتے ہیں اس نظام میں کسی بھی فرد یا ذریعہ ابلاغ کو حکومت یا جماعت کے نقطہ نظر سے سرمو انحراف کرنے کی اجازت نہیں ہوتی"۔ ☆۴۳

اشتراکی معاشرہ ایک منصوبہ بند (Pre Planned) معاشرہ ہوتا ہے اس لئے تمام ذرائع حکومت کے براہ راست کنٹرول و ملکیت میں ہوتے ہیں اور باہم مربوط ہو کر ایک خاص اور طے شدہ مقصد کے حصول کے لئے کام کرتے ہیں۔ کیمونسٹ پارٹی ذرائع ابلاغ پر اپنی گرفت مضبوط رکھتی ہے چنانچہ روسی ذرائع ابلاغ کلی طور پر کیمونسٹ حکومت کے نظریات عوام تک پہنچانے' نئے رجحانات و پالیسیوں سے کارکنوں کو باخبر کرنے' اشتراکی نظام کو تقویت دینے اور عوام کو اشتراکی عقیدے پر عمل پیرا کروانے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ روس کی فلمیں اور ٹی وی ڈرامے ایک خاص سوویت معاشرے کی عکاسی کرتے ہیں ان کا کام عوام کو آرٹ' تعلیم اور اشتراکی تہذیب سے روشناس کرانا ہے۔ احسن اختر ناز لکھتے ہیں کہ "روس میں اس وقت کئی لاکھ دیواری اخبارات کے علاوہ ۲۵ قومی ۳۶۰ صوبائی اور ۶۷۰۰ مقامی اخبارات ہیں۔ جن کی کل تعداد اشاعت تین کروڑ پانچ لاکھ سے زیادہ ہے"۔ ☆۴۴

لیکن جب ہم ترقی یافتہ ممالک کے اخبارات و رسائل کا مقابلہ روسی اخبارات سے کریں تو روس کے کسی اخبار کو بمشکل ہی اخبار کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اخبارات عموماً کارٹون' اخباری میک اپ اور اشتہاروں کے بغیر شائع ہوتے ہیں اور پارٹی سے حاصل کردہ احکامات کے مطابق ملنے والا مواد شائع کرتے ہیں۔ تمام اخبارات پارٹی کی سوچ اور پارٹی کا پروگرام آگے بڑھانے میں حکومت کی معاونت کرتے ہیں۔ تمام ذرائع ابلاغ حکومت کی عوامی

خوشحالی کی اسکیموں اور خارجی و داخلی پالیسیوں کو مقبول بنانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ روسی حکومت بڑے منظم انداز میں اپنے نظریات و حکمت عملی کے فروغ کے لئے ریاستی ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتی ہے ۔ ڈاکٹر محمد شمس الدین لکھتے ہیں کہ ۔

"ذرائع ابلاغ کو کمیونسٹ پارٹی کی ہدایات کے مطابق عمل کرنے کا پابند کیا جاتا ہے ۔ روسی حکومت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنے عوام تک ایسی اطلاعات کی رسائی نہ ہونے دیں جنہیں وہ پسند نہیں کرتی" ۔ ☆ ۱۵

اشتراکی نظریہ ابلاغ میں ذرائع ابلاغ کا مقصد اشتراکی نظریات کا پرچار کر کے اور عوام کو ذہنی غسل دے کر اشتراکیت کی طرف راغب کرنا ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ محنت کش طبقے کو منظم کرنے ' اشتراکی پارٹی کی پالیسیوں پر عمل کروانے اور اشتراکی معاشرت کی کامیابی کی اطلاعات فراہم کرنا بھی ذرائع ابلاغ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے ۔ یہ نظریہ روس کے علاوہ کیوبا ' ہنگری ' چیکو سلواکیہ ' پرتگال ' یوگو سلاویہ ' رومانیہ ' کوریا ' پولینڈ ' چین اور اسپین میں عمل پیرا رہا ہے ۔

اشتراکیت کا نظریہ ابلاغ اگرچہ نظریہ آمریت سے کس قدر ملتا جلتا ہے ۔ مگر بعض پہلو ایسے بھی ہیں جن میں اس فرق کو نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے ۔ مثلاً

الف) اشتراکی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا حکومت کا لازمی حصہ ہونا ۔

ب) تمام ذرائع ابلاغ پر پارٹی کا قابض ہونا ۔

ج) غسل ذہنی میں ذرائع ابلاغ کا کردار ۔

ر) ذرائع ابلاغ کا ہر شے کی ایک مادی تعبیر پیش کرنا اور مذہب بیزاری کا رجحان۔

س) تمام ذرائع ابلاغ کا اشتراکی معاشرے کے قیام کے لئے جدوجہد کرنا۔ وغیرہ وغیرہ

غرض اشتراکیت کے نظریہ ابلاغ کے چیدہ چیدہ نکات حسب ذیل ہیں۔

۱) یہ نظریہ ہیگل۔ اینگلس اور کارل مارکس کے نظریات کی پیداوار ہے۔

۲) ۱۹۱۷ء کے اشتراکی انقلاب کی وجہ سے روس میں اس نظریہ کا عملی نفاذ ہوا۔

۳) اشتراکی معاشرہ چونکہ ایک نظریاتی معاشرہ ہوتا ہے اس لئے تمام ذرائع ابلاغ باہم مربوط ہو کر ایک خاص مقصد کے لئے کام کرتے ہیں۔

۴) تمام ذرائع ابلاغ ریاست کا لازمی جزو ہوتے ہیں۔

۵) اشتراکی نظریہ ابلاغ پارٹی آمریت اور جبر کی حکومت قائم کرنے میں معاونت کرتا ہے۔

۶) افغان جہاد کی شاندار کامیابی اور روسی افواج کی ذلت آمیز شکست کے بعد روس کے ٹوٹنے کے ساتھ ساتھ یہ نظریہ بھی پاش پاش ہو گیا۔

سماجی ذمہ داری کا نظریہ ابلاغ (Social Responsibility Concept of Comm.)

ابلاغ عام کے نظریات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ یہ تمام نظریات در حقیقت تاریخی ارتقاء ' تہذیب و تمدن اور صنعت و اقتصادیات کی مرحلہ وار ترقی اور تعلیم و شعور کی بیداری کے مرہون منت ہیں جب بھی کوئی نظریہ معرض وجود میں آیا تو اس کا سابقہ سماجی و معاشی حالات اور انسانی فطرت سے ہوا چنانچہ انسانی تخلیق کردہ یہ نظریات "Man Made Theories" معدوم و مفقود ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ابلاغ کے نظریہ حریت (Libertarian Theory) کے ساتھ بھی تاریخی ارتقاء نے یہی سلوک کیا کیونکہ اس نظریہ نے اخلاق بگاڑے ' پرائیویٹ زندگی میں مداخلت کی ' پریس پر ایک تاجرانہ ذہنیت کو اجارہ دار بنایا ' جنسیات کو ٹی وی و اخبارات کے ذریعے نوجوانوں کے ذہنوں میں انڈیلا ' جنسی تشدد کے واقعات کو اچھالا ' ذاتی معاملات اور ازدواجی زندگی کے افسانوں کو عام کیا' جرائم کی اشاعت کی گئی ' حکومتوں کے تمام اہم راز Top Secrets شائع کیے گئے ' مذہبی روایات ' قانون اور اخلاقی اقدار کو پامال کیا گیا اور امتیاز خیر و شر کو مٹا دیا گیا۔

آزادی نسواں کی جو تحریک ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں صدی میں شروع ہوئی تھی اس نے مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو فروغ دیا۔ عورت چراغ خانہ سے شمع محفل بنی تو گھریلو سکون رخصت ہوا۔ Broken Homes وجود میں آئے۔ عورت اپنے حسن و آواز کی داد وصول کرنے کے لئے رقاصہ و گلوکارہ بنی تو ذرائع ابلاغ نے اس تحریک کی اشاعت اور عورت کی اس بے پردگی ' فحاشی اور آزادانہ اختلاط مرد و زن کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اخلاقی قدروں کے پیمانے بدلنے بلکہ بگڑنے لگے۔ جنسی جذبات کو ابھارنے والے فقرے Dialogues اور تصاویر شائع

ہوئیں اور ان "آکساہٹوں" نے معاشرے میں بے اعتدالی ' بے راہ روی ' نفس پرستی ' لذت طلبی اور عیش پسندی کے جرائم پیدا کیے چنانچہ ذرائع ابلاغ پر پیش کیے جانے والے سنجیدہ پروگراموں پر بھی تفریحات کا غلبہ ہونے لگا اور یوں ایک بازاری اور گھٹیا ذوق کو فروغ دیا گیا اور پدر آزادی نے جھوٹ سچ کو ملا دیا حتی کہ بیسفرسن جیسے مفکر ابلاغیات کو یہ کہنا پڑا۔

"یہ ایک تلخ حقیقت اور کڑوا سچ ہے کہ پریس پر پابندیوں سے عوام کے مفادات کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا کہ پیشہ ورانہ جھوٹ کے اظہار اور تشہیر سے ایک اخبار میں جو کچھ ہوتا ہے اس پر اب یقین نہیں کیا جا سکتا☆١٦

چنانچہ ذرائع ابلاغ کے ماہرین کے سامنے یہ سوال آیا کہ اگر آزادی ذرائع ابلاغ ' تخریبی مقاصد اور منفی سرگرمیوں کے لئے استعمال کی جائے اور قومی مفادات کو نقصان پہنچایا جائے تو کیا پھر بھی اسے آزادی ہی کہیں گے ؟ ۔ چنانچہ ان ماہرین نے ایسی آزادی کو مضر قرار دیا اور کہا کہ یہ آزادی نہیں قومی بربادی ہے چنانچہ ۔

"مغربی ممالک میں ذرائع ابلاغ کی تنظیم کے لئے بعض قوانین وضع کیے گئے اور انہیں معاشرے کے سامنے مسئول قرار دیا گیا ۔ معاشرہ ذرائع ابلاغ کی نگرانی کا یہ فریضہ رائے عامہ کی قوت اور ٹریڈ یونینز کے ذریعے سرانجام دیتا ہے اور بعض اوقات اس سلسلے میں حکومت کے اختیارات کا بھی سہارا لیا جاتا ہے ۔ اس نظریے کے حاملین کا کہنا ہے کہ اس تصور سے ہمارا مقصود انسانی آزادی پر قدغن لگانا نہیں ہے بلکہ اس کی تنظیم کرنا ہے ۔ جیسے سڑک پر چلنا ایک شہری کا حق ہے لیکن اس حق کے استعمال پر ٹریفک کے قواعد و ضوابط کی پابندی عائد کرنا ضروری ہے تاکہ لوگ بے ترتیب آمدورفت کے نقصانات سے محفوظ رہیں" ۔ ☆ ١٧

چنانچہ ۲۰ ویں صدی کے آغاز میں سماجی مسئولیت (Social Responsibility) کا نظریہ معرض وجود میں آیا۔

ابلاغ کا یہ نظریہ جلد ہی مقبول ہو گیا کیونکہ اس نظریے میں انسانی حقوق کی پاسداری ' فراہمی اطلاعات کی آزادی۔ نجی زندگی کا تحفظ۔ جھوٹ۔ بددیانتی سے گریز اور آزادی اظہار رائے کی ضمانت دی گئی ہے۔ یہ نظریہ درحقیقت تعلیم یافتہ طبقوں کی سوچ میں تبدیلی کی وجہ سے پیدا ہوا انیس الدین سعدی لکھتے ہیں کہ "جس چیز سے سماجی ذمہ داری کے نظریہ کو تقویت بخشی وہ عوام کی توقعات کے خلاف پریس کی کارکردگی تھی"۔ ☆ ۱۸

اس نظریہ کے تحت ذرائع ابلاغ کو حقیقی آزادی ملی۔ ان کی ملکیت و انتظام ذمہ دار ہاتھوں میں آیا تو اچھائی و برائی کے معیار طے ہوئے۔ یہ نظریہ اعتدال پر مبنی تھا جس میں ذرائع ابلاغ کے مالکان کو چند اصول و ضوابط کا پابند کر کے انہیں مکمل آزادی دی گئی تھی۔ ذرائع ابلاغ کا فرض قرار پایا کہ سچی ' قابل فہم ' غیر جانبدارانہ اور صحت مندانہ اطلاعات و حقائق عوام تک پہنچائیں۔ یہ نظریہ ابلاغ حکومت سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ آزادی و ذمہ داری کے لازم و ملزوم ہونے کی ضمانت لے۔ تاکہ ذرائع ابلاغ پوری دیانت داری سے فرد ' معاشرے ' حکومت اور ریاست کے حقوق کی پاسبانی کر سکیں۔ احسن اختر ناز لکھتے ہیں کہ۔

"اس نظریہ کے مطابق پریس معاشرے کے سامنے اپنی تمام سرگرمیوں کا جوابدہ ہے اور اگر پریس اپنی ذمہ داریوں کی ضمانت نہیں دیتا تو کوئی اور ادارہ اس کی نگرانی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔" ☆ ۱۹

مقتدرانہ نظریہ ابلاغ کے برعکس یہ نظریہ پریس کو مکمل تنقید و تبصرے کی آزادی فراہم کرتا ہے اور ذرائع ابلاغ پر لازم قرار دیتا ہے کہ کسی بھی مسئلہ کے دونوں رخ عوام کے سامنے پیش کر کے مسئلہ کا حقیقی حل تجویز

کریں ۔ ذرائع ابلاغ اخلاقی اقدار کا لحاظ کریں ۔ نجی زندگی (Privacy) کو مجروح نہ کریں بلکہ پوری آزادی اور ذمہ داری کے ساتھ قومی امنگوں کی ترجمانی اور قومی مفادات کے تحفظ میں ایک ذمہ دارانہ کردار ادا کریں اس نظریے کے تحت جو ضابطہ اخلاق مرتب کیا گیا اس کے مطابق

"کسی بھی باعزت اور معزز شہری کا تحفظ کیا جائے ۔ کسی شخص پر جب تک عدالت جرم ثابت نہ کر دے اس کی تشہیر نہ کی جائے ۔ مسخ شدہ تصاویر شائع یا پیش کرنے سے اجتناب کیا جائے ۔ جرائم کو پھیلانے والی خبریں نہ شائع کی جائیں ۔ بلیک میلنگ اور جھوٹی افوائیں پھیلانے سے اجتناب کیا جائے امن عامہ میں خلل ڈالنے سے روکنے کی ترغیب دی جائے "۔ ۲۰

معاشرتی ذمہ داری کے نظریہ ابلاغ میں آزادی ذرائع ابلاغ ایک مرکزی تصور ہے لیکن یہ آزادی فرائض ۔ ذمہ داریوں اور فرض شناسی سے عبارت ہے اس نظریہ میں رائے عامہ کو خاص اہمیت دی جاتی ہے اور ذرائع ابلاغ کو معاشرے کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا ہے ۔ عموماً ذرائع ابلاغ سے متعلق ایجنسیں اور سرکاری اصول و ضوابط کے تحت آزادی ذرائع ابلاغ کو کنٹرول کیا جاتا ہے ۔ ابلاغ کا یہ نظریہ باقی تمام نظریات کے مقابلے میں زیادہ اعتدال پسند اور ذمہ دارانہ نظریہ ہے ۔ اس متوازن نظریہ میں موجودہ حالات کا چیلنج قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے اور یہ ایک فطرتی اور انسانی ضروریات سے قریب تر نظریہ ابلاغ ہے ۔ اگرچہ اس نظریہ کا میدان عمل بہت وسیع ہے لیکن موجودہ حالات میں یہ قابل عمل نظریہ ہے جو بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں رائج کیا گیا ہے ۔ اس نظریہ کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی رقم طراز ہیں کہ ۔

"سماجی ذمہ داری کا نظریہ اسی طرح بہتر تصور ہوتا ہے۔ جس طرح جمہوریت اپنی تمام خرابیوں کے باوجود دوسرے تمام نظاموں سے بہتر سمجھی جاتی ہے۔ اس نظریہ کی رو سے صحافت آزاد ہونی چاہیے لیکن یہ آزادی پوری ذمہ داری کے ساتھ استعمال ہونی چاہیے"۔ ☆۲۱

اس نظریہ کے چیدہ چیدہ نکات حسب ذیل ہیں۔

۱) آزادی پسندی کے نظریہ کی قباحتوں نے سماجی ذمہ داری کے نظریہ کو جنم دیا۔

۲) مادر پدر آزادی انسانی فطرت اور سماجی تقاضوں کے منافی ہوتی ہے۔

۳) آزادی ذرائع ابلاغ تخریبی مقاصد اور منفی سرگرمیوں کے لئے استعمال نہیں کی جانی چاہیے۔

۴) اخلاقی، مذہبی اور قانونی ضوابط کی پاسداری کی وجہ سے اس نظریہ کو مقبولیت حاصل ہوئی۔

۵) آزادی اس نظریہ کا مرکزی تصور ہے اور یہ آزادی، ذمہ داری اور فرض شناسی سے عبارت ہے۔

۶) اجتماعی مسئولیت کا نظریہ ابلاغ ایک متوازن اور اعتدال پسندانہ نظریہ ہے۔

۷) اس کا میدان عمل وسیع ہے اس لئے یہ راستہ تجویز کرتا ہے مگر منزل پر نہیں پہنچاتا۔

۸) چنانچہ ایک ایسے نظریہ ابلاغ کی ضرورت ہے جو فطرت اور انسانی ضروریات کے عین مطابق ہو اور جو خود احتسابی کا بے مثال نمونہ ہو۔

حوالہ جات باب پنجم

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر	مصنف	شائع کردہ	سن اشاعت
1	Responsibilities in Mass Communication	31	William L. Rivers Wilbur Schramm Clifford G Christians	Harper & Row Publishers New York	1980
2	ذرائع ابلاغ اور عہد جدید	96	نفیس الدین صدیقی	کامنیٹ پریس کراچی	1986
3	صحافتی ذمہ داریاں	27	احسن اختر ناز	مقتدرہ قومی زبان۔ اسلام آباد	1990
4	مسلم گھرانے پر ذرائع ابلاغ کے اثرات	35	نعیم قطب الدین النجار	ادارہ معارف اسلامی لاہور	1992
5	ابلاغ عام	106	مہدی حسن	مکتبہ کارواں۔ لاہور	1968
6	ابلاغ عام کے نظریات	68	ڈاکٹر محمد شمس الدین	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
7	Responsibility in Mass Comm	36	William L Rivers Wilbur Schramm Clifford G Christian	Harper & Row Publishers New York	1969
8	جرنلزم	44	عابد مسعود تبسم	عظیم اکیڈمی لاہور	1988
9	Responcibilities in Mass Communication	42	William L Rivers Wilbur Schramm Clifford G Christian	Harper & Row Publishers New York	1969

۱۰	ابلاغ عام کے نظریات	78	ڈاکٹر شمس الدین	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
۱۱	ذرائع ابلاغ اور دور جدید	82	نفیس الدین سعدی	ڈیویلپمنٹ پریس کراچی	1986
۱۲	ابلاغیات	277	مرتبہ طاہر مسعود	شعبہ ابلاغیات۔ کراچی یونیورسٹی کراچی	1986
13	پاکستان میں ابلاغیات (حقائق و مسائل)	141	پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی	سنگ میل پبلیکیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1990
14	صحافتی ذمہ داریاں	36	احسن اختر ناز	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
15	ابلاغ عام کے نظریات	93	ڈاکٹر شمس الدین	"	"
16	ابلاغیات	368	مرتبہ طاہر مسعود	شعبہ ابلاغیات جامعہ کراچی	1986
17	مسلم گھرانے پر ذرائع ابلاغ کے اثرات	33	شیخ قطب الدین انجار	ادارہ معارف اسلامی لاہور	1992
18	ذرائع ابلاغ اور دور جدید	89	نفیس الدین سعدی	ڈیویلپمنٹ پریس کراچی	1987
19	صحافتی ذمہ داریاں	32	احسن اختر ناز	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
20	"	34	"	"	"
21	پاکستان میں ابلاغیات	140	ڈاکٹر مسکین علی حجازی	سنگ میل پبلیکیشنز لمیٹڈ۔ لاہور	1990

باب ششم

اسلام کا نظریہ ابلاغ

- بنیادی اصول
  1) امر بالمعروف و نہی عن المنکر
  2) احترام انسانیت کی تلقین
  3) آزادی کے ساتھ ذمہ داری کا تصور
  4) آزادی فقط نیکی کے فروغ کیلئے ہے، برائی کی اشاعت کیلئے نہیں
  5) عریانی و فحاشی کی ممانعت
  6) زیغہ حق گوئی و بیباکی کی ادائیگی
  7) صحت معلومات کی اہمیت
  8) نصیحت کا عنصر
  9) اظہار خیال میں شائستگی
  10) تحریف کی ممانعت
  11) دل آزاری سے گریز
  12) اخفائے شہادت کی ممانعت
  13) جھوٹ اور افواہوں سے گریز
  14) نجی معاملات میں تجسس سے گریز
  15) خواتین کے معاملے میں خصوصی احتیاط
  16) صالح معاشرے کے قیام میں ریاست کی معاونت
  17) امت مسلمہ میں اخوت و یکجہتی کا قیام
- اسلام کا پیش کردہ نظریہ متوازن نظریہ ابلاغ ہے
- حوالہ جات

اسلام کا نظریہ ابلاغ (Islamic Concept of Communication)

اولین نظریہ ابلاغ :۔ قرآنی آیات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے ابلاغ کا تصور پیش کیا، تخلیق آدم کے وقت رب کائنات اور فرشتوں کے درمیان ہونے والی بات چیت کا پہلا مکالمہ یعنی

"واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ" سورۃ البقرہ ۳۰

ترجمہ : "اور جب کہا تمہارے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"

عمل ابلاغ کی پہلی صورت تھی، پھر جب حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے سب اشیاء کے نام بتائے تو گویا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سے پہلے انسانی عمل ابلاغ کا آغاز تھا،

وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملئکۃ البقرہ ۳۱

ترجمہ : اور خدا نے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، پھر آدم علیہ السلام نے ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا"

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جو سلسلہ نبوت جاری ہوا، تو ہر نبیؑ نے حق و صداقت کے ابلاغ اور دین فرقان کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا اور اس فریضہ کی ادائیگی میں اپنے عہد کے تمام ممکنہ اور میسر ذرائع ابلاغ (تحریر و تقریر وغیرہ) استعمال کیے

"خدا نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا تو اس کے نزدیک مقصد یہ تھا کہ یہ میری بندگی کرے گا اور میرا پیغام دوسری مخلوق تک پہنچائے گا، اسی طرح دنیا کے پہلے انسان کو سب سے پہلے ابلاغ کا فریضہ ہی سپرد کیا

گیا' بعد میں آنے والے تمام انبیائے کرام اور پھر نبی آخر الزمان پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ذمہ داری خدا کی طرف سے یہی تھی کہ وہ اس کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں' اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اسلام کا نظریہ ابلاغ سب سے پہلا نظریہ ابلاغ ہے اور یہ ابلاغ ہی مقصد انسانیت ہے" ☆۳

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسانی ابلاغ کا آغاز تخلیق آدم علیہ السلام ہی سے ہوا' اور یہ کہ ابلاغ کی تاریخ دراصل انسانی فکر و عمل کی تاریخ ہے' قرآن پاک ہمیں یہ بتاتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی تخلیق رب کائنات کی خلاقی کا منہ بولتا شاہکار ہے' ارشاد پاک ہے کہ

ولقد خلقنکم ثم صورنکم ثم قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم (اعراف ۱۱) ☆۴

ترجمہ: "ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتداء کی' پھر تمہاری صورت بنائی' پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو"

پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ "اسلام کے نظریہ ابلاغ کی ابتداء تخلیق آدم علیہ السلام کے عقیدے کے مطابق آدم علیہ السلام کے فرشتوں کے مقابلے میں فہم و فراست اور دانش کا علمبردار ہونے سے ہوتی ہے' انسان اپنی اس فہم و فراست اور ادراک و شعور کی دولت سے بہرہ ور ہونے کی بدولت مسجود ملائک ٹھہراتا تھا" ☆۵

اسلام نے جو نظریہ ابلاغ فراہم کیا ہے وہ تاریخی' علمی اور اخلاقی لحاظ سے مضبوط بنیادوں پر قائم ہے' اس نظریے میں احترام آدمیت کی تلقین خبر رسانی میں خیر و صداقت کے فروغ' جھوٹ و بددیانتی کی ممانعت' نجی زندگی کا تحفظ' نیکی کی تبلیغ اور برائی کی روک تھام اور آزادی اظہار رائے کی نہ صرف ضمانت دی گئی ہے بلکہ اس حق کو فریضہ کے طور پر استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ طلوع اسلام کے وقت ذرائع ابلاغ موجود نہ تھے تو اب اسلام ذرائع ابلاغ کو کیسے رہنمائی فراہم کر سکتا ہے ؟ درحقیقت یہ سوال سطحی سوچ کا نتیجہ ہے جہاں تک موجودہ ذرائع ابلاغ کا تعلق ہے اور جدید وسائل و سہولیات کی بات ہے تو یہ سب صنعتی ترقی اور مادی خوشحالی کی بدولت ہے ورنہ ماضی کے غیر ترقی یافتہ دور میں بھی جیپ کار 'اونٹ' بیل گاڑی کی صورت میں اونچی عمارات' کچے گھروندوں کی صورت میں اور صنعتی ترقی 'گھریلو دستکاری کی صورت میں موجود تھے ماضی میں بھی جنگیں لڑی جاتی تھیں صرف اسلحہ اور طریقہ جنگ بدلا ہے ' ماضی میں بھی تجارت کی جاتی تھی صرف انداز و اسلوب بدل گئے ہیں انسان کی آسائشوں میں اضافہ ہوا ہے انسانی بنیادی ضروریات نہیں بدلیں زریں انسانی اصول اور اعلی اخلاقی اقدار نہیں بدلے انسان کی فطرت ' کائناتی ضوابط ' زندگی اور موت کا قانون ہدایت و گمراہی کے قواعد ایک ہی رہے ہیں افراد پیدا ہوئے مر گئے قومیں ابھریں اور ختم ہو گئیں سلطنتیں بن کر بگڑ گئیں لیکن قدرت کے قوانین اور اخلاقی اقدار وہی ہیں تغیر ' تبدیلی اور پھیلاؤ درخت کی شاخوں میں ہوتا ہے مگر تنے میں نہیں ' یہ فطرت کا قانون ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں جاری ہے بقول شاعر مشرق علامہ اقبالؒ

؎ زمانہ ایک 'حیات ایک 'کائنات بھی ایک دلیل کم نظری ' قصہ قدیم و جدید !

گویا قدیم و جدید کا جھگڑا کوتہ نظری کے سوا کچھ بھی نہیں موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کے الفاظ زبان پر آتے ہی ریڈیو ' ٹیلی ویژن اور اخبارات کا تصور ذہن میں آتا ہے قدیم زمانے میں یہی حیثیت مشاعرے ' ڈھول ' چوپال ' جلسے اور منادی کے اونٹ کو حاصل تھی پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ "انسان کی اجتماعی زندگی میں جو تبدیلی

آ رہی ہے وہ ذرائع اور وسائل کی دنیا میں ہے مقاصد ' اصول اور اخلاق کی دنیا میں نہیں ' فنی ایجادات اور ٹکنیکی انکشافات انسان کے وسائل اور فطری قوتوں پر اس کے اختیار کو برابر بڑھا رہے ہیں زمان و مکان کی رکاوٹیں دور ہو رہی ہیں اور انسان کا اقتدار بڑھ رہا ہے لیکن یہ ساری تبدیلی ذرائع و وسائل ہی کی حد تک ہو رہی ہے اس تبدیلی کا یہ تقاضا ہرگز نہیں کہ مقاصد زندگی ' اصول اخلاق اور اقدار حیات کو بھی تبدیل کر دیا جائے ' اگر ہوائی جہاز ' جیٹ اور راکٹ کے استعمال سے زمین کی طنابیں کھنچ گئی ہیں تو اس کے یہ معنی کب ہیں کہ زنا جو کل تک حرام تھی آج حلال ہو جائے ؟ اگر برقی قوت کے ذریعے سے انسان کے پاس وہ طاقتیں آگئی ہیں جو پہلے صرف جنوں اور فرشتوں کو حاصل تھیں تو خیر و شر کے اصولوں کی صداقت پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے ؟ میزائل اور اسپتنک کے استعمال کا آخر یہ تقاضا کب ہے کہ جھوٹ ' سود ' نشہ ' شراب اور دوسرے منکرات کو جائز قرار دے دیا جائے ؟ صنعتی ترقی کا آخر یہ تقاضا کب ہے کہ اصول انصاف کو بھی بدل دیا جائے ؟ تمام مادی ترقیات اسی وقت مفید ہو سکتی ہیں جب وہ انسان کی بھلائی کے لئے استعمال ہوں ' خود بھلائی اور برائی کے اصول ان کی خاطر نہ بدل جائیں ' یہ قوتیں جو انسان کو حاصل ہوئی ہیں اسی وقت نافع ہیں جب وہ اعلیٰ مقاصد حیات کے تابع ہوں اپنے ریلے میں انہیں بہا کر نہ لے جائیں ' مقاصد و اصول کو ان کے مطابق نہیں بلکہ ان کو مقاصد و اصول کے مطابق بدلنا چاہیے" ☆٦٢

؎ صبح بہار آئی ہے لے کر ' رت بھی نئی شاخیں بھی نئی
غنچہ و گل کے رخ پر لیکن رنگ قدامت آج بھی ہے

علاوہ ازیں ذرائع ابلاغ کا مطالعہ جب آمرانہ نظام حکومت ' اشتراکی نظام حکومت اور جمہوری نظام حکومت کے تناظر میں کیا جا سکتا ہے تو اسلامی نظام حکومت میں کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ جب کہ اسلام زندگی کے ہر شعبے کے لئے واضح اور فطری رہنمائی فراہم کرتا ہے اور مسلمانوں کی تاریخ و مذہب ابلاغ کی مستند روایات (قرآن و سنت) پیش کرتے ہیں ' پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ

"دعوت اور تبلیغ اسلامی نظریے کا طرہ امتیاز رہا ہے اور اسلام کے ظہور کے بعد قلیل مدت میں اس نظریے کا تمام دنیا میں پھیل جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان موثر ابلاغ کے طریقوں سے بخوبی واقف تھے" ☆ ۷

اسلام کا نظریہ ابلاغ ایک عالمگیر نظریہ ابلاغ ہے جس میں فرد کی آزادی ' معاشرے کی اصلاح و تربیت اور ریاست کے اچھے کاموں پر تحسین اور غلط کاموں پر احتساب و گرفت کی ضمانت دی گئی ہے یہ آفاقی نظریہ درحقیقت قرآنی تعلیمات اور احادیث مبارکہ کی اساس پر قائم کیا گیا ہے اسلام نے فرد ' ریاست ' اداروں اور ذرائع ابلاغ کو جو ذمہ داریاں اور فرائض سونپے ہیں انہیں ایک مخصوص دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے پورا کرنا ذرائع ابلاغ کا فرض ہے ' اسلامی تعلیمات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست میں آزادی ذرائع ابلاغ نیکی و پاکیزگی کے فروغ کے لئے ہے شرانگیزی اور فتنہ و فساد پھیلانے کے لئے نہیں ابلاغ عام کے دیگر نظریات کے برعکس اسلامی نظریہ ابلاغ کی عملی تطبیق کا مرحلہ ابھی باقی ہے اور امید ہے کہ مستقبل کا نظریہ ابلاغ یہی متوازن اور توانا نظریہ ابلاغ ہو گا اسلامی نظریہ ابلاغ اگرچہ ایک ہمہ گیر اور جامع نظریہ ہے بہر صورت اس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں

۱) امربالمعروف و نہی عن المنکر (۲) احترام انسانیت کی تلقین (۳) آزادی و ذمہ داری کا تصور (۴) آزادی فقط نیکی

کے فروغ کے لئے ہے برائی کی اشاعت کے لئے نہیں (۵) عریانی و فحاشی کی ممانعت (۶) فریضہ حق گوئی و بیباکی کی ادائیگی (۷) صحت معلومات کی اہمیت (۸) نصیحت کا عنصر (۹) اظہار خیال میں شائستگی (۱۰) تحریف کی ممانعت (۱۱) دل آزاری سے گریز (۱۲) اخفائے شہادت کی ممانعت (۱۳) نجی معاملات میں تجسس سے گریز (۱۴) خواتین کے معاملے میں خصوصی احتیاط (۱۵) صالح معاشرے کے قیام میں ریاست سے معاونت (۱۶) امہ مسلمہ میں اخوت و یکجہتی کا قیام

۱) امربالمعروف و نہی عن المنکر : اسلام کے نظریہ ابلاغ میں امربالمعروف و نہی عن المنکر ایک مرکزی تصور ہے امتہ مسلمہ کے ہر فرد پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ نیکی کے فروغ اور برائی کی روک تھام میں اپنا کردار ادا کرے ارشاد باری تعالیٰ ہے

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللّٰہ

ترجمہ = "اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے اٹھایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو ' بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو " (آل عمران ۱۰) ☆ ۸

برائی کے خلاف جہاد ایمان کا تقاضا ہے ' رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ "تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے اسے طاقت سے بدل ڈالے ' اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو زبان سے (اس کے خلاف) جہاد کرے ' اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو کم از کم دل سے اسے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے " ☆ ۸ (روایت مسلم عن ابی سعید کتاب الایمان ترمذی ابواب الفتن ابوداؤ کتاب الصلوۃ)

محمد صلاح الدین لکھتے ہیں کہ "ذریعہ ابلاغ تقریر ہو یا گفتگو یا محض اشاریہ کنایہ یا آلہ اظہار زبان ہو یا قلم ' کیمرہ ہو یا برش ' مجسمہ سازی ہو یا نقش نگاری ' مائیکرو فون 'گراموفون ' ٹیپ ' ریڈیو اور ٹی وی ہو یا وی سی آر ......ان سب کا مقصد خیر کو پھیلانا ہے ' زمان و مکان کی حدود سے ذرائع ابلاغ کی شکل و صورت ان کے دائرہ اثر کی وسعت اور ان کی فنی خصوصیات میں فرق واقع ہو سکتا ہے لیکن ان میں سے کسی کا استعمال امربالمعروف و نہی عن المنکر کی پابندی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا" ☆ ۱۰

درحقیقت "امربالمعروف و نہی عن المنکر" مسلمانوں کا مقصد حیات رہا ہے اور مسلمانوں کی تاریخ کے روشن باب اسی فریضہ کی ادائیگی سے بھرے پڑے ہیں اسلامی نظریہ ابلاغ میں بھی ذرائع ابلاغ کی بنیادی پالیسی اسی "حکم" کے تابع رہتی ہے افتخار احمد کھوکھر اپنے مقالے "اسلام کا نظریہ ابلاغ" میں رقم طراز ہیں کہ "اسلام میں ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد 'خیر کو پھیلانا ' شر کو مٹانا اور حق کی شہادت و گواہی دینا ہے ' اس کے علاوہ صحیح تعمیری خبریں ' اطلاعات اور نظریہ کو پیش کرنا ہوتا ہے تاکہ امت مسلمہ کو اس دنیا کا بہترین علم حاصل کرنے کے قابل بنایا جائے جس میں انہوں نے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا میں پھیلانا ہے" ☆ ۱۱

۲) احترام انسانیت کی تلقین : اسلامی معاشرے کے لئے سرچشمہ ہدایت و راہنمائی قرآن و حدیث ہیں ' چنانچہ ذرائع ابلاغ کی پالیسی انہی تعلیمات کی روشنی میں مرتب ہو گی چونکہ اسلام انسانیت کی ہدایت کے لئے آیا ہے اسی لئے اسلام کے نظریہ ابلاغ میں شرف انسانیت کی عظمت و احترام کو خصوصی درجہ حاصل ہے اور حقوق العباد کو بلند مقام دیا گیا ہے چنانچہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ■ مسلمان بھائی کی غیبت سے گریز کریں ' تجسس

و بدگمانی اور دوسروں کی ٹو لگانے سے باز رہیں ' بلا تحقیق بات مت پھیلائیں ' اظہار خیال میں نرمی و شائستگی کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑیں ' پاک دامن عورتوں پر تہمت و الزام لگانے والوں کو دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ "اسلامی فلسفہ ابلاغ میں سب سے زیادہ اہمیت انسان کے مقصد تخلیق کو حاصل ہے ' انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے اور اسے خدا نے سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے" ☆ ۲

اسلام احترام آدمیت کا علم بردار ہے حدیث میں ہے کہ بدترین زیادتی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے (ابوداؤد)

اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ انسان کو انفس و آفاق میں نظر آنے والی واضح نشانیوں (آیات بینات) پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں تاکہ بنی نوع انسان اپنے خالق حقیقی کو پہچانے اور سراسر تعمیری انداز فکر اپنا کر پوری نسل انسانیت کے لئے خیر و فلاح کا ذریعہ بن جائے

۳) <u>آزادی کے ساتھ ذمہ داری کا تصور</u> : اسلام نہ تو مقتدارنہ نظریہ ابلاغ کی طرح سختی و جبر کا قائل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے لا اکرہ فی الدین ☆ ۱۳ (البقرہ) آیت نمبر۲۵۶) اور نہ ہی آزادی پسندی کے نظریے کی طرح مادر پدر آزادی کا قائل ہے بلکہ اسلام کا نظریہ ابلاغ حقیقی ' سچا اور فطرتی نظریہ ابلاغ ہے جو توازن اور اعتدال پر مبنی ہے یہ نظریہ انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ودیعت کردہ (God Granted) ہے 'اس نظریہ میں

ذرائع ابلاغ خود احتسابی (Self Accountability) کی خوبصورت مثال پیش کرتے ہیں اسلامی نظریہ ابلاغ میں آزادی اظہار رائے کو ہر مسلم پر فرض قرار دیا گیا ہے' اسلام نے تنقید و احتساب کی نہ صرف آزادی دی ہے بلکہ حوصلہ افزائی کی ہے تاکہ کوئی برائی معاشرے میں راہ نہ پا سکے اور بروقت اس کی اصلاح ہو سکے چنانچہ ایک اسلامی حکومت میں ذرائع ابلاغ مغربی معاشرے کی طرح مادر پدر آزاد نہیں ہوتے بلکہ انہیں بھی انہی اصولوں کی پابندی کرنی ہوتی ہے جس کی پابندی دیگر افراد' جماعتیں یا اداروں پر لازم ہوتی ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں ذرائع ابلاغ جھوٹے پروپیگنڈے' عریانی و فحاشی کی اشاعت' ظلم و تشدد اور جرائم پر مبنی خبروں کی بھرمار' رنگ و نسل' علاقائیت' قومیت پرستی یا لسانیت کی عصبیت پھیلانے اور لادینی نظریات کی اشاعت کا باعث نہیں بنتے' افتخار احمد کھوکھر لکھتے ہیں کہ "آزادی اظہار کا حق کئی شرائط کے تابع ہے یہ ایک دوسرے کو بدنام کرنے' ایک دوسرے کی تحقیر کرنے والے نام لے کر توہین کرنے' غیبت کرنے' ایک دوسرے کی خلوت کی جاسوسی کرنے یا جھوٹ بولنے اور جھوٹی شہادت دینے سے اجتناب کرنا چاہیے' کوئی شخص سنی سنائی بات پر تصدیق کیے بغیر اس پر عمل نہیں کر سکتا" ☆ ۱۴

سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے تحقیق کر لیا کرو' کہیں نادانی میں کسی قوم کو پہنچا دو اور کل تمہیں پچھتانا پڑے" ☆ ۱۵ (الحجرات آیت نمبر۶)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "شیطان آدمی کے بھیس میں کلام کرتا ہے وہ لوگوں کے پاس آکر جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے پھر لوگ جدا ہو جاتے ہیں یعنی مجلس ختم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ منتشر ہو جاتے ہیں تو ان میں

ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے یہ بات ایک آدمی سے سنی ہے جس کا چہرہ تو میں پہچانتا ہوں مگر نام نہیں جانتا"☆۱۶(مسلم)

درج بالا حدیث میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ بلا تحقیق کوئی بات یا اطلاع آگے نہ پھیلائی جائے کیونکہ اس طرح معاشرے میں بہت سی برائیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اسلام غور و فکر اور تحقیق کی دعوت دیتا ہے مشہور حدیث ہے کہ "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات آگے بیان کر دے"(مسلم)

اسلام ذرائع ابلاغ کو یہ ہدایت بھی دیتا ہے کہ وہ شخصیات کی برائیوں کو چھپائیں کیونکہ پھیلانے کی چیز صرف نیکی ' بھلائی اور خیر سگالی کے جذبات ہیں اسلامی تعلیمات کی رو سے دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنا اور تجسس کرنا ناپسندیدہ فعل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ' بہت گمان کرنے سے بچو ' بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ' تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے" ☆ ۱۷ (الحجرات)

حضور پاکؐ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو بدگمانیوں سے بچاؤ اس لیے کہ بدگمانی کے ساتھ جو بات کی جائے گی وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہو گی" (بخاریؒ ' مسلمؒ ' ابو ہریرہؓ) ☆۱۸

اسی طرح ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ "جو لوگ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے عیب کے پیچھے پڑ جائے گا اور جس شخص کے عیب کے پیچھے اللہ پڑ جائے گا اسے رسواہ کر ڈالے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو" (ترمذی ابن عمرؓ) ☆ ۱۹

پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں کہ "ہر اچھا مذہب برائی کو روکنے اور اسے چھپانے کی تعلیم دیتا ہے '

ہمارا دین لوگوں کے عیبوں کی ٹوہ میں رہنے سے منع کرتا ہے برائی کو چھپانے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اس کا چرچا ہونے سے اس کے خلاف مزاحمت کمزور پڑتی ہے ' لوگ اسے ناگزیر سمجھنے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ اچھائی اور برائی میں تمیز ختم ہونے لگتی ہے یہ امر معاشرے کی اخلاقی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے " ☆۲۰

اسلامی نظریہ ابلاغ میں شخصی آزادی کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے تاکہ معاشرے میں خیر و عدل ' مساوات و انصاف ' محبت و اخوت اور نیکی و بھلائی کی فضا پیدا ہو پروفیسر زکریا ساجد لکھتے ہیں کہ "صحافت کے لئے خود احتسابی (Self Policing) ہی بہترین طریق اصلاح ہے اور ایک ایسے معاشرے میں جو اللہ کے سامنے جوابدہی کے عقیدے پر کار بند ہو یہ فریضہ اور بھی ضروری ہو جاتا ہے " ☆۲۱

۴) <u>آزادی نیکی کے فروغ کے لئے ہے برائی کی اشاعت کے لئے نہیں</u> : اسلام جس طرح فرد اور ریاست کا دائرہ کار متعین کرتا ہے اس طرح ذرائع ابلاغ کو بھی ایک دائرے کے اندر رہتے ہوئے آزادی و خود مختاری دیتا ہے ذرائع ابلاغ کی آزادی اخلاقی اصولوں کی پیروی سے مشروط ہے تاکہ معاشرے میں فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا نہ ہو ' قومی مفادات کے منافی ضرر رساں خیالات کی اشاعت نہ ہو اور لادینیت و الحادی نظریات کا فروغ نہ ہونے پائے

آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی شہری یا کوئی ادارہ یا کوئی ذریعہ ابلاغ اسی آزادی کا سہارا لے کر عوام الناس کے اخلاق بگاڑے اور معززین کی پگڑیاں اچھالنے لگے یا ایسی فتنہ انگیز باتیں پھیلائے جس سے امن عامہ کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو ' حقیقت یہ ہے کہ عوام میں انتشار پھیلانے اور قومی مفادات کو نقصان پہنچانے کا نام

آزادی نہیں ہے

پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں کہ "مختلف معاملات و مسائل کے بارے میں اختلاف رائے اور بحث الگ بات ہے اور قومی مسلمات کے بارے میں شک و شبہ پیدا کرنا اور ان کو اختلافی بنانا یکسر مختلف معاملہ ہے ملک کی نظریاتی بنیاد' اس کا استحکام' بقاء اور عوام میں یکجہتی ایسے مسلمات ہیں جن کے بارے میں اختلاف رائے خارج از بحث تصور ہونے چاہئیں' آزادی اظہار کا یہ تصور کہیں بھی موجود نہیں کہ جس کے جی میں جو آئے وہ کہہ دے اور اخبارات اسے جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کریں " ☆ ۲۲

گویا اسلام یہ آزادی برائی کو پھیلانے اور لوگوں کی عیب جوئی کے لئے نہیں دیتا بلکہ یہ آزادی اس بات سے مشروط ہے کہ معاشرے میں نیکی و بھلائی اور عدل و انصاف کے قیام اور افراد قوم میں اخوت و بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جائے عوام کو بچی اور بامقصد خبروں کے ساتھ ساتھ علمی تفریح فراہم کی جائے گی پروفیسر ڈاکٹر شفیق جالندھری لکھتے ہیں کہ

"اظہار و خیال کی مکمل آزادی کا تصور کسی بھی معاشرے میں قابل قبول نہیں آزاد معاشروں میں صحافت پر اسی طرح مختلف پابندیاں عائد کی جاتی ہیں جس طرح کہ مضر صحت خوراک اور منشیات وغیرہ کے استعمال پر تقریباً ہر ملک کے اخبار و جرائد میں ایسا مواد شائع کرنے پر پابندی عائد ہے جس سے ہتک عزت یا بلیک میل ہوتی ہو یا اشتعال انگیزی ہو اور ملکی سالمیت کو نقصان پہنچے " ☆ ۲۳

اسلام چونکہ ایک پاکیزہ معاشرے کے قیام کا علمبردار ہے اس لئے برائی کی ترویج و اشاعت کی اجازت نہیں

دیتا۔

۵) **عریانی و فحاشی کی ممانعت :** ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحش پھیلے وہ دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہیں" ☆ ۲۴ (النور آیت نمبر ۱۹)

حدیث پاک ہے کہ "فحش بات کہنے والا اور فحش بات کی اشاعت کرنے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں" ☆ ۲۵ (مشکوٰۃ) فحاشی سے مراد ہر وہ جنسی اکساہٹ ہے جو انسان کو بدکاری پر ابھارے مثلاً فحش مکالمے ' حیا سوز گیت ' عریاں تصاویر ' فحش افسانے ' ناول وغیرہ سورۃ الانعام میں فرمایا گیا ہے کہ "فحش باتوں کے قریب بھی مت بھٹکو خواہ وہ کھلی ہوئی ہوں یا چھپی ہوئی" ☆ ۲۶ (سورۃ انعام)

تمام مفسرین قرآن اس بات پر متفق ہیں کہ فواحش کا اطلاق ان تمام افعال پر ہوتا ہے جن کا انتہائی قبیح ہونا ہر شخص پر فطرتاً واضح ہے جن کی برائی اور قباحت و خباثت انسانی ضمیر پر کھلی ہوئی ہو

اسلام چونکہ ایک پاکیزہ اور صالح معاشرے کا قیام چاہتا ہے اس لئے ذرائع ابلاغ کو ان اعلیٰ اخلاقی حدود و ضوابط کا پابند کرتا ہے جو قرآن و سنت میں بیان کئے گئے ہیں چنانچہ اسلام عریانی و فحاشی اور بے حیائی کے نتیجے میں جنسی بے راہ روی روکنے کے لئے ذرائع ابلاغ کو واضح ہدایات دیتا ہے اسلام ذرائع ابلاغ کو یہ ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ وہ آزادی کے نام پر فحش مکالمے ' عریاں مناظر اور حیا سوز حرکات پیش کریں ' فلموں ' ڈراموں میں شرم و حیاء کے تقدس کو پامال کریں ' بے ہنگم ' موسیقی ' چال بازیاں ' موسم کے رنگینی کے معنی خیز تذکرے اور اختلاط مرد و زن کی محافل بڑھ چڑھ کر پیش کریں اسلامی نظریہ ابلاغ میں ذرائع ابلاغ کو مغربی معاشرے کی طرح عورتوں کے

"مس ہاتھ" مقابلہ حسن ' فری میوزیکل شو ' اور بچے کی پیدائش تک کے مراحل ناظرین کو دکھانے کی "آزادی" نہیں ہے اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ شرم و حیاء کی حدود کے پاسبان ہوتے ہیں انہیں رشتوں کی نزاکت کا احساس ہوتا ہے وہ ایسے مناظر پیش نہیں کرتے جن کو دیکھ کر گھر کے افراد ' یعنی (باپ بیٹی سے بہن بھائی سے اور بیٹا ماں سے) آنکھیں چرانے لگیں

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بے حیائی اور بے پردگی کے پھیلانے میں ذرائع ابلاغ نے اہم کردار ادا کیا ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ معاشرے میں پائی جانے بے راہ روی ' فحاشی و عریانی اور اخلاقی باختگی ذرائع ابلاغ ہی کا کیا دھرا ہے

"لاکھوں کی تعداد میں کتنے ہی روزنامے ہر صبح کو گھر گھر پہنچتے ہیں اور بوڑھوں ' جوانوں ' عورتوں ' بچوں اور بچیوں تک ایک خاص طرح کی تعلیم ' حقائق اور تفہیم احوال پہنچاتے ہیں ' بے حساب افراد گویا قومی پریس کی "اوپن یونیورسٹی" کے طالب علم ہوتے ہیں معاملہ یوں ہو تو ذمہ داری بھی کتنی بھاری ہے جو لوگ خدا و آخرت کو مانتے ہیں کم سے کم وہ تو اس بات کو سوچیں کہ اگر آخرت میں ان کا تیار کردہ ہر روز کا اخبار ان کے سامنے رکھ کر پوچھا گیا کہ اس کے ذریعے کس فکر کی آبیاری کی گئی ؟ کیا مقصد قوم کو دیا گیا؟ اخلاق پر کیا اثرات ڈالے گئے ؟ قوم کی اقتصادی اساس اور اس کے تہذیبی خدوخال کو بحال کرنے کی کوشش کی گئی یا تباہ و مسخ کرنے کی ؟ لوگوں کو خدا کی ہدایت کے قریب لایا گیا یا انہیں دور پھینکا گیا تو مدیران ' کالم نویس اور فوٹو گرافر اور آرٹسٹ حضرات کیا جواب دیں گے ؟ اور اگر مطابق حق جواب نہ دے سکے تو نتیجہ کیا بھگتیں گے ' پوری قوم کی نسلوں کی نسلیں ان کے

خلاف مقدمے لے کر کھڑی ہوں گی" ☆ ۲۷

ذرائع ابلاغ کو یہ بات نوٹ کرنی چاہیے کہ دنیا بھر کے تعلیمی اداروں ' اسپتالوں ' عدالتوں ' پولیس سٹیشنوں اور خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹوں سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جس معاشرے میں فحاشی و بے حیائی کو فروغ ملا اور اخلاقی و مذہبی حدود کو توڑا گیا وہاں حرص و ہوس ' اخلاقی انحطاط اور جرائم نے راہ پائی ہے

۶) فریضہ حق گوئی و بیباکی کی ادائیگی : اسلام افراد و اداروں کو ظلم و زیادتی کے خلاف احتجاج کرنے کا نہ صرف حق دیتا ہے بلکہ اسے جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے اسلامی ریاست میں کسی کو تنقید و تبصرہ اور حق گوئی کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا ' ذرائع ابلاغ پوری جرات ' بے باکی اور بے خوفی سے اختلاف رائے کا اظہار کر سکتے ہیں اور اسے تحسین کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے قرآن نے بھی کھری ' کھری اور دو ٹوک بات کرنے کی تلقین کی ہے ' ارشاد باری تعالیٰ ہے

"ترجمہ = اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور صاف اور سیدھی بات کیا کرو" ☆ ۲۸ (سورۃ احزاب ۷۰)

اسی طرح ایک آدمی نے نبی کریمؐ سے سوال کیا کہ کونسا جہاد افضل ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا" ☆ ۲۹ (نسائی عن طارق بن شہاب کتاب البیعۃ) چنانچہ ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ حق بات کہنے میں کسی خوف و لالچ کی پرواہ نہ کریں

پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ "اسلام کے نظریہ ابلاغ میں بھلائی کو پھیلانے اور حق بات کہنے اور تمام

انسانوں کی برابری اور مساوات کا درس ہے اسلام طبقاتی معاشرے اور اس کی نقل ثروت اور غرباء میں تقسیم اور ان کے ساتھ رویوں میں فرق کی اجازت نہیں دیتا اسلام میں حق اور سچ بات کو کھلے عام کہنے کی ہدایت ہے "☆۳۰

تاریخ اسلامی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جس میں افراد نے پیغمبر آخر الزمانؐ سے اختلاف کیا یا بھری مجلس میں خلیفہ وقت کو کسی بات پر ٹوک دیا' اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کو بھی حکومت کی پالیسیوں پر تنقید و احتساب کا پورا حق ہوتا ہے ذرائع ابلاغ کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ وہ پوری جرات و بیباکی سے احتساب کریں

۷) **صحت معلومات کی اہمیت :** اسلامی ذریعہ ابلاغ میں خبروں کے ذریعہ کا ثقہ ہونا بنیادی اہمیت کا حامل ہے تاکہ معلومات کی بنیاد سچ پر قائم ہو جو کچھ پیش کیا جائے اس پر یقین اور اعتماد کیا جائے کسی کے لیے اس کو جھٹلانا ممکن نہ ہو پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ

"اسلامی نظریہ ابلاغ میں اطلاع کے ذریعے کی ساکھ یا ثقاہت (Credibility) کو بہت اہمیت حاصل ہے جس کا عملی نمونہ رسول خداؐ نے اپنے آپ کو صادق اور امین کے طور پر پیش کر کے دکھایا کیونکہ اسلام میں قول و فعل کے تضاد کی گنجائش نہیں ہے "☆۳۱

اطلاعات کی فراہمی اور خبروں کی اشاعت میں معمولی سی غفلت اور بے احتیاطی نہایت خطرناک صورت حال پیدا کر سکتی ہے کسی شخص یا گروہ کے بارے غلط خبر شائع ہونے سے اس کی بے عزتی اور بدنامی بھی ہو سکتی ہے چونکہ یہ حقوق العباد کا معاملہ ہے اس لیے اسلام صحت خبر کے معاملے پر بہت زور دیتا ہے تاکہ جو کچھ بھی پیش کیا

جائے وہ سچا اور مبنی بر حقیقت ہو

۸) **نصیحت کا عنصر:** فاعرض عنھم وعظھم وقل لھم فی انفسھم قولا بلیغا (النساء ۶۳)

۳۲☆

ترجمہ = ان سے تعرض مت کرو انہیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں اتر جائے

اسلامی نظام حکومت کے تحت کام کرنے والے تمام ذرائع ابلاغ کی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ ریڈیو ٹیلی ویژن کے جملہ پروگراموں میں اور اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والی اطلاعات ' اداریوں' تبصروں اور کالموں میں نصیحت کا عنصر غالب کردیں یعنی تفریح برائے تفریح نہیں ہونی چاہیے تفریح برائے تعلیم و اصلاح ہونی چاہیے یہی وہ عنصر ہے جو اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ کو مقصدیت کے زیور سے آراستہ کرتا ہے ذرائع ابلاغ سے پیش کیا جانے والا ہر پروگرام نظریاتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو اور اس کا مقصد عوام الناس کی رہنمائی ہو اور اصلاح کرتا ہو

۹) **اظہار خیال میں شائستگی:** اسلام کا نظریہ ابلاغ یہ تقاضا کرتا ہے کہ ذرائع ابلاغ زبان کی شائستگی اور لطافت پر پوری توجہ دیں محبت اور باہمی خلوص کی فضا قائم رکھیں کسی پر سخت الفاظ میں طنز نہ کریں دوسروں کو ذلت آمیز ناموں سے مت پکاریں مہذب اور شریفانہ طرز تکلم یہی ہے کہ دوسروں کی عزت نفس اور حفظ مراتب کا خیال رکھا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وقولو الھم قولا معروفا (النساء ۸) ترجمہ = اور ان کے ساتھ بھلے مانسوں کی سی بات کرو☆۳۳

خواہی اور متانت و سنجیدگی سے کی جائے ہٹ دھرمی اور حجت بازی سے گریز کیا جائے سخت بات لکھنے اور گالی کے جواب میں گالی دینے کی بجائے نرم خوئی سلیقے اور شائستگی سے بات کی جائے قرآن حکیم ہمیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجٰہلین (الاعراف ۱۹۹) ☆۳۴

ترجمہ = "اے نبی نرمی و درگزر کا طریقہ اختیار کرو معروف کی تلقین کیے جاؤ اور جاہلوں سے مت الجھو"

۱۰) **تحریف کی ممانعت :** ان الذین یلحدون فی اٰیٰتنا لا یخفون علینا (حم السجدہ ۴۰) ☆۳۵

ترجمہ = جو لوگ ہماری آیات کو الٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں

تحریف کا اطلاق اصل عبارت کے الفاظ میں رد و بدل کرنے یا تشریح اسے کچھ کا کچھ بنا دینے پر ہوتا ہے اسلام ذرائع ابلاغ کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ سچ اور جھوٹ کی آمیزش نہ کی جائے لوگوں کے بیانات اور انٹرویو توڑ موڑ کر نہ پیش کیے جائیں یا خبروں و شخصی بیانات کی قطع و برید اس انداز میں نہ کی جائے کہ ان کے معنوں میں زمین آسمان کا فرق پیدا ہو جائے بلکہ تمام اطلاعات صاف اور واضح انداز میں پیش کی جائیں

۱۱) **دل آزاری سے گریز :** یاایھاالذین اٰمنو لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونو خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن ولا تلمزو انفسکم ولا تنابزو بالالقاب (الحجرات ۱۱)☆۳۶

ترجمہ " اے لوگ جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مزاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مزاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو"

اسلامی نظریہ ابلاغ میں ایک دوسرے کی دل آزاری 'ایک دوسرے کی عزت پر حملہ 'طعن و تشنیع اور برے القاب رکھنے کی ممانعت ہے چنانچہ ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ طنز کرنے 'الزام دھرنے پھبتی کسنے اور عیب چینی سے گریز کریں تاکہ مسلم معاشرے میں محاذ آرائی کی صورتحال پیدا نہ ہو اسی طرح غیر مسلموں کی مذہبی دل آزاری کی بھی ممانعت کی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ترجمہ یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو (الانعام) ☆۳۷

۴) اخفائے شہادت کی ممانعت :

شہادت کے معنی یہ نہیں کہ آدمی عدالت میں پیش ہو کر گواہی دے بلکہ شہادت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جس حق کو جانتا ہو اسے دوسروں کو بھی آگاہ کرے اور اسے چھپائے نہیں ولا تکتموا الشہادۃ " ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ واللہ بما تعملون علیم (البقرہ ۲۸۳) ☆۳۸ ترجمہ اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ آلودہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے "

اسلام ذرائع ابلاغ کے لیے یہ ہدایت فراہم کرتا ہے کہ وہ لالچ 'خوف 'یا دباؤ کی وجہ سے حق کو نہ چھپائیں بلکہ ہر دباؤ اور مصلحت سے بے نیاز ہو کر سچائی کا بول بالا کریں تاکہ معاشرے میں برائیوں کے خلاف آواز اٹھانے

کی جرأت پیدا ہو

۳) جھوٹ اور افواہوں سے گریز: نئی زمانہ ذرائع ابلاغ کو جھوٹ پروپیگنڈے کے فروغ اور افواہیں پھیلانے کے لیے استعمل کیا جاتا ہے جو کہ اسلامی تعلیمات کے منافی حرکت ہے معاشرے میں افواہوں اور دروغ گوئی کے فروغ سے معاشرہ اندر سے کمزور اور کھوکھلا ہو جاتا ہے لوگوں میں بد اعتمادی اور انتشار پیدا ہوتا ہے ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی لکھتے ہیں کہ " افواہیں خواہ حکومت کے خلاف ہوں یا کسی ادارے کے جماعت مسلمین کے کسی فرد کے خلاف ہوں یا امت مسلمہ کے کسی طبقے کے خلاف ' یہ ہر حالت میں قابل مذمت ہیں تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ چند افراد کی پھیلائی ہوئی باتیں پوری قوم کے لیے شرمندگی اور پریشانی کا باعث بن گئیں اور اس کے سنگین نتائج آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے "☆۳۹

اسلامی ریاست کے تحت کام کرنے والے ذرائع ابلاغ بے بنیاد اور مبالغہ آمیز خبروں اور جھوٹی افواہوں سے نہ صرف گریز کرتے ہیں بلکہ ایسی خبروں وافواہوں کا جائزہ لے کر ٹھیک ٹھیک صورتحال سے عوام کو آگاہ کرتے ہیں تاکہ معاشرے میں بے چینی اور فتنہ وفساد کا اندیشہ باقی نہ رہے

۴) نجی معاملات میں تجسس سے گریز: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یایھا الذین امنو اجتنبو کثیرا من الظن ان بعض ظن اثم ولا تجسسو ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ

ترجمہ = اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو (الحجرات ۱۲-۲) ☆۲۰

اسلامی نظریہ ابلاغ میں پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنے ' غیبت کرنے اور بدگوئی جیسے گھناؤنے افعال کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے اسی طرح لوگوں کے راز ٹٹولنے عیب تلاش کرنے ' معاملات کی ٹوہ لگانے نجی خطوط پڑھنے ' گھروں میں جھانکنے ' اور کھوج کرید کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے تاکہ نجی زندگی محفوظ و مامون رہے حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے خود رسولؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ " اگر تم لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گے تو ان کو بگاڑ دو گے یا بگاڑ کے قریب پہنچادو گے " (ابوداؤد) اسی طرح تجسس ممانعت کا حکم افراد کے ساتھ ساتھ حکومت کے لیے بھی ہے اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کا یہ واقعہ بہت سبق آموز ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گارہا تھا آپ کو شک گذرا اور دیوار پر چڑھ گئے دیکھا کہ وہاں پر شراب بھی موجود ہے اور ایک عورت بھی آپ نے پکار کر کہا " اے دشمن خدا کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تیرا پردہ فاش نہ کرے گا " اس نے جواب دیا امیر المومنین جلدی نہ کیجئے اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں اللہ نے تجسس سے منع کیا تھا اور آپ نے تجسس کیا اللہ نے حکم دیا تھا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے ' اللہ نے حکم دیا تھا کہ اپنے گھروں کے سواء دوسروں کے گھروں میں اجازت کے بغیر نہ جاؤ اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں تشریف لے آئے

یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ اپنی غلطی مان گئے اور اس کے خلاف انہوں نے کوئی کاروائی نہیں کی البتہ اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا

اسلام نے تجسس ' چغلی ' غیبت اور بہتان تراشی کی ممانعت کر کے نجی زندگی کو مکمل تحفظ فراہم کیا ہے اور ذرائع ابلاغ کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ افراد کی ذاتی زندگی کے بارے کھوج کرید سے باز رہیں خانگی زندگی اور نجی معاملات کو مت اچھالیں کیونکہ یہ ایک بڑی بداخلاقی ہے جس سے فساد رونما ہوتے ہیں

(۱۵) خواتین کے معاملے میں خصوصی احتیاط : ارشاد باری تعالیٰ ترجمہ والذین یرمون المحصنت ثم ...... واولئک ہم الفسقون۔

ترجمہ = اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں (النور ۴) ☆۴۱

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ ترجمہ = جو لوگ پاک دامن ' بے خبر ' مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے " (النور آیت ۲۳) ☆۴۲

یوں تو اسلام نے ترسیل اطلاعات کے دوران تحقیق کی ضرورت پر زور دیا ہے لیکن خواتین کے بارے خبروں وتصاویر کی اشاعت کے سلسلے میں خصوصی احتیاط کی تلقین کی گئی ہے تاکہ پوشیدہ گناہوں کی تشہیر اور ناجائز تعلقات کے چرچے نہ ہونے پائیں کیونکہ کسی خاتون کا نام یا تصویر اخبار میں چھپنے سے تمام خاندان اور رشتہ دار رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس طرح ذرائع ابلاغ معاشرے میں انتشار کا باعث بنتے ہیں اسلام خواتین کی

عزت و عصمت کی حفاظت کے پیش نظر یہ حکم دیتا ہے اور پاک دامن عورتوں پر بے جا الزام تراشی کی سخت سزا مقرر کرتا ہے اس لیے ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ خواتین سے متعلق خبروں و تصاویر کی اشاعت میں خصوصی احتیاط برتیں

۱۱) **صالح معاشرے کے قیام میں ریاست کی معاونت :** اسلامی نظریہ ابلاغ کا مقصد خیر اور صداقت کے فروغ کے ذریعے ایک صالح اور پاکیزہ معاشرے کا قیام ہے اس لیے ریاست اور ذرائع ابلاغ کے درمیان کسی کشمکش کی گنجائش باقی نہیں رہتی بلکہ یہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوتے ہیں اسلامی نظریہ ابلاغ کی وضاحت کرتے ہوئے احسن اختر ناز لکھتے ہیں کہ

" اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا اصل کام یہ ہے کہ اللہ کی سر زمین میں اس کے عطا کردہ اختیارات و وسائل سے اسی قدر اصول ' عقیدے ' روایت اور طرز عمل کو فروغ دیں جسے خدا نے خیر اور سچائی قرار دیا ہے اور ہر برائی کو مٹانے پر تل جائیں جسے وہ شر اور جھوٹ قرار دیتا ہے لہذا مسلم پریس کے تعاون اور اختلاف کی بنیاد یہی اصول ہے "☆۴۳

گویا ذرائع ابلاغ انہی اصولوں پر کاربند ہوں گے جن پر ریاست عمل پیرا ہو گی اور تمام ذرائع ابلاغ رائے عامہ کی استواری ' اسلامی عقائد و روایات کی پاسداری اور اخلاقی اقدار کے تحفظ میں اسلامی ریاست کے معاون اور مددگار ہوں گے ایک اسلامی مملکت کے ذرائع ابلاغ ریاست کے اچھے کاموں کی اشاعت اور برے کاموں کی مذمت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں لیکن عمومی طور پر ملک میں قرآن و سنت کی تعلیمات کے فروغ ' دینی شعور کی بیداری '

جدید معاشی و معاشرتی مسائل کے حل اور اسلامی ذہن و کردار کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اسلام کا نظریہ ابلاغ ' ذرائع ابلاغ پر بہت اہم اور وسیع ذمہ داریاں عائد کرتا ہے یعنی یہی ذرائع ابلاغ جو ریاست کے کاموں میں اس کی معاونت کرتے ہیں غلط کاموں پر اس کے احتساب و گرفت میں بھی پیش پیش ہوتے ہیں

۱۷) امت مسلمہ میں اخوت و یکجہتی کا قیام : اسلامی نظریہ ابلاغ میں نہ صرف افراد قوم بلکہ بین الاقوامی سطح پر اسلامی ممالک کے درمیان اخوت و یکجہتی پیدا کرنے کی سعی کی جاتی ہے کیونکہ مسلمان خواہ کسی بھی علاقے اور رنگ و نسل کا ہو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے کہ انما المومنون اخوۃ (الحجرات ۱۰)

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ "مومنوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے ' رحم کرنے اور ہمدردی کرنے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی کیفیت ہوتی ہے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے"☆۳۵

ایک دوسری حدیث میں مسلمانوں کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے ان احادیث اور آیات قرآنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے حامی و مددگار ہیں ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو متحد کرنے میں اپنا کردار ادا کریں ڈاکٹر لیاقت علی نیازی لکھتے ہیں کہ

"اسلامی پریس کا ایک اور مقصد یہ ہے کہ اتحاد بین المسلمین کو بڑھایا جائے مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا کیا جاسکے اور پریس کا زیادہ تر رول یہ ہو کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے ممالک میں اور مسلمانوں کے دلوں میں اخوت کا جذبہ ابھارا جائے"☆۳۶

امتہ مسلمہ جس کا خدا ایک ' رسول ایک ' قرآن ایک ' پرچم توحید ایک اور مقصد زندگی ایک ہے اسے دنیا میں متحد ہو کر رہنا ہے اسلام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ امتہ مسلمہ کی اس جوہری وحدت کو مستحکم کرتا ہے اسلامی نظریہ ابلاغ معاشرے میں خود غرضی ' لالچ ' فتنہ وفساد ' اور بغض وحسد کی جڑیں کاٹ کر افراد قوم کے اندر محبت وسلامتی ' جرات وبیباکی ' ہمدردی وبھائی چارہ کی فضا پیدا کرتا ہے جس سے ایثار وقربانی کے لازوال عملی نمونے معاشرے میں پیدا ہوتے ہیں اور دوسری طرف انفرادی واجتماعی طور پر قوم کے اندر نیکی وبھلائی اور محبت ورحمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کا نظریہ ابلاغ ' آزادانہ ' مقتدرانہ اور اشتراکیت کے نظریہ ہائے ابلاغ سے مختلف ہے مغربی نظریہ ابلاغ میں عوام کو ہر اچھی اور بری خبر فراہم کرنے کی آزادی ہے خواہ اس کے کیسے ہی اثرات معاشرے پر پڑتے ہوں لیکن اسلامی نظریہ ابلاغ میں لوگوں کو وہی اطلاعات اور خبریں پہنچنی چاہئیں جو ان کے لیے سود مند ہوں بامقصد ہوں اور جو عوام کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں اسلامی نظریہ ابلاغ نہ صرف حقائق کی تلاش اور فراہمی اطلاعات کا فریضہ سرانجام دیتا ہے بلکہ ذرائع ابلاغ سے عوام کی اصلاح اور تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی کرتا ہے

متوازن نظریہ ابلاغ

اعتدال ایک ایسی خوبی ہے جس کا تعلق زندگی کے ہر معاملے سے ہے قرآن پاک اور احادیث نبوی [illegible] میں نماز ' صدقہ ' خیرات ' چال ڈھال ' میل ملاپ اور گفتگو میں بھی اعتدال کی راہ اپنانے پر زور دیا گیا ہے ۔ اسلامی نظریہ ابلاغ چونکہ قرآن و سنت کی تعلیمات پر قائم ہے اس لئے یہ ایک معتدل اور متوازن نظریہ ابلاغ ہے ۔ یہ آزادی بھی دیتا ہے اور ذمہ داری بھی عائد کرتا ہے ۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے زندگی کے کسی بھی معاملے میں انتہا پسندی مناسب نہیں حتیٰ کہ عبادات کے معاملے میں بھی اسلام میانہ روی کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے ' اسلامی نظریہ ابلاغ میں منافرت پھیلانے ' جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے اور تعصبات کے فروغ کی قطعاً اجازت نہیں ' ڈاکٹر علی مسکین حجازی لکھتے ہیں کہ ۔ "انتہا پسندی ' انتقام اور دہشتی کی باتوں کی اشاعت سے گریز کیا جائے " ۔ ☆۴۷

اگرچہ اسلامی نظریہ ابلاغ اپنے اصول و ضوابط کے حوالے سے ہمہ گیر اور لاجواب ہے لیکن اس نظریہ کے عملی اطلاق کے لئے ضروری ہے کہ اسے کسی اسلامی ریاست میں عملاً جاری و ساری کیا جائے جس طرح جبریت کا نظریہ ابلاغ آمریت میں ' آزادی پسندی کا نظریہ ابلاغ سرمایہ دارانہ نظام میں ' سماجی مسئولیت کا نظریہ ابلاغ جمہوریت میں اور اشتراکی نظریہ اشتراکیت کے نظام حکومت کے تحت فروغ پذیر ہوا اسی طرح ضروری ہے کہ اسلامی نظریہ ابلاغ بھی کسی اسلامی مملکت میں نافذ ہو ' اگرچہ اس وقت دنیا کے نقشے پر تقریباً ۵۵ اسلامی ممالک موجود ہیں ' وہاں پر مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہیں مگر ابلاغ کا یہ نظریہ کہیں بھی کارفرما نہیں ہے ' حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظریہ

ابلاغ اس وقت تک عملی نمونہ پیش نہیں کر سکتا جب تک کوئی اسلامی مملکت عملی طور پر اس نظریہ کو پیش نہ کرے۔

سابقہ تمام نظریات ابلاغ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ نظریات انسانی ضروریات و امنگوں سے ہم آہنگ نہ تھے ' اگرچہ اجتماعی مسئولیت کا نظریہ اسلامی نظریہ سے قریب تر ہے لیکن اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا تقاضا ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں ماہرین ابلاغیات اسلامی نظریہ ابلاغ کو واضح کریں۔ ڈاکٹر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں کہ۔

"ابلاغیات کے بارے میں اسلام کے تصور کا ذکر بھی چل نکلا ہے ' مغربی ملکوں میں بھی اسلام کے نظریہ ابلاغ میں دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ نظریہ پوری صراحت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے"۔ ☆ ۴۸

اسلامی نظریہ ابلاغ میں حقوق و فرائض ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں یہ پھول اور اس کی خوشبو کی طرح لازم و ملزوم ہیں اسلامی نظریہ ابلاغ انسانی ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ خالق کائنات کی طرف سے ودیعت کردہ نظریہ ابلاغ ہے ' یہ آفاقی نظریہ اپنے اندر جدید دنیا کو درپیش سینکڑوں نفسیاتی ' اخلاقی ' معاشرتی اور ابلاغی مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے ' یہ ایک عالمگیر نظریہ ہے جو نہ صرف فطرت انسانی کے عین مطابق ہے بلکہ اس نظریہ میں آزادی اور پابندی کے درمیان حکیمانہ توازن بھی قائم ہے۔

حوالہ جات باب ششم

سن اشاعت	شائع کردہ	مصنف / مؤلف	صفحہ نمبر	نام کتاب	نمبر شمار
			آیت 30	القرآن سورۃ البقرہ	1
			" 31	" "	2
۱۹۹۰	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	حسن اختر ناز	24	صحافتی ذمہ داریاں	3
			آیت ۱۰	القرآن سورۃ الاعراف	4
۱۹۹۰	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	مہدی حسن	226	جدید ابلاغ عامہ	5
۱۹۸۲	شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی	پروفیسر خورشید احمد	109	اسلامی نظریہ حیات	6
۱۹۹۰	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	مہدی حسن	225	جدید ابلاغ عامہ	7
			آیت ۱۱۰	القرآن سورۃ آل عمران	8
1987	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور	مرتبہ محمود حسن	244	ترجمان الحدیث جلد اول	9
۱۵ اپریل ۱۹۹۱	مجلہ ہفت روزہ "تکبیر" کراچی	محمد صلاح الدین	14	اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار ـــ مقالہ	۱۰
1988	عظیم اکیڈمی لاہور	عابد مسعود تہامی	48	خبر نامہ	۱۱

12	جدید ابلاغ عامہ	225	مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
13	القرآن سورۃ البقرہ آیت نمبر 256				
14	جبر نظم	48	عابد مسعود عباسی	عظیم اکیڈمی - لاہور	1988
15	القرآن سورۃ الحجرات آیت نمبر 6				
16	راہ عمل (مجموعہ احادیث)	223	مرتبہ مولانا جلیل احسن ندوی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ - لاہور	1987
17	القرآن الحجرات آیت نمبر 12				
18	راہ عمل (مجموعہ احادیث)	187	مرتبہ جلیل احسن ندوی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ - لاہور	1987
19	" "	188	"	"	"
20	خیابانِ صحافت	155	ڈاکٹر مسکین علی حجازی	سنگ میل پبلیکیشنز لمیٹڈ - لاہور	1992
21	صحافت اور تشدد	161	مرتبہ طاہر مسعود	کراچی یونیورسٹی الناژی ایسوسی ایشن	1992
22	پاکستان میں ابلاغیات (تاریخ و مسائل)	92	ڈاکٹر مسکین علی حجازی	سنگ میل پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور	1990
23	صحافت اور صحافی	28	ڈاکٹر شفیق جالندھری	علمی کتب خانہ - لاہور	1986
24	القرآن سورۃ نور آیت نمبر 19				
25	راہ عمل	213	مولانا جلیل احسن ندوی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ - لاہور	1992
26	القرآن سورۃ الانعام آیت 151				
27	ہفت روزہ ایشیاء	15	-	نفیس پرنٹرز - لاہور	8 مارچ 1983
28	القرآن سورۃ احزاب آیت نمبر 70				
29	ترجمان الحدیث اول	276	سید محمود حسن	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ - لاہور	1987
30	جدید ابلاغ عام	226	مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990

31	جدید ابلاغ عام	225	مہدی حسن	مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد	1990
32	القرآن النساء	آیت 63			
33	" "	آیت 8			
34	" الاعراف	" 199			
35	" حٰم سجدہ	" 40			
36	" الحجرات	" 11			
37	" النور	" 148			
38	" البقرہ	" 283			
39	ابلاغیات اور انکے مہلک اثرات	6	ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی	دعوۃ اکیڈمی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد	1991
40	القرآن الحجرات	آیت 13، 12			
41	" النور	" 4			
42	" النور	" 23			
43	صحافتی ذمہ داریاں	27	احسن اختر ناز	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
44	القرآن۔ الحجرات	آیت نمبر 15			
45	ترجمان الحدیث (دوم)	306	مرتبہ سید محمود حسن	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور	1992
46	مقالہ اسلام میں صحافت کا تصور		ڈاکٹر لیاقت علی نیازی	روزنامہ مشرق [illegible] دسمبر	1991
47	خیابانِ صحافت	161	ڈاکٹر مسکین علی حجازی	سنگ میل پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور	1992
48	اسلامی صحافت	18	سید عبدالسلام زینی	ادارہ معارف اسلامی لاہور	1988

باب ہفتم

آزادی ذرائع ابلاغ

- آزادی کا مفہوم اور اہمیت
- آزادی و ذمہ داری لازم و ملزوم ہیں
- آزادی اظہار رائے کا اسلامی تصور
- آزادی اظہار رائے ۔ عہد نبویؐ میں
- آزادی اظہار رائے ۔ خلفائے راشدین کے عہد میں

حضرت ابو بکر صدیقؓ

حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عثمان غنیؓ

حضرت علیؓ

- آزادی ذرائع ابلاغ کی حدود
- حوالہ جات

آزادی کا مفہوم اور اہمیت

تاریخ انسانی کے اوراق اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ انسان نے جب سے فکر و شعور کی وادیوں میں قدم رکھا ہے اس نے ہمیشہ جسم و جان کی آزادی کے ساتھ حریت فکر کے ترانے گائے ہیں۔ شروع ہی سے انسان اپنی پسند کی جگہ پر رہنے، بسنے اور اپنے دل و ضمیر کی بات برملا کہنے کے حق کے لئے صعوبتیں برداشت کرتا آیا ہے۔ مختلف اقوام کی تاریخ پڑھنے سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ مختلف زمانوں میں ہمیں اخلاقی اقدار، مذہب، وحی اور وجود باری تعالی کے منکر تو مل جائیں گے مگر کوئی ایسا گروہ نہ مل سکے گا جس نے انسان کی تحریر و تقریر کی آزادی یا حریت فکر و شعور سے انکار کیا ہو۔

ابلاغ عام کے ذرائع کی ترقی نے آزادی اظہار کو بے حد اہم بنا دیا ہے۔ انسان نے یہ سفر صدیوں میں طے کیا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے اس موجودہ ترقی یافتہ دور میں شامل ہونے تک بے شمار ادیبوں، شاعروں، قلم پردازوں اور صحافیوں نے اپنی جسمانی و دماغی صلاحیتوں کی قربانی دی ہے یہ تمام تر قربانیاں تحریر و تقریر کی آزادی کے لئے دی گئیں تاکہ ذرائع ابلاغ آزادی سے اطلاعات عوام الناس تک پہنچا سکیں۔ آیئے دیکھیں کہ آزادی ذرائع ابلاغ کا مفہوم و مقصد کیا ہے۔ ڈاکٹر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں کہ۔

"کیا ابلاغ عامہ کے اداروں کے مالکان کی آزادی؟ منتظمین کی آزادی؟ کارکن صحافیوں کی آزادی؟ یا عوام کا حصول معلومات کا حق اور کیا یہ آزادی صحیح طور پر صحیح مقصد کے لئے استعمال ہوتی ہے؟" ۔ ☆۱

علاوہ ازیں یہ سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں کہ آزادی سے کیا مراد ہے اور مقصد آزادی کیا ہو گا؟

کیا دوسروں کے ذاتی معاملات میں مداخلت کی آزادی چاہیے ؟

کیا فحاشی و عریانی پھیلانے کی آزادی درکار ہے ؟

کیا الحاد و دہریت کے فروغ کی آزادی چاہیے ؟

کیا افواہیں پھیلانے کی آزادی چاہیے ؟

کیا ذرائع ابلاغ سے رقص و سرود پیش کرنے کی آزادی چاہیے ؟

کیا فحش تصاویر کی اشاعت کی آزادی درکار ہے ؟

کیا سرکاری قومی رازوں کے فاش کرنے کی آزادی چاہیے ؟

کیا وطن عزیز کی نظریاتی سرحدوں پر ضرب لگانے کی آزادی چاہیے ؟

کیا دوسروں پر الزام تراشی کی آزادی چاہیے ؟

یا کیا دوسروں کی کردار کشی کی آزادی درکار ہے ؟

جہاں تک خبر شائع اور نشر کرنے کی آزادی ' خبر کی تشریح کرنے کی آزادی اور ہر مسئلے کے دونوں پہلو پیش کر کے ڈر ' خوف ' حمایت یا خوشلد سے بالا تر ہو کر حق تنقید کا تعلق ہے ۔ یہ آزادی ذرائع ابلاغ کے ماتھے کا جھومر ہے اور یہ آزادی عوام الناس کے ضمیر کی آواز ہے ۔

عام طور پر آزادی ذرائع ابلاغ سے مراد حکومت وقت کی بے جا مداخلت سے آزادی مراد لی جاتی ہے ۔ کیونکہ بیشتر حکومتیں ذرائع ابلاغ کے منہ زور گھوڑے کو لگام دینے کے لئے مختلف قوانین ' اصول ' ضابطے وضع

کرتی ہیں۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ ضابطے عارضی ثابت ہوتے ہیں اور ایک مستقل قانون اور اخلاقی اصولوں کی ضرورت ہمیشہ سے محسوس کی جاتی رہی ہے۔

آزادی کا خیال آتے ہی ذہن میں رکاوٹوں اور پابندیوں سے نجات کا تصور بھی ابھرتا ہے کیونکہ لفظ آزادی "قید" اور "پابندی" کی ضد میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی آزادی ملک و قوم کو غلط راہوں پر جانے سے روکتی ہے یہ آزادی معاشرے سے گھٹن کی فضا ختم کر کے آسانیاں پیدا کرتی ہے اور برائیوں کی نشاندہی کر کے حالات کو سنوارنے کا راستہ دکھلاتی ہے۔ ڈاکٹر محمد شمس الدین صاحب رقم طراز ہیں کہ "ذرائع ابلاغ کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مدد سے معلومات فراہم کرنے کی آزادی ہو' معلومات چھپنے اور نشر کرنے کی آزادی ہو' مسائل کی تشریح اور تاویل کی اجازت ہو اور ہر مسئلے کے مختلف پہلو پیش کر کے رائے کے اظہار کی آزادی ہو' اظہار رائے کی آزادی میں ہر ایسے مسئلہ پر نکتہ چینی شامل ہے جو حکومتی ادارے یا معاشرے کے کسی طبقے نے کیا ہو"۔ ☆۲

ذرائع ابلاغ کو معاشرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا' ذرائع ابلاغ اگر آزاد ہوں گے تو معاشرہ صحت مند اور مضبوط بنیادوں پر استوار ہو گا۔ درحقیقت ذرائع ابلاغ کی آزادی کی مثال اس تازہ پانی کی سی ہے جو معاشرے کے جوہڑ سے گندے افکار کو بہا کر لے جاتا ہے اور اس کی جگہ نئے اور تازہ افکار کے پھول کھلا دیتا ہے جو معاشرہ اپنے افراد کے تازہ افکار و نظریات' خیالات اور احساسات سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے وہ اندر سے کمزور اور انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔

آزادی و ذمہ داری لازم و ملزوم ہے

ذرائع ابلاغ کی آزادی حکومت اور عوام کی آزادی اور وقار کی علامت ہے۔ اس آزادی کا غلط استعمال ملک و قوم دونوں کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے آزادی کے ساتھ ساتھ دنیا کے ہر معاشرے میں ذرائع ابلاغ پر کچھ پابندیاں حکومت کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں۔ کچھ قانونی پابندیاں ہوتی ہیں' کچھ علاقائی اصول و روایات ہوتے ہیں اور کچھ اخلاقی پابندیاں اخبارات خود اپنے اوپر عائد کرتے ہیں ان پابندیوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قومی مفاد و ملکی یکجہتی کے منافی مواد کی اشاعت کو روکا جائے' ذرائع ابلاغ کو قانون ساز اداروں کے احترام پر مجبور کیا جائے' فحش مواد کی اشاعت سے اجتناب برتا جائے' ملکی دستور کے خلاف نہ لکھا جائے' مختلف مذاہب و مسالک کا احترام کیا جائے' آسمانی کتب پر نکتہ چینی نہ کی جائے اور افواج وطن کے امیج کو خراب نہ کیا جائے۔

پروفیسر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ۔

"دنیا کے ہر ملک کے دستور میں خواہ وہ آمرانہ ہو یا اشتراکی یا جمہوری' آزادی اظہار کی حفاظت و بقاء کی ضمانت دی گئی ہے۔ لیکن قطعی آزادی نہ دنیا میں کبھی رائج ہوئی ہے نہ ہو گی۔ ہر آزادی کے ساتھ کچھ پابندیاں ضرور ہوتی ہیں اور یہ نہ ہوں تو انسانی معاشرہ درہم برہم ہو جائے اور انسان انسان کو جینے نہ دے۔ ان پابندیوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن و امان قائم رہے' اخلاقی اقدار کو ٹھیس نہ پہنچے' آزادی کا مطلب لاقانونیت یا انارکی نہیں ہوتا' آزادی اپنے جلو میں کچھ حقوق لاتی ہے اور یہ ہمیشہ ذمہ داریوں سے عبارت ہوتی ہے"☆۳

ایک اسلامی ریاست کے تحت کام کرنے والے ذرائع ابلاغ مادر پدر آزاد نہیں ہو سکتے انہیں کچھ اخلاقی

اصولوں کی پیروی کرنا ہوتی ہے۔ عملی طور پر انسانی معاشرے میں تمام پابندیوں کو برا نہیں سمجھا جاتا جو پابندیاں مفاد عامہ کے لئے ہوں انہیں پسندیدہ سمجھا جاتا ہے' ایک منضبطہ سماجی نظام اخلاقی پابندیوں ہی سے عبارت ہوتا ہے' جس طرح آزادی کے لفظ میں پسندیدگی کا پہلو ہے اسی طرح بے لگامی کے لفظ میں ناپسندیدگی کا عنصر شامل ہے۔

"آزادی کے معنی بے مہاری نہیں ہیں' گھوڑے کے منہ میں لگام اور اونٹ کے منہ میں نکیل نہ ہو تو وہ اپنے سوار کو منزل پر پہنچانا تو کجا شاید زندہ سلامت بھی نہ چھوڑے۔ پابندیاں انفرادی اغراض کی بجائے اجتماعی مفاد میں ہوں تو آزادی کی محافظ ہوتی ہیں۔ پابندی کی حیثیت باڑھ کی سی ہے جو کھیت کی حفاظت کے لئے لگائی جاتی ہے ہاں باڑھ خود کھیت کو کھانے لگے تو کھیت کے رکھوالے اسے اکھاڑ پھینکتے ہیں' قدیم زمانوں میں شہروں کے گرد فصیلیں شہروں کی حفاظت کے لئے تعمیر کی جاتی تھیں' دیوار چین اس کی سب سے نمایاں مثال ہے۔ آج سرحدوں کے گرد چوکیاں اور حفاظتی حصار آزادی کے تحفظ کے لئے قائم کیے جاتے ہیں۔ خاندانوں کو چار دیواری کی حفاظت میسر نہ ہو تو ان کی آزادی ایک لمحہ برقرار نہیں رہ سکتی' اللہ کی قائم کردہ حدود یعنی حدود اللہ کی پابندی ہماری آزادی کی حفاظت کرتی ہیں' انہیں توڑ دیا جائے تو ہماری آزادیاں سلب اور پامال ہو جاتی ہیں' مادر پدر آزادی کا مہذب انسانی معاشرے میں کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ذرائع ابلاغ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں' ان کی آزادی' وطن کی آزادی' اس کے شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ اور اس کے شہریوں میں اپنے مستقبل پر یقین و اعتماد قائم رکھنے کی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو جائے تو پھر یہ فتنہ بن جاتی ہے"۔ ☆۳

اسلام میں مادر پدر آزادی نہ کسی فرد کو حاصل ہے اور نہ کسی جماعت کو اور نہ ہی کسی خاص طبقہ کو۔ اسلام

چند پابندیوں کے ساتھ ایک دائرہ کار کے اندر فرد ' جماعت یا اداروں کو آزادی دیتا ہے ان پابندیوں کا مقصد مفاد عامہ کا تحفظ ہوتا ہے تاکہ ذرائع ابلاغ آزادی کا غلط فائدہ اٹھا کر معززین اور شرفاء کی پگڑیاں نہ اچھالیں ' جھوٹی اور بے سروپا خبروں کی اشاعت سے معاشرے میں انتشار پیدا نہ کریں ' دوسروں کی عزت نفس کا خیال رکھیں اور اپنے فرائض دیانت داری اور خدا خوفی سے ادا کریں ' ان مقاصد کے حصول کے لئے ذرائع ابلاغ پر کچھ ذمہ داریاں عائد کی جاتی ہیں ' یہی وجہ ہے کہ

"مکمل آزادی دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں ہے ۔ ترقی یافتہ ممالک میں ہنگامی صورت حال میں آزادی صحافت میں کمی کر دی جاتی ہے ۔ ان ممالک میں ذرائع ابلاغ ہنگامی حالات میں خود بھی اپنی یہ ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ ایسی معلومات افشاء نہ کریں جو ملکی سالمیت کے خلاف ہوں ۔ جب خارجہ پالیسی میں کوئی نازک موقع درپیش ہو تو ذرائع ابلاغ کو احتیاط کا مشورہ دیا جاتا ہے ' ایک خاص حد کے اندر رہتے ہوئے ملکی مفاد کے پیش نظر بعض معلومات کو خفیہ رکھا جاتا ہے .... ذرائع ابلاغ کی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اخلاقی ذمہ داریاں پوری نہ کی جائیں ' صحت معلومات ' غیر جانبداری اور شائستگی داری ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے " ۔ ☆☆ ۵

ایک عام مقولہ ہے کہ "محبت اور جنگ میں ہر شے جائز ہے" لیکن بحیثیت مسلمان ہمارے محبت اور جنگ کے بھی اصول اور کچھ قاعدے ہیں ۔ مثلاً جنگ کی مثال ہی لیجئے ' اسلامی تعلیمات کی رو سے جنگ رنگ و نسل اور علاقہ و زبان کے تعصبات سے بالا تر ہو کر دفاع وطن کے لئے فی سبیل اللہ لڑی جاتی ہے اور پھر دوران جنگ یہ پابندی ہے کہ زخمی ' بوڑھے ' عورت اور بچے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے ۔ حالت جنگ میں مویشیوں ' کھڑی فصلوں کو

تباہ نہ کیا جائے ۔ گویا اسلام ہمیں دستر خوان سے لے کر میدان جنگ تک ہدایات فراہم کرتا ہے ۔ کچھ اخلاقی پابندیاں عائد کرتا ہے ' چنانچہ ایک اسلامی معاشرے میں ذرائع ابلاغ مغربی معاشرے کی طرح بے مہار ہوتے ہیں اور نہ ہی اشتراکی یا آمرانہ نظام حکومت کی طرح ان پر بے جا پابندیاں لگائی جاتی ہیں بلکہ ابلاغ کے نظریہ سماجی ذمہ داری "Social Responsibility" کی طرح ذرائع ابلاغ کچھ اخلاقی پابندیوں کے ساتھ آزادانہ طور پر کام کرتے ہیں تاکہ وہ زیادہ خلوص زیادہ دیانتداری اور زیادہ ذمہ داری سے اپنے فرائض سرانجام دے سکیں۔

"اخبارات کو اپنے اوپر کچھ خود ساختہ پابندیاں عائد کرنی چاہئیں تاکہ قومی مفادات کے منافی اور ضرر رساں خیالات کی اشاعت کی بجائے وہ ایسے خیالات و افکار کی تشہیر کریں جس سے قومی یکجہتی کو تقویت پہنچے اور ملک کی جذباتی و نظریاتی سالمیت مضبوط تر ہو اس کا کام ملک کے مروجہ قوانین کی برتری قائم رکھنا بھی ہے ' مثلاً اخبارات کتنے ہی آزاد کیوں نہ ہوں انہیں آزادی کے تحت ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کی انصاف پسندی اور عدل گستری پر نکتہ چینی نہیں کرنی چا[illegible] ان کی توہین کا باعث بننا چاہیے نہ انہیں ملک میں فرقہ وارانہ فسادات بھڑکانے چاہییں کوئی حکومت اخبار[illegible] محدود آزادی نہیں دے سکتی جس سے ملک کے نظم و نسق کی صورت حال خطرے میں پڑ جائے ' بایں ہمہ اخبارات کو کسی مبنی بر انصاف اور حق بجانب معاملے کی سربلندی اور حمایت کرنے میں محض اس لئے خوف نہیں کھانا چاہیے کہ اس سے خدمت کی مشینری یا بعض موثر مفادات پر زد پڑتی ہے" ۔ ☆۲

اگرچہ آئین پاکستان میں بھی آزادی تحریر و تقریر کو تسلیم کیا گیا ہے ' اور یہ آزادی ملک و قوم کا وقار ہے

لیکن ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ اس آزادی کو حق اور سچ کی اشاعت کے لئے استعمال کریں چنانچہ ضروری ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ جھوٹے الزامات بہتان طرازی' اخلاق سوز تحریری مواد اور فحش گوئی سے اجتناب کریں افراد کی نجی زندگی (Private Life) سے متعلق خبروں میں احتیاط برتی جائے اور ملک کے مختلف طبقات' گروہوں کے درمیان نفرت و تصادم کی فضاء کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں کیونکہ حقیقی آزادی اسی وقت حاصل ہو گی جب ذرائع ابلاغ اپنے اوپر کچھ اخلاقی پابندیاں عائد کر لیں گے اور احساس ذمہ داری خود انضباطی (Self Discipline) اور دیانتداری سے خبروں کی رپورٹنگ کی جائے گی یہ صحت مندانہ روش ملک و قوم کی کامیابی و خوشحالی کی نوید ہو گی

درحقیقت ذرائع ابلاغ کی آزادی اخلاقی ذمہ داریوں کے ساتھ مشروط ہے' گویا آزادی و ذمہ داری دریا کے دو کنارے ہیں جو ہمیشہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں جب ایک کنارہ ساتھ چھوڑتا ہے تو دریا کا پانی کناروں سے باہر نکل کر طغیانی سیلاب اور تباہی کا باعث بنتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

؎ شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو　　　جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا

آزادی اظہار رائے کا اسلامی تصور

یایھا الذین امنو کونو قوامین بالقسط شھداء لله ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فالله اولی بھما فلا تتبعو الھوی ان تعدلو وان تلوا او تعرضو فان الله بما تعملون خبیرا ۔ (النساء ۱۳۵) ☆ ۶

ترجمہ:- "اے لوگو جو ایمان لائے ہو ' انصاف کے علم بردار بنو اور خدا واسطے کے گواہ بنو ۔ اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو ۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب ' اللہ تم سے زیادہ اس کا خیر خواہ ہے لہذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو ۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے"۔

اسلام میں آزادی اظہار رائے کو ایک دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے اور تلقین کی گئی ہے کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں حکومت ' شائستگی اور وقار سے کام لیا جائے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

یایھا الذین امنوا اتقو الله وقولو قولا سدیدا ۔ ○ (احزاب ۔ ج) ☆ ۸

ترجمہ:- اے لوگو جو ایمان لائے ہو ' اللہ سے ڈرو اور صاف اور سیدھی بات کیا کرو ۔

اسلام واحد دین ہے جس نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ہر مسلمان پر عائد کیا ہے ۔

"جہاں تک خیال و رائے اور تنقید و احتساب کی آزادی کا تعلق ہے ' اسلام نے اس کا جس طرح اہتمام اور

حوصلہ افزائی کی ہے اس کی مثال دنیا کا نہ کوئی اور مذہب پیش کر سکتا ہے نہ کوئی جدید نظام، اسلام واحد دین ہے جس نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ایک مسلمان کا دینی فرض ہی نہیں بنیادی حق قرار دیا ہے۔" ☆۹

محمد صلاح الدین لکھتے ہیں کہ "آزادی اظہار رائے بین الاقوامی طور پر مسلمہ انسانی حقوق کی فہرست میں شامل ایک اہم بنیادی حق ہے اور اسلام میں نہ صرف اس کی یہی حیثیت ہے بلکہ اسلام اسے یہ حیثیت عطا کرنے والا پہلا مذہب ہے"۔ ☆۱۰

ایک اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا مقصد نیکی کا فروغ اور بدی کا انسداد کرنا ہے لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لئے ذرائع ابلاغ کو نہایت حکمت سے کام کرنا ہے چنانچہ ان کی تمام تر جدوجہد اور سرگرمیوں کا مقصد اس کے سواء اور کچھ نہیں کہ معاشرے میں نیکیوں کا فروغ اور غلبہ رہے، سچ کی اشاعت اور منکرات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

افتخار احمد کھوکھر لکھتے ہیں کہ "اسلام حریت فکر اور اظہار رائے کا حق اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو اس شرط پر دیتا ہے کہ اسے سچائی اور نیکی کی تبلیغ کے لئے استعمال کیا جائے۔ اسلام میں آزادی اظہار کا تصور مغربی تصور آزادی اظہار سے مختلف اور برتر و اعلیٰ ہے۔ اسلام کسی حال میں برائی کے پرچار کی اجازت نہیں دیتا، اور یہ کسی کو حق نہیں کہ تنقید کے نام پر دشنام طرازی اور جارحانہ زبان استعمال کرے، اسلام میں نیکی اور بھلائی کے لئے آزادی اظہار محض ایک حق ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ پر فرض بھی ہے اور جو کوئی بھی لوگوں کو یہ حق نہیں دیتا وہ قادر مطلق، اللہ تعالیٰ سے کھلم کھلا جنگ کرتا ہے، آزادی اظہار کا حق کئی شرائط کا تابع ہے۔ ایک دوسر

کو بدنام کرنے ایک دوسرے کی تحقیر والے نام لے کر توہین کرنے ' غیبت کرنے ' ایک دوسرے کی خلوت کی جاسوسی کرنے یا جھوٹ بولنے اور جھوٹی شہادت سے اجتناب کرنا چاہیے " - ☆ ۹

اسلام نے ہر مسلمان کو حکم دیا ہے کہ وہ ناانصافی اور برائی کے خلاف احتجاج کرے اور احتجاج کے اس حق کو بغیر کسی خوف و لالچ کے استعمال کرے - ارشاد باری تعالیٰ ہے - کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون

بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللّٰہ - (آل عمران - ۱۱۰) ☆ ۱۲

ترجمہ :۔ تم بہترین امت ہو جسے نوع انسانی کے لئے نکالا گیا ہے - تم نیکی کا حکم دیتے ہو ' بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

چنانچہ مسلمانوں کا انفرادی و اجتماعی فریضہ ہے کہ وہ خیر کی شمع کو روشن رکھیں اور اپنے قول و فعل اور تحریر و تقریر سے شر کے اندھیروں کو مٹانے کی کوشش کریں اور یہ فریضہ ہر مسلمان عورت اور مرد پر عائد کیا گیا ہے -

ارشاد باری تعالیٰ ہے - والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر -

(التوبہ - ۷۱) ☆ ۱۳

ترجمہ :۔ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے حامی و مددگار ہیں - نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں -

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ "مملکت اسلامیہ کے تمام شہریوں کو اسلام آزادی اظہار رائے کا حق اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ بھلائی پھیلانے کے لئے ہو نہ کہ برائی پھیلانے کے لئے ' اظہار رائے کی آزادی کا یہ

اسلامی تصور موجودہ مغربی تصور سے بدرجہا بلند ہے ' برائی پھیلانے کی آزادی اسلام نہیں دیتا ' تنقید کے نام پر دشنام طرازی کی بھی اجازت نہیں دیتا ' البتہ اس کے نزدیک بھلائی پھیلانے کے لئے اظہار رائے کا حق صرف حق ہی نہیں بلکہ مسلمانوں پر ایک فرض بھی ہے ' جسے روکنا خدائے ذوالجلال سے لڑائی مول لینا ہے اور معاملہ برائی سے منع کرنے کا بھی ہے ' برائی خواہ کوئی شخص کر رہا ہو یا کوئی گروہ ' خود اپنے ملک کی حکومت کر رہی ہو یا کسی دوسرے ملک کی ' اپنی قوم کر رہی ہو یا دنیا کی کوئی دوسری قوم ' مسلمان کا حق ہے اور یہ اس کا فرض ہے کہ اسے ٹوکے ' اسے روکے اور اس کے خلاف بھی اعلان اظہار ناراضگی کر کے یہ بتائے کہ بھلائی کیا ہے ' جسے اس فرد یا حکومت کو اختیار کرنا چاہیے "۔ ☆ ۱۲

ذرائع ابلاغ چونکہ حق اور سچ کے نمائندہ ہیں اس لئے قومی زندگی کے تمام شعبوں ' اداروں اور افراد پر تنقید و احتساب ذرائع ابلاغ کا حق ہے۔ اور یہ حق اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ حق اور سچ کی تلاش میں مدد دیں۔ لیکن ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ کی تنقید کا مقصد اصلاحی اور تعمیری ہو تاکہ مختلف مسائل کی نشاندہی کے بعد ان کی اصلاح کا کام کیا جاسکے۔

اسلامی ریاست کے تحت کام کرنے والے ذرائع ابلاغ ایک اسلامی ضابطہ اخلاق کے پابند ہوتے ہیں چنانچہ ان کا فرض ہے کہ وہ حق کی حمایت کریں اور باطل کی مخالفت کریں اور کسی معاملے میں رائے عامہ ہموار کرنے میں قومی پالیسیوں کے نفاذ میں یا حکومت ' اداروں اور افراد پر تنقید و نکتہ چینی کرنے میں کبھی حق و صداقت اور انصاف و دیانت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔ واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا القربیٰ۔

(الانعام ـ ۱۵۲) ☆ ۱۵ ترجمہ :۔ اور جب بات کہو تو انصاف کی بات کہا کرو خواہ معاملہ اپنے رشتہ داروں کا ہی کیوں نہ ہو ۔

آزادی اظہار رائے، عہد نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں

یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا ○ و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا ○

(الاحزاب - ۴۶ - ۴۵)

ترجمہ:۔ اے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔" ☆۳

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انسانیت کے لئے مکمل اور جامع رہنمائی لے کر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ۲۳ برس کی قلیل مدت میں دنیائے عرب پر چھائی ہوئی ظلم و جہالت کی تاریکی کو علم و نور کے اجالے میں بدل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام الہامی کتابوں کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا اور قرآن پاک کی صورت میں بنی نوع انسان کو ایسا ضابطہ حیات دیا گیا جس پر عمل پیرا ہو کر آپ کے پیروکاروں نے آزادی، مساوات، اخوت، یگانگت اور ایثار و قربانی کی لازوال داستانیں رقم کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قریش مکہ کو فرسودہ روایات اور جاہلانہ رسم و رواج کی بیڑیوں سے نجات دلانے کا بیڑا اٹھایا اور جاہلیت کے تمام تعصبات ختم کر کے ایک عالمگیر روحانی، اخلاقی، سیاسی و تہذیبی نظام کی بنیاد ڈالی۔

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات، ہدایات اور ارشادات عالیہ قیامت تک باقی رہنے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنی نوع انسان کو ایک نیا طرز حیات دیا۔ علم و دانش سکھائی۔ لسانی، خاندانی اور قبائلی تعصبات کو ختم کیا۔ نظام حکومت دیا، اعلیٰ اخلاقی اصول وضع کیے، نظم و ضبط کا درس دیا اور یہ کہہ کر "کسی

عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر فوقیت نہیں" مساوات کا عملی درس دیا۔ جو فلسفہ زندگی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قرآن کے حوالے سے پیش کیا اس پر خود ہی عمل کیا اور خود ہی نافذ کر کے دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کبھی کسی پر ظلم یا جبر نہیں کیا بلکہ لوگوں کی عزت نفس کا ہمیشہ خیال کیا۔ چنانچہ ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سنہری دور آزادی اظہار رائے کا بے نظیر دور ہے۔ تاریخ کا یہ روشن ترین دور اپنے اندر باہمی افہام و تفہیم ' اخوت ' ایثار و قربانی اور حق و انصاف کی لازوال داستانیں لئے ہر خاص و عام کو دعوت عمل دے رہا ہے ' جب پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی سیرت و کردار سے یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی وہ سچا دین ہے جو نہ صرف اپنے پیروکاروں کو حق و صداقت کی ترویج و اشاعت ' انصاف و صداقت کے قیام اور برائیوں کے سدباب کے لئے ہاتھ ' زبان اور قلب سے جدوجہد کرنے کی تلقین کرتا ہے بلکہ بارہا اس بات پر زور دیتا ہے کہ افراد قوم ملکی معاملات ' باہمی مسائل اور انفرادی و اجتماعی مفادات کے سلسلے میں اپنی رائے کا آزادانہ استعمال کریں۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بے شمار واقعات ہمارے سامنے ہیں مثلاً

"جنگ خندق کے دوران آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنو غطفان کو اپنے خلاف اتحادی فوجوں سے کاٹنے کے لئے انہیں مدینہ کی کھجوروں کی کل فصل کے ایک تہائی حصے کی پیش کش کی انصار کے دو شخص حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے پوچھا کیا یہ اللہ کا حکم ہے کہ ہمیں صرف اس کی پیروی کرنی ہے یا یہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رائے ہے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری رائے ہے انہوں نے کہا پھر

ہمیں اپنی رائے کے اظہار کی آزادی ہے۔ خدا کی قسم ہم نے ان لوگوں کو کفر و شرک کے دوران بھی ایک کھجور نہیں دی تھی اور اب جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ہم اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو چکے ہیں تو انہیں ایک تہائی کھجور کیسے دے سکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنی رائے واپس لے لی"۔ ☆ ۱۷

قرآن پاک کی سورہ مجادلہ کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ ایک عورت حضرت خولہؓ بنت ثعلبہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کی۔ اس نے ایک واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتفاق نہ کیا' عورت نے بار بار تکرار کی زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو ماں کی پیٹھ کی طرح کہہ دیتا تھا تو طلاق ہو جاتی تھی حضرت خولہؓ کا کہنا تھا کہ یہ جاہلانہ تصور ہے اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ بالآخر حضرت خولہؓ کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی اور فیصلہ ہوا کہ اس طرح کہہ دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ خاوند کو چاہیے کہ وہ کفارہ ادا کرے اور آئندہ ایسی لغو اور بے ہودہ بات منہ سے نہ نکالے۔ آیت کریمہ یہ ہے۔

قد سمع اللّٰہ قول التی تجادلک فی زوجھا و تشتکی الی اللّٰہ واللّٰہ یسمع تحاورکما ان اللّٰہ سمیع بصیر۔ (سورۃ المجادلہ۔۱)

ترجمہ: اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملہ میں تم سے تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے فریاد کیے جاتی تھی' اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے' وہ سب سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔ ☆ ۱۸

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختلاف رائے رکھنے والوں کی بات ہمیشہ پورے عزم و حوصلہ سے سنی اور

اگر رائے دہندہ کی رائے مبنی برحق تھی تو اس پر عمل درآمد میں کبھی پس و پیش سے کام نہیں لیا۔

"جنگ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اور معتبر و جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے مگر حضرت حمزہؓ اور نوجوانوں کی رائے یہ ہوئی کہ باہر نکل کر جنگ کی جائے' آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھا کہ اکثریت باہر نکل کر جنگ کرنے کے حق میں ہے تو اسی کے مطابق عزم جنگ کیا اور ہتھیار بندی کے لئے حجرہ میں تشریف لے گئے اس دوران معمر صحابہؓ نے نوجوانوں کو عار دلائی کہ تم نے پیغمبر خدا کی رائے کا لحاظ کیے بغیر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تکلیف میں ڈالا یہ سن کر نوجوان متاثر ہوئے اور معذرت کے لئے حجرہ کے سامنے جمع ہو گئے' آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باہر آئے اور ان کی معذرت سنی تو فرمایا' "عزم کے بعد اب نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان نہیں ہے کہ مقصد کو حاصل کیے بغیر غیر مسلح ہو جائے چلو اب مدینہ کے باہر ہی میدان جنگ قائم ہو گا"۔ ☆ ۱۹

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اپنی بات بلا روک ٹوک کہیں ' چنانچہ "ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کسی نے کہا "تقسیم غنیمت مرضی الٰہی کے خلاف ہوئی ہے" بات بہت سخت تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے معاف کر دیا۔ کسی اور کی آواز آئی کہ "آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عدل سے کام نہیں لیا" فرمایا گر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کرے گا" پھر کہنے والے سے کوئی باز پرس نہیں کی"۔ ☆ ۲۰

اسی طرح "ایک غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ فلاں فلاں مقام پر

قیام کریں اور پڑاؤ ڈالیں' ایک صحابی نے دریافت کیا "یہ ارشاد وحی سے ہے یا آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتی رائے ہے" ؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "یہ میری ذاتی رائے ہے" صحابی نے عرض کیا "پھر تو یہ منزل مناسب نہیں اس کی بجائے فلاں فلاں منزل مناسب ہو گی" ۔ چنانچہ اسی رائے پر عمل کیا گیا" ۔ ۲۱ ☆

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے کہ "جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے"

(ابو داؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' مسند احمد)

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیشہ آزادی رائے کی توقیر کی اور اختلاف رائے رکھنے والے کی نیت پر کبھی شک نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہ صرف خود کفار مکہ کے سامنے ببانگ دہل کلمہ توحید بلند کرتے رہے بلکہ دوسروں کو بھی اس بات کی تلقین کی کہ نیکی اور حق بات کے پھیلانے میں کسی کی پروا نہ کریں۔

تاریخ شاہد ہے کہ کفار مکہ نے آپ کو حق بات کہنے اور دعوت اسلامی کی تبلیغ سے روکنے کے لئے بے پناہ کوششیں کیں۔ مادی فوائد کا لالچ دیا' مکہ کی سرداری' دولت اور عرب کی خوبصورت عورت سے شادی کی پیش کش تک کی مگر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سب کچھ ٹھکرا دیا اور اظہار رائے کا اپنا یہ حق محفوظ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے نظریات کے اظہار میں کسی لالچ' جبر' خوف اور مادی فائدے کو رکاوٹ نہ بننے دیا بلکہ بلا خوف اپنے نظریات کا پرچار جاری رکھا۔

آزادی اظہار رائے ' خلفائے راشدین کے عہد میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ :۔

آپ کا اصل نام عبدالکعبہ تھا' کنیت ابوبکر اور صدیق لقب تھا۔ آپ کے والد کا نام عثمان اور ماں کا نام سلمیٰ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت 573ء میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد خلافت 2 ربیع الاول سن 11 ہجری سے لے کر 21 جمادی الاول سن 13 ہجری یعنی 2 سال 3 ماہ 10 دن پر محیط ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق دیرینہ اور جانثار ساتھی تھے۔ آپ کی زندگی عاجزی اور انکساری کا مثالی نمونہ تھی۔ آپ نے ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی ' آپ کا دامن قناعت ' تقویٰ اور عمل صالح کی دولت سے مالا مال تھا۔ جب آپ خلیفہ بنے تو آپ نے نہ صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تلقین کی بلکہ لوگوں کو دعوت احتساب بھی دی۔ آپ نے اپنے خطبہ خلافت میں حق تنقید و اختلاف رائے کے اظہار کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ' "میں بشر ہوں اور آپ لوگوں میں کسی ایک سے بھی بہتر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا ' مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے اگر آپ دیکھیں کہ میں ٹھیک کام کر رہا ہوں تو آپ میرے ساتھ چلیں اور اگر دیکھیں کہ میں بھٹک رہا ہوں تو مجھے ٹوک دیجئے"۔ ☆ ۲۲

آپ کے دور میں آزادی اظہار رائے کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص خلیفہ وقت یا حکام بالا کے بارے میں رائے کا اظہار کر سکتا تھا مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ فاروق کو خلیفہ کی ذمہ داری سونپنے سے پہلے عوام اور جلیل القدر صحابہؓ سے رائے و مشورہ لینا مناسب سمجھا اور انہوں نے اپنی واضح اور دو ٹوک رائے دی چنانچہ "انہوں

نے عبدالرحمان بن عوف کو بلایا اور ان سے پوچھا "عمرؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے"؟ عبدالرحمان: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بارے میں مجھ سے بہتر جانتے ہیں' ابوبکر: اس کے باوجود میں تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ عبدالرحمان: عمرؓ اس سے بہتر ہیں جیسا کہ آپ ان کو سمجھتے ہیں' ابوبکر صدیقؓ نے عثمان غنیؓ کو بلا کر ان کی رائے مانگی تو انہوں نے کہا "میں کیا بتاؤں آپ ان کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں' جب ابوبکر صدیقؓ نے اصرار کیا تو وہ بولے۔ "عمرؓ کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور وہ ہم سب سے اچھے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ: خدا کی تم پر رحمت ہو اگر تم یہ رائے نہ دیتے تو میں تم ہی کو خلیفہ بناتا' ان دو کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چند دوسرے مہاجرو انصار صحابہؓ سے بھی رجوع کیا تو انہوں نے عمر فاروقؓ کے حق میں رائے دی"۔ ☆ ۲۳

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے اور حکومت کے مخالفین سے ہمیشہ نرمی اور عفو و درگذر سے کام لیا۔ آپ نے کبھی کسی کے ساتھ سختی یا زیادتی نہ ہونے دی' آپ کا دور حکومت شخصی آزادی اور حریت فکر کا سنہری دور تھا۔ جھوٹے نبیوں کی بیخ کنی اور منکرین زکوٰۃ سے جہاد آپ کے اہم کارنامے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ

آپ کا اصل نام عمر بن خطاب اور لقب "فاروق" تھا۔ آپ کے والد کا نام خطاب بن نفیل تھا جو قبیلہ عدی کے سردار تھے' والدہ کا نام حنتمہ تھا۔ آپ کا عہد خلافت 22 جمادی الثانی سن 13 ہجری سے لے کر 27 ذوالحجہ سن 23 ہجری یعنی 10 سال 6 ماہ اور 4 دن پر محیط ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد آپؓ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ بنے آپ کی شجاعت' عدل و انصاف' قناعت و بردباری اور معاملہ فہمی قابل ستائش تھی' آپ گفتار

و کردار میں اللہ کی برہان تھے' آپ کے قبول اسلام کی دعا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگی جو مستجاب ہوئی۔ آپ کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو تقویت ملی اور دین اسلام کی تبلیغ میں وسعت اور ہمہ گیری پیدا ہوئی'

آپؓ کا دور مسلمانوں کی تاریخ کا سنہری دور تھا۔ جب کہ ہر شخص سرعام خلیفہ وقت کا محاسبہ کر سکتا تھا۔

"حضرت عمرؓ کے دور میں آزادی اظہار رائے کا یہ عالم تھا کہ ایک آدمی راہ چلتے یا بھری محفل میں بر سر منبر جہاں چاہتا آپ کو ٹوک سکتا تھا' آپ سے اپنی شکایت بیان کر سکتا تھا' آپ کا مواخذہ کر سکتا تھا اور آپ اظہار رائے کی اس روح کو بیدار رکھنے کے لئے ہمیشہ شکایت کنندہ کی بات پر پوری توجہ دیتے' اس کو کوئی دوسرا درمیان میں ٹوکتا تو آپ سخت ناراض ہوتے اور کہنے والے کو پوری بات کہنے کا موقع دیتے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اس کی شکایت پر فوری کارروائی عمل میں لاتے۔ ☆ ۲۴

آپؓ کے دور حکومت میں بسا اوقات ایسا ہوا کہ عام آدمی نے آپ سے سخت لہجے میں باز پرس کی مگر آپ نے کبھی اس کا برا نہ منایا' مثلاً "حضرت عمرؓ نے ایک بار امت کی قوت احتساب کا جائزہ لینے کی خاطر فرمایا "اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل اختیار کروں تو تم کیا کرو گے "؟ حضرت بشیر بن سعدؓ کھڑے ہوئے' تلوار نیام سے کھینچ کر کہا' "ہم تمہارا سر اڑا دیں گے"۔ حضرت عمرؓ نے ڈانٹ کر کہا' "کیا میری شان میں تو یہ الفاظ کہتا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ہاں تمہاری شان میں' حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر کہا "الحمد اللہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں کج ہو جاؤں تو وہ سیدھا کر دیں گے"۔ ☆ ۲۵

آپؓ کا اعلان عام تھا کہ "جب کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے یا ظلم ہو جائے یا میری کسی بات پر ناراض ہو تو

مجھے اطلاع کرے میں بھی تم ہی میں سے ایک فرد ہوں"۔ ☆۲۶

آپؓ مسلمانوں کے درویش صفت خلیفہ تھے۔ اگرچہ آپ کی سخت مزاجی مشہور تھی مگر اختلاف رائے رکھنے والوں کی بات آپ ہمیشہ صبر و تحمل سے سنتے اور یہ رائے قرآن و سنت کے مطابق ہوتی تو فوراً اس پر عمل درآمد کرتے اور یہ نہ دیکھتے کہ رائے دینے والا کوئی بڑا آدمی ہے یا چھوٹا' عورت ہے یا مرد مثلاً "حضرت عمرؓ نے حق مہر کو کم کرنے کا قانون بنایا اور ممبر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر سے اس کا اعلان کیا ایک عورت جو اس مجمع عام میں موجود تھی' اس نے سوچا کہ اس قانون سے تو عورتوں کے حقوق متاثر ہوں گے اس نے مجمع عام میں اپنی رائے کا کھلم کھلا اظہار کیا' اس نے کہا "عمرؓ تمہیں یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ عورتوں کے حقوق میں کمی کرو۔ خدا کا تو حکم ہے کہ اگر تم ایک بڑا خزانہ بھی حق مہر میں دے چکے ہو تو اسے واپس نہ لو"۔ حضرت عمرؓ اس خاتون کے اظہار رائے سے متاثر ہوئے اور سمجھے کہ ان کی رائے کے مقابلے میں اس عورت کی رائے زیادہ صائب اور قرآن کی روح کے مطابق ہے' انہوں نے اپنا بنایا ہوا قانون واپس لے لیا اور عورت کی رائے کے مطابق عمل کیا۔ ☆۲۷

آپ نے عوام کو جو آزادی دے رکھی تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر طرف امن و امان اور بھائی چارے کا دور دورہ تھا' اسلامی سلطنت ترقی کر رہی تھی' فتوحات کا سلسلہ وسیع ہو رہا تھا اور قرب و جوار کے ممالک کے لوگ آپ کی سیرت و کردار اور عدل و انصاف کی وجہ سے قبول اسلام کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ شام اور مصر میں رومی شہنشاہیت کا چراغ گل ہو گیا اور ایران کی بادشاہت ختم ہو گئی' اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ نے عوام کو مکمل آزادی دے رکھی تھی اور لوگ اپنے دل و ضمیر کی بات برملا اور ہر وقت خلیفہ وقت کے سامنے کر سکتے تھے۔

"ایک بدو (سلمان فارسیؓ) نے حضرت عمرؓ جیسے جاہ و جلال اور شان و شوکت رکھنے والے خلیفہ کا خطبہ جمعہ مجمع عام میں ممبر رسول پر سننے سے انکار کر دیا تھا اور حق اظہار رائے کے استعمال سے مطالبہ کیا تھا کہ پہلے یہ بتایا جائے کہ آپ کے بدن پر جو نیا جبہ ہے یہ کہاں سے آیا ہے ' تمام مسلمانوں کو ایک ایک یمنی چادر حصے میں ملی ہے ایک چادر سے آپ کے لمبے بدن پر اتنا بڑا جبہ پورا نہیں آسکتا ' آپ نے اضافی کپڑا کہاں سے لیا ؟ ۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو جواب دینے کو کہا ' جس نے بتایا کہ اس نے اپنا حصہ اپنے بابا کو دے دیا تھا انہوں نے اپنے اور میرے حصوں سے یہ جبہ سلایا ' اس سے بدو کو اطمینان ہوا اور حضرت عمرؓ نے خطبہ جاری کیا ' نہ سیکورٹی گارڈ نے روکا ' نہ مجمع نے ٹوکا اور نہ قانون توہین خلیفہ حرکت میں آیا ' مگر آزادی اظہار رائے کے ان جیسے واقعات نے معاشرے کو جو قوت ' استحکام ' امن و سلامتی ' اور اخوت و مساوات کی لازوال دولت عطا کی وہ انمول تھی " ۔ ☆

۲۸

آپ نے اپنے عہد خلافت میں کسی پر جبر یا زیادتی نہ کی ' کسی کی زبان بندی نہ کی بلکہ اختلاف رائے رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی ' کسی بات کو اپنی شان میں گستاخی قرار نہیں دیا بلکہ احتساب کو عوام کا حق قرار دیا ۔ "ایک شخص نے سرراہ آپؓ کو مخاطب کر کے کہا ' "عمر' خدا سے ڈرو ' اس نے یہ جملہ کئی بار دہرایا ' اس پر کسی نے ٹوکا ' چپ رہ تو نے امیر المومنینؓ کو بہت کچھ کہہ سنایا ' حضرت عمرؓ نے فوراً مداخلت کرتے ہوئے فرمایا " اسے مت روکو ' یہ لوگ اگر ہم سے ایسی بات کہنا چھوڑ دیں تو پھر ان کا فائدہ ہی کیا ؟ اور اگر ہم ان کی باتوں کو قبول نہ کریں تو ہمیں

بھلائی سے عاری سمجھنا چاہیے اور بعید نہیں کہ یہ بات اپنے کہنے والے پر ہی چسپاں ہو جائے"۔ ۲۹☆

سعد بن ابی وقاصؓ ' ابو موسی اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ آپ کے دور حکومت میں گورنری کے عہدوں پر فائز رہے ' اگر کسی شخص کو گورنر سے شکایت ہوتی تو آپ اس کی شکایت سنتے اور فوری کارروائی کا حکم دیتے۔ آپؓ نے پیغام رسانی کا شعبہ اور پولیس کا نظام قائم کیا ' بیت المقدس کو فتح کیا ' اس کے علاوہ عراق ' شام ' اردن ' مصر اور ایران تک کا علاقہ آپ کے عہد خلافت میں اسلامی مملکت میں شامل ہوا۔

حضرت عثمان غنیؓ:۔

آپ کا نام عثمان بن عفان اور لقب غنی تھا ' آپ کے والد کا نام امیہ عبدالشمس اور والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا ' آپؓ قریش کی سب سے بڑی شاخ امیہ سے تعلق رکھتے تھے جو کہ ایک مقبول اور طاقتور قبیلہ تھا ' آپؓ نے حساس دل ' زندہ ضمیر ' سیر چشم اور دریا دل انسان تھے۔ آپؓ کا عہد خلافت یکم محرم 24 ہجری سے لے کر 18 ذوالحجہ 35 ہجری یعنی ۱۱ سال ۱۱ ماہ اور ۱۷ دن پر محیط ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ اور داماد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے ' آپؓ عفو درگزر ' سخاوت اور شرم و حیا کے پیکر تھے ' آپؓ نے ہر آڑے وقت میں مسلمانوں کو سہولتیں بہم پہنچائیں۔ آپ کے در سے کبھی کوئی خالی ہاتھ واپس نہ گیا ' آپؓ نے ہمیشہ مظلوموں کی دلجوئی کی اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوششیں کرتے رہے ' منکسر المزاجی آپ کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی حضرت عثمانؓ نے ایک مرتبہ مجمع عام میں فرمایا تھا کہ "اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو یا ظلم کرنے کا دعوی ہو تو میں حاضر ہوں ' اگر چاہے تو مجھ سے بدلہ لے لے اور اگر چاہے تو معاف کر دے

"۔ ☆ ۳۰

آپؓ کے عہد میں مخالفتوں نے جنم لیا۔ مخالفین آپ کی نرم مزاجی کی وجہ سے سازشوں پر کمربستہ ہو گئے مگر آپؓ نے پھر بھی شخصی آزادیوں پر کوئی قدغن نہیں لگائی۔ آپؓ نے کبھی سخت رویہ اختیار نہ کیا' اگرچہ آپ کا عہد حکومت کم تھا مگر آپ نے کوشش کی کہ ہر مظلوم کی داد رسی ہو سکے۔ آپ نے ہمیشہ سیاسی اختلافات کو بات چیت سے طے کرنے کی کوشش کی۔ "حضرت عثمانؓ نے تو سیاسی اختلاف کے اظہار کی اتنی کھلی چھوٹ دی کہ مخالفین کو طاقت سے کچلنے یا ان کی زبان بندی کرنے پر اپنی جان دینے کو ترجیح دی"۔ ☆۳۱

غرض آپؓ کا دور حکومت اختلافات اور اظہار رائے کی آزادی کا بے مثال دور ہے۔ آپؓ نے سب کی عزت نفس کا خیال رکھا' اختلافات کے باوجود اپنے مخالفین سے کوئی زیادتی نہ کی۔ آپ نے ہمیشہ دوسروں کی عزت و احترام کا پورا خیال رکھا۔

حضرت علیؓ :۔

آپؓ کا نام علی' کنیت ابو تراب اور لقب اسد اللہ تھا۔ ماں کا نام فاطمہؓ اور والد کا نام ابو طالب تھا۔ آپ نے بچپن ہی سے سایہ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں پرورش پائی' آپ کا عہد خلافت 24 ذوالحجہ 35 ہجری سے لے کر ۱۷ رمضان سن 40 ہجری یعنی ۴ سال ماہ اور 23 دن پر محیط ہے۔ آپ بہادری شجاعت اور علم و عرفان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

حضرت علیؓ ابن ابی طالب مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ اور داماد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے۔ آپؓ نے

لوائل عمری ہی میں اسلام قبول کیا ۔ آپؓ بے پناہ خود اعتمادی ' قوت ارادی اور شجاعت کے مالک تھے ' دنیا سے بے نیازی و ر غبتی میں آپ بلند مقام پر فائز ہیں ' آپ کا سینہ علم و حکمت کا سفینہ تھا ' حضرت علیؓ کے تعلقات اپنے پیش رو تینوں خلفائے راشدین سے نہایت خوشگوار تھے ' چاروں یاران رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپس میں "رحماء بینھم" کی عملی تصویر تھے ۔ حضرت علیؓ کی ذہانت و فطانت مثالی تھی آپ بلا کے معاملہ فہم تھے ' آپ کا دور عدل و انصاف کا مثالی دور تھا جس میں ایک عام آدمی کی طرح خلیفہ وقت کو عدالت میں حاضر ہونا پڑتا ۔ مثلا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ۔

"حضرت علیؓ نے ایک نصرانی کو بازار میں اپنی زرہ فروخت کرتے دیکھا تو کہا یہ میری ہے ۔ اس کے انکار پر مقدمہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا ' حضرت علیؓ کوئی شہادت پیش نہ کر سکے ۔ چنانچہ فیصلہ نصرانی کے حق میں سنا دیا گیا اور خود حضرت علیؓ نے اسے قبول کرتے ہوئے فرمایا "شریح تم نے ٹھیک فیصلہ کیا ' فیصلہ سن کر نصرانی حیرت زدہ رہ گیا اور بولا ' "یہ تو پیغمبرانہ عدل ہے کہ امیر المومنین کو عدالت میں آنا پڑتا ہے اور انہیں اپنے خلاف فیصلہ بھی سننا پڑتا ہے ' حقیقت یہ ہے کہ زرہ امیر المومنین کی ہے یہ ان کے اونٹ سے گر گئی تھی میں نے اٹھا لی" [۳۴]

آپ کے دور میں خوارج کی سازشیں اور فتنہ انگیزیاں عروج پر تھیں مگر آپ نے پھر بھی انہیں طاقت سے نہ دبایا ۔ حضرت علیؓ نے خوارج کو جو تحریری پیغام بھجوایا اس میں صاف لکھا تھا کہ "تم کو آزادی ہے جہاں چاہے رہو ' البتہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرار داد ہے کہ ناجائز طور پر کسی کا خون نہیں بہاؤ گے ' بدامنی پیدا نہیں کرو

گے اور کسی پر ظلم نہیں ڈھاؤ گے" ☆ ۳۳

حضرت علیؓ کے عہد حکومت میں خارجی آپؓ کو برا بھلا کہتے ' قتل کی دھمکیاں دیتے اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے مگر آپ نے ان کے طرز عمل کا برا نہ منایا اور ان کی زبان بندی نہ کی نہ انہیں گرفتار کیا اور نہ انہیں جیل کے اندھیرے دکھائے ' حالانکہ مخالفین آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔

"وہ علانیہ آپؓ کو گالیاں دیتے تھے۔ قتل تک کرنے کی آپ کو دھمکیاں دیتے تھے مگر ان باتوں پر جب بھی ان کو پکڑا گیا تو آپؓ نے انہیں چھوڑ دیا اور اپنی حکومت کے افسروں سے فرمایا کہ "جب تک وہ باغیانہ کارروائیاں نہ کریں ' محض زبانی مخالفت اور دھمکیاں ایسی چیز نہیں جن کی وجہ سے ان پر ہاتھ ڈالا جائے"۔ ☆ ۳۴

غرض تمام خلفاء راشدین نے عوام کے حق تنقید اور آزادی اظہار کو مقدم رکھا اور کبھی عوام الناس پر بے جا پابندیوں اور ظلم و جبر سے کاروبار حکومت چلانے کی کوشش نہیں کی ' یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین کا دور خلافت نیکی و شرافت ' ایثار و قربانی ' آزادی اظہار رائے اور عدل و انصاف کا مثالی اور روشن دور ہے۔

آزادی ذرائع ابلاغ کی حدود

پہاڑ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اس کی ایک حد ہوتی ہے جسے "چوٹی" کہتے ہیں۔ سمندر کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے جسے "ساحل" کہتے ہیں۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ کی آزادی کے لئے بھی چند حدود و دائرہ کار کا ہونا لازمی ہے۔ اگرچہ ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری و اثر پذیری بہت وسیع اور ہمہ گیر ہے لیکن اس کی چند اخلاقی حدود بھی ہیں جن سے تجاوز ملک و قوم اور معاشرے کے لئے نقصان کا باعث ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

ادخلوا فی السلم کافتہ ولا تتبعو خطوات الشیطٰن۔ (البقرہ۔ ۲۰۸)

ترجمہ:۔ تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ ☆۳۵

۱) قرآن عظیم الشان کا یہ حکم زندگی کے ہر شعبے اور ادارے کے لئے ہے چنانچہ ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ اسلام کی قائم کردہ حدود کے اندر رہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کریں۔

"اسلامی نظام میں فرد، ریاست اور اخبارات سبھی احکام و حدود کے پابند ہوتے ہیں، سب کا مقصد خیر کا فروغ اور شر کا انسداد ہوتا ہے، سب کے حقوق و فرائض اور دائرہ ہائے کار متعین ہوتے ہیں، کسی کا یہ حق نہیں کہ وہ اپنی حد سے تجاوز کرے یا اللہ کی مقرر کردہ حد کو توڑے"۔ ☆۳۶

گویا ذرائع ابلاغ کی آزادی کی حدود یہ ہیں کہ وہ یہ آزادی نیکی و شرافت کے فروغ کے لئے استعمال کر سکتے ہیں مگر شرانگیزی و فتنہ انگیزی کے لئے اس کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ اسلام تمام ذرائع ابلاغ کو عوام الناس کی بہتری اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں پاکیزگی، نیکی و دیانت، شہادت حق اور قیام انصاف کے فریضہ کی انجام دہی پر

مامور دیکھنا چاہتا ہے۔

"ابلاغ کے معنی پھیلانے اور پہنچانے کے ہیں ' اسلام نے طے کر دیا ہے کہ پھیلانے اور پہنچانے کی چیز صرف معروف ہے ' یہ ان کا ایجابی و فروغی کردار ہے اس کا سلبی (Negative) اور دفاعی (Defensive) یا حفاظتی (Protective) کردار یہ ہے کہ منکرات کو دبانے اور مٹانے کا فریضہ انجام دیں ' اسلامی اقدار پر جس سمت سے کوئی حملہ ہو اس کا منہ توڑ جواب دیں گویا فروغ خیر اور انسداد شر ان کا بنیادی کام ہے "۔ ☆ ۳۷

2) عام خبروں کی اشاعت کے لئے نجی و سرکاری ذرائع ابلاغ کو اپنی حدود متعین کرنی چاہیں بلکہ اپنے لئے ایک جامع ضابطہ اخلاق ترتیب دے کر عمل پیرا ہونا چاہیے کہ سچی خبروں کو چھپایا نہ جائے اور مختلف واقعات ' ہنگاموں اور ہڑتالوں و جلوسوں کی خبریں تصویریں اور سرخیاں اس طرح نہ دی جائیں کہ اس سے اشتعال پھیلے یا کسی فریق کا دوسرے فریق کے خلاف رد عمل ابھر کر سامنے آئے یا تصادم کی صورت حال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ڈاکٹر مسکین علی حجازی رقم طراز ہیں کہ۔

"ذرائع ابلاغ پر کوئی ایسی چیز شائع یا پیش نہ کی جائے جس سے عوام کے مختلف گروہوں میں کشیدگی پیدا ہو یا علاقائی گروہوں میں رنجش بڑھے اور ان کے درمیان اختلافات کو ہوا ملے "۔ ☆ ۳۸

3) ذرائع ابلاغ کو لوگوں کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا چاہیے چنانچہ مذہبی کتابوں ' آسمانی صحیفوں ' مختلف فرقوں ' مسالک اور علماء کی عزت و احترام کو اپنا شعار بنانا چاہیے ' اسلامی شعائر اور قوانین کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔ خلاف مذہب و تہذیب مواد کی اشاعت سے گریز کرنا چاہیے۔

4) ذرائع ابلاغ کو فحش مواد کی اشاعت سے قطعاً اجتناب برتنا چاہیے خواہ وہ تصویر کی صورت میں ہو یا تحریر کی صورت میں ' ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

ولا تقربو الفواحش ماظہر منھا وما بطن ۔ (سورۃ الانعام ۔ ۱۵۱)

ترجمہ :۔ اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوئی ۔ ☆ ۳۹

چنانچہ اخباروں ' رسائل اور ٹیلی ویژن کے ذریعے خواتین کے نیم عریاں جسم کی نمائش نہیں ہونی چاہیے اور ٹیلی ویژن پر فحش مکالمے ' ذومعنی جملے اور حیا سوز گیت ٹیلی کاسٹ نہ کیے جائیں ' علاوہ ازیں مخرب اخلاق مواد ' اسکینڈلز اور جنسی تشدد کی خبروں کی اشاعت سے گریز کرنا چاہیے ۔

5) دوسروں کی نجی زندگی میں مداخلت نہ کی جائے ' مختلف افراد ' اداروں اور گروہوں کی عزت نفس کا خیال رکھا جائے ۔ "دوسروں کی پگڑی اچھالنا آسان کام ہے لیکن یہ صحافتی آزادی کا انتہائی غلط استعمال ہو گا ' جب صحافی عوام کے حقوق کا نگہبان ہے تو اسے دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا ہو گا ' ایک شخص کی آزادی کی حدیں وہیں ختم ہو جاتی ہیں جہاں سے دوسرے شخص کی آزادی کی حدیں شروع ہوتی ہیں " ☆۴۰

6) جرائم کی خبروں کی اشاعت کے سلسلے میں بھی انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے ۔ ذرائع ابلاغ کا فرض ہے کہ وہ جرائم کی بیخ کنی کے لئے قانون ساز اداروں کی معاونت کریں ' مگر مجرموں کو ہیرو بنا کر پیش نہ کریں ۔ مجرم کے رشتہ داروں ' محلہ داروں اور دوستوں کے کردار کو نہ اچھالیں ' جرم کی کوئی بھی خبر جرم کی طرف رغبت کا باعث نہ بنے ' اس لئے رپورٹر حضرات کو جرم کی جزئیات فراہم کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے ۔

"نہ جرم کو کارنامہ کی صورت دیجئے نہ مجرم کو بطور ہیرو ظاہر کیجئے ۔ جنس و جرم کی کوئی خبر جب تک واقعی نہایت اہم نہ ہو اسے اہمیت نہ دیجئے ۔ ایسی تفاصیل بیان نہ کیجئے جس سے دوسروں کو نقل یا تقلید کی ترغیب ہو ' وحشیانہ قتل ' سخت اذیت پہنچانے کی واردات ' جسمانی عذاب وغیرہ کی تفاصیل نہ دیجئے ' جنسی جرائم کی کوئی تفصیل نہ دیجئے ۔ ایسی خبریں اس انداز میں لکھیں کہ انہیں گھر کے سب افراد کے سامنے بلند آواز سے پڑھا جا سکے"☆۴۱

علاوہ ازیں مسخ شدہ نعشیں ' جھلسے ہوئے چہرے ' رستے ہوئے زخم ' خون آلودہ کپڑے اور خون آلودہ چھرے یا کلہاڑوں کی تصاویر بھی شائع نہ کی جائیں تاکہ جرائم کی خبروں میں تشدد کی حوصلہ افزائی نہ ہونے پائے ۔

۷) قانون ساز اداروں ' عدالتوں اور ججوں کے وقار کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ' ان کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال نہ کیے جائیں ' ملکی قوانین ' حدود و تعزیرات پر تنقید نہ کی جائے ' علاوہ ازیں عدالتوں کے نظم و نسق میں مداخلت نہ کی جائے ۔

۸) قومی مفاد و ملکی سلامتی سے متعلق خفیہ معلومات اور دستاویزات منظر عام پر نہ لائی جائیں مسلح افواج کی عزت و وقار کا خیال رکھا جائے اور نظریہ پاکستان اور سالمیت پاکستان کو مجروح نہ کیا جائے ۔ آئین پاکستان اور صدر پاکستان کی ذات پر حملے نہ کیے جائیں ۔

۹) سچائی ابلاغ کی روح ہے ' ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ جھوٹی اور بے سروپا اطلاعات اور منفی پروپیگنڈا پھیلا کر قانون اور شرع کے مجرم بننے سے گریز کریں ' افواہوں کا تدارک کریں تاکہ معاشرے میں ذہنی انتشار ' بے سکونی اور عدم تحفظ کا احساس پیدا نہ ہو اور امن و امان کی صورت حال برقرار رہے ۔

۱۰) موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ ایک موثر قوت کی حیثیت رکھتے ہیں ' یہ رائے عامہ کے بننے اور بگاڑ پر قدرت رکھتے ہیں چنانچہ مبنی بر حقیقت سچی خبروں و اطلاعات سے عوام کو سیدھی راہ دکھائی جا سکتی ہے ' جب کہ جھوٹی اور من گھڑت خبروں سے وقتی طور پر لوگوں کو گمراہ بھی کیا جا سکتا ہے ۔ اس لئے اسلام نے ذرائع ابلاغ کی یہ حدود مقرر کی ہیں کہ اسلام کے دائرے کے اندر انہیں جو آزادی حاصل ہے وہ اس کا پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور سچی خبروں کی اشاعت میں اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور معاشرے میں اخوت ' محبت اور بھائی چارے کی فضاء استوار کریں ۔ ذرائع ابلاغ کا فرض ہے کہ وہ اپنی آزادی کو امن و عامہ کی صورت حال خراب کرنے ' قومی بہبود کی تذلیل کرنے ' وطن دشمنوں کی حوصلہ افزائی کرنے ' نظریہ پاکستان کی مخالفت کرنے ' صوبائیت و لسانیت کے فروغ ' فحاشی و بے حیائی کے پھیلانے اور سنسنی خیز اور گمراہ کن خبروں کی اشاعت کے لئے استعمال نہ کریں ۔ ایک اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کی آزادی نیکی و خیر کے فروغ کے لئے ہے چنانچہ انہیں اپنے تمام معاملات میں آخرت کی جوابدہی کے احساس کے ساتھ احتیاط کی ضرورت ہے ۔

حوالہ جات باب ہفتم

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر	مصنف / مترجم	مطبوعہ	سن اشاعت
1	صحافتی ذمہ داریاں	8	احسن اختر ناز	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
2	ابلاغ عامہ کے نظریات	49	ڈاکٹر محمد شمس الدین	"	"
3	فن صحافت	247	پروفیسر محمد عبدالسلام خورشید	مکتبہ کاروان - لاہور	1988
4	ہفت روزہ تکبیر	11	مضمون محمد صلاح الدین	تکبیر پریس کراچی	19 اپریل 1987
5	ابلاغ عامہ کے نظریات	50	ڈاکٹر شمس الدین	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	1990
6	مبادیات اخبار نویسی	33	فرخندہ ہاشمی	ملک بک ڈپو - لاہور	1987
7	القرآن سورۃ البقرہ آیت 180				
8	" سورت احزاب آیت 70				
9	اسلامی صحافت	73	سید عبدالسلام زینی	ادارہ معارف اسلامی لاہور	1988
10	مضمون، اسلام میں اظہار رائے کی آزادی اور اس کی حدود	11	محمد صلاح الدین	روزنامہ نوائے وقت کراچی	12 مئی 93ء
11	جبر و ظلم	40	مضمون اشفاق احمد کھوکھر	عظیم اکیڈمی لاہور	1988
12	القرآن آل عمران آیت 110				

13	القرآن سورۃ توبہ آیت 71				
14	تفہیمات جلد دوم	33	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	1985
15	القرآن سورۃ الانعام آیت ۱۵۱				
16	" سورۃ الاحزاب آیت ۶۱، ۶۲				
17	مضمون اسلامی ریاست میں رائے کی اہمیت	3	ڈاکٹر یوسف گورایہ	روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی	۸ جولائی 1988
18	القرآن سورۃ مجادلہ آیت ۱۰				
19	بنیادی حقوق	270	محمد صلاح الدین	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	1985
20	کتاب الخراج	53	قاضی ابو یوسف مترجم نجات اللہ صدیقی	چراغ راہ ۔ کراچی	1966
21	سیرۃ النبی (اول)	295	شبلی نعمانی	مطبع معارف اعظم گڑھ	
22	حضرت ابوبکر صدیق کے سرکاری خطوط	10	ڈاکٹر خورشید احمد فارق	ادارہ اسلامیات ۔ لاہور	1978
23	"	160	"	"	"
24	بنیادی حقوق	270	محمد صلاح الدین	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	1978
25	الفاروق	511	شبلی نعمانی	مدینہ پبلشنگ ہاؤس کراچی	1970
26	عمر بن خطاب	207	طنطاوی مترجم عبدالصمد صارم	مطبع البیان ۔ لاہور	1971
27	مضمون اسلام میں اظہار رائے کا تصور	3	ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ	روزنامہ جنگ راولپنڈی یکم مارچ	1987
28	مضمون اسلامی ریاست میں اجتہاد اور آزادی رائے کی اہمیت	3	"	روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۲ جون	1988
29	کتاب الخراج	129	قاضی ابو یوسف	مطبع چراغ راہ کراچی	1966

30	اسلامی ریاست	405	مولانا گوہر رحمان	المعارف سنٹر، لاہور	1982
31	بنیادی حقوق	274	محمد صلاح الدین	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	1978
32	تہذیب تاریخ جلد 6	386	ابن عساکر	مطبعہ دمشق	1345
33	اسلامی ریاست	33	امین احسن گیلانی	مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	1950
34	تفہیمات ۔ چہارم	82	سید مودودی	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	1985
35	قرآن حکیم سورۃ البقرہ آیت [illegible]				
36	اسلامی صحافت	71	سید عبدالسلام زینی	ادارہ معارف اسلامی لاہور	1988
37	مقالہ، اسلامی اقدار کے تحفظ میں ذرائع ابلاغ کا کردار	8	محمد صلاح الدین	دعوت اکیڈمی اسلام آباد	1987
38	مضمون پاکستان میں آزادی صحافت اور تعین حدود کا مسئلہ		ڈاکٹر مسکین علی حجازی	روزنامہ نوائے وقت لاہور	
39	قرآن حکیم سورۃ الانعام آیت ۱۵۱				
40	مضمون میڈیا ضمیر کی آواز		ہمایوں اختر خان	روزنامہ پاکستان لاہور	31.1.92
41	فن صحافت	235-36	پروفیسر عبدالسلام خورشید	مکتبہ کاروان، لاہور	1988

○ کتابیات (BIBLIOGRAPHY) ○

۱) قرآن مجید

۲) بخاری شریف ۔ جلد اول

۲) مسلم شریف ۔ جلد اول

۳) ترجمان الحدیث ۔ حصہ اول ۔ مرتبہ محمود حسن ۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور 1987

۴) ترجمان الحدیث ۔ حصہ دوم ۔ مرتبہ محمود حسن ۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور 1987

۵) راہ عمل ۔ مجموعہ احادیث ۔ مرتبہ مولانا جلیل احسن ندوی ۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور 1981

۶) سیرت النبیؐ ۔ جلد اول ۔ شبلی نعمانی ۔ مطبوعہ اعظم گڑھ

۷) الفاروقؓ ۔ شبلی نعمانی ۔ مدینہ پبلشنگ ہاؤس کراچی 1970

۸) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سرکاری خطوط ۔ ڈاکٹر خورشید احمد فارق ۔ ادارہ اسلامیات لاہور 1978

۹) عمر بن خطاب ۔ شیخ علی طنطاوی ۔ مترجم عبدالصمد صارم ۔ مطبوعہ البیان ۔ لاہور 1971

۱۰) کتاب الخراج ۔ قاضی ابو یوسف ۔ مترجم نجات اللہ صدیقی ۔ چراغ راہ کراچی 1966

۱۱) عبادات ۔ شبلی نعمانی ۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد 1982

۱۲) اسلامی ریاست ۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی ۔ ادارہ ترجمان القرآن ۔ 1965

۱۳) تفہیمات حصہ (چہارم) ۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی ۔ ادارہ ترجمان القرآن 1985

۱۴) صراط مستقیم - ثریا عندلیب - سنگ میل پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور 1995

۱۵) زکوٰۃ و صدقات - حاجی یعقوب شاہ - دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد 1991

۱۶) دعوت اسلامی اور اس کے مطالبات - امین احسن اصلاحی - یمن اسلامک پبلشرز لاہور 1979

۱۷) تعارف دینیات - محمد امین جاوید - ایوان ادب لاہور - 1992

۱۸) دینیات - سید ابوالاعلیٰ مودودی - ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1990

۱۹) تہذیب اسلامی - محمد ارشد خان بھٹی - اصلاح الادب لاہور - 1991

۲۰) بنیادی حقوق - محمد صلاح الدین - ادارہ ترجمان القرآن لاہور - 1978

۲۱) اسلام کو پھیلاؤ - آفتاب احمد شمسی - مکتبہ البیان لاہور - 1984

۲۲) اسلامی نظریہ حیات - پروفیسر خورشید احمد - شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ - کراچی یونیورسٹی 1984

۲۳) مسلمانوں کا نظم مملکت - مولوی علیم اللہ صدیقی - دار الاشاعت کراچی - 1988

۲۴) اسلام کا نظام حیات - سید ابوالاعلیٰ مودودی - اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور - 1986

۲۵) فکر و افکار - پروفیسر محمد خلیل اللہ - شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی - 1984

۲۶) اسلام ایک نظر میں - مولانا صدر الدین اصلاحی - اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور - 1987

۲۷) عورت اسلام کی نظر میں - سید ابوالاعلیٰ مودودی - مکتبہ منصور 1984

۲۸) مسلم دنیا - مرتبہ فیض احمد شہابی - المنار بک سنٹر لاہور 1990

(۲۹) آسان فقہ حصہ اول ۔ مولانا محمد یوسف اصلاحی ۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور ۔ 1983

(۳۰) آسان فقہ حصہ دوم ۔ مولانا محمد یوسف اصلاحی ۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور ۔ 1982

(۳۱) اسلامی ریاست ۔ مولانا امین احسن اصلاحی ۔ مکتبہ جماعت اسلامی لاہور ۔ 1960

(۳۲) فیروز اللغات (اردو) ۔ مرتبہ الحاج فیروز الدین ۔ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ۔ 1988

(۳۳) اردو لغت جلد اول ۔ مرتبہ الحاج فیروز الدین ۔ ترقی اردو بورڈ کراچی ۔ 1977

(۳۴) پاپولر اردو لغت عربی ر اردو ۔ اورینٹل بک سوسائٹی لاہور ۔

(۳۵) صحافتی ذمہ داریاں ۔ احسن اختر ناز ۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۔ 1990

(۳۶) ابلاغ عام کے نظریات ۔ ڈاکٹر محمد شمس الدین ۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد 1990

(۳۷) جدید ابلاغ عام ۔ مہدی حسن ۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۔ 1990

(۳۸) تصویری صحافت ۔ مہدی حسن ۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۔ 1990

(۳۹) تفتیشی خبر نگاری ۔ ہمایوں ادیب ۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۔ 1990

(۴۰) پروپیگنڈہ ۔ محمد علی چراغ ۔ سنگ میل پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور ۔ 1987

(۴۱) فن صحافت ۔ پروفیسر عبدالسلام خورشید ۔ مکتبہ کاروان لاہور ۔ 1988

(۴۲) صحافت صوبہ سرحد میں ۔ اجمل ملک ۔ قومی پبلشرز لاہور ۔ 1980

(۴۳) اسلامی صحافت ۔ سید عبد السلام رحمی ۔ ادارہ معارف اسلامی لاہور ۔ 1988

۴۴) کاروان صحافت ۔ پروفیسر عبدالسلام خورشید ۔ علمی کتب خانہ لاہور ۔ 1986

۴۵) جرنلزم ۔ عابد مسعود تہامی ۔ عظیم اکیڈمی لاہور ۔ 1986

۴۶) خیابان صحافت ۔ ڈاکٹر مسکین علی حجازی ۔ سنگ میل پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور ۔ 1992

۴۷) مبادیات اخبار نویسی ۔ فرخندہ ہاشمی ۔ ملک بک ڈپو لاہور ۔ 1987

۴۸) صحافت اور تشدد ۔ مرتبہ طاہر مسعود ۔ کراچی یونیورسٹی المنائی ایسوسی ایشن ۔ 1992

۴۹) پاکستان میں ابلاغیات (ترقی و مسائل) ڈاکٹر مسکین علی حجازی ۔ سنگ میل پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور ۔ 1990

۵۰) صحافت اور صحافی ۔ ڈاکٹر شفیق جالندھری ۔ علمی کتب خانہ لاہور ۔ 1984

۵۱) ذرائع ابلاغ اور دور جدید ۔ شمس الدین سعدی ۔ ڈیفنٹ پریس کراچی ۔ 1996

۵۲) مسلم گھرانے پر ذرائع ابلاغ کے اثرات ۔ حمی قطب الدین النجار ۔ مترجم ڈاکٹر ساجد الرحمان صدیقی ۔ ادارہ

معارف اسلامی لاہور ۔ 1992

۵۳) ابلاغ عام ۔ مہدی حسن ۔ مکتبہ کاروان لاہور ۔ 1986

۵۴) صحافت ۔ مہدی حسن ۔ اعتصام پبلشرز لاہور ۔ 1996

۵۵) ابلاغیات ۔ مرتبہ طاہر مسعود ۔ شعبہ ابلاغیات کراچی یونیورسٹی ۔ 1986

۵۶) ٹیلی ویژن صحافت ۔ جاوید اقبال پراچہ ۔ علمی کتب خانہ لاہور ۔ 1992

۵۷) افواہیں اور ان کے مہلک اثرات ۔ ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی ۔ دعوہ اکیڈمی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ۔ 1991

روزنامہ قومی اخبارات

۵۸) روزنامہ پاکستان ٹائمز۔ ۱۵ جنوری ۔ ۱۹۴۸

۵۹) روزنامہ نوائے وقت کراچی ۔ ۲ مئی ۱۹۸۳ء

۶۰) روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۔ ۹ جنوری ۱۹۸۷ء

۶۱) روزنامہ پاکستان لاہور ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۹۳ء

۶۲) روزنامہ جنگ راولپنڈی ۔ یکم مارچ ۱۹۸۷ء

۶۳) روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۔ ۱۳ جون ۱۹۸۸ء

۶۴) روزنامہ مشرق پشاور ۔ ۲۸ جنوری ۱۹۸۷ء

رسائل و جرائد

۶۵) ہفت روزہ تکبیر۔ کراچی ۔ ۹ اپریل ۱۹۸۷ء

۶۶) ہفت روزہ فاران کراچی ۔ جولائی ۱۹۹۳ء

۶۷) ہفت روزہ ایشیاء لاہور ۔ ۸ مارچ ۱۹۸۷ء

۶۸) ماہنامہ افکار معلم لاہور ۔ ادارہ تعلیمی تحقیق ۔ تنظیم اساتذہ پاکستان لاہور

۶۹) ماہنامہ اشراق لاہور ۔ دارالاشراق ۔ لاہور

۷۰) ماہنامہ ترجمان القرآن ۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

تحقیقی مقالہ جات

۷۱) اسلام میں صحافت کا تصور ۔ ڈاکٹر لیاقت علی نیازی

۷۲) اسلام کا نظریہ ابلاغ ۔ افتخار احمد کھوکھر

۷۳) اسلامی اقدار کے تحفظ میں ذرائع ابلاغ کا کردار ۔ محمد صلاح الدین

۷۴) اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار ۔ محمد صلاح الدین

۷۵) پی ایچ ڈی مقالہ ۔ "ترقی پذیر ممالک میں ذرائع ابلاغ" ڈاکٹر محمد خالد ۔ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان ۔

76. Responsibilities in Mass Communication - Willian L. River - Wilbur Schramm. - Chifford C. Christians. Harpher & Roow New Yark 1980.

77. Introduction to Mass Communication. - Edwim Every - Phillip H. Ault. - Warren K. Agree. USA 1973.

78. Mass Media and Communication - Charles S. Steinberg New York 1969.

79. Mass Communication principles - Massy B. Cassata - Molefi K. Asante. USA 1969.

80. Press Time - Julian Adam - Kemmeth Strathon USA 1986.

81. Introducing to Mass Communication Ault E. Every Harper & RowLondan 1979.

82. Research in education John W. Best USA 1977

83. Research Method in Secial Relation - Clairo Lawrence & Cook. USA 1976.

84. Introducing Mass Communication - Michael W. Gamble - Teri Kemel Gamble. Mc. Grow Hill Book Co. Singa Pur.

85. ABC of Radio Journalism - Prof. Mugheesuddin Sheikh. Markazi Kutab Khana Lahore 1981.

86. Communication Today A. R. Khalid Karwan Book House Lahore 1983.

87. Webster's 9th New collegiate Dictionary USA 1992.

88. Encyclopaedia Britannica Vol: 6 USA 1970.

تلخیص (ABSTRACT)

امت مسلمہ اللہ تعالی کی پسندیدہ امت ہے ' بندگی رب کا قیام اور فلاح انسانیت اس کا خاص مقصد ہے - قرآنی تعلیمات و احادیث نبویؐ کے قیمتی خزانے کی حامل اس امت کے پاس حیرت انگیز صلاحیت ہے کہ یہ دور جدید کے مسائل کو حل کر سکتی ہے - دنیا اخلاقی بے راہ روی اور سماجی خودکشی کی جس راہ پر گامزن ہے امت مسلمہ ہی دنیا کو اس تباہی و بربادی سے بچا سکتی ہے لیکن بدقسمتی سے یہ امت آج ذہنی جمود ' فکری انحطاط اور علمی افلاس میں مبتلا ہے کیونکہ مغربی ذرائع ابلاغ کا اطلاعاتی سیلاب (Information Flood) اور ثقافتی یلغار مسلمانوں کو اپنے عقائد ' رسم و رواج اور طرز حیات سے بیگانہ کر رہا ہے مغربی ذرائع ابلاغ کی باگ ڈور یہودیوں کے ہاتھوں میں ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان دنیا کی قیادت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ ع فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے

مغرب کی خدا ناآشنا تہذیب نے ۱۹ویں صدی کے صنعتی انقلاب کے بعد عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر نائٹ کلبوں ' مالش کدوں (Massage Rooms) حسن گاہوں (Beauty Saloons) اور مقابلہ حسن میں لا کھڑا کیا ہے ذرائع ابلاغ نے عورت کے اس جذبہ نمائش حسن کا بھرپور استحصال کیا چنانچہ زیورات ' نیم عریاں لباس اور میک اپ سے مسلح خواتین کو فلموں ' ٹیلی ویژن ' تعلقات عامہ ' اخبارات اور اشتہارات کی زینت بنا دیا گیا ہے - مغربی ذرائع ابلاغ ' آرٹ ' ثقافت ' شو بزنس اور تفریح کی آڑ میں بے حیائی اور مخلوط طرز زندگی کو فروغ دے رہے ہیں ' جس سے مسلم گھرانوں پر نہایت منفی

اثرات مرتب ہو رہے ہیں ' مسلم ممالک کو عصر حاضر میں ایک نئے ابلاغی چیلنج کا سامنا ہے ' چنانچہ وقت کا تقاضا ہے کہ اسلامی دنیا ' قرآن و سنت کے تقاضوں کے عین مطابق اور مسلمانوں کی ثقافت و اخلاقی اقدار سے ہم آہنگ نظریہ ابلاغ ' کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرے ۔

راقم الحروف نے اپنے مقالے میں ایک اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کے کردار کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے ۔ پہلے باب میں لفظ ابلاغ کی تعریف اور وضاحت کی گئی ہے اور قرآنی آیات کے حوالے سے حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کی گفتگو کو ابلاغ کا آغاز قرار دیا ہے ۔ ابلاغ کی مختصر تاریخ میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان نے کس طرح عمل ابلاغ کو مرحلہ وار تیز تر کیا ہے اور آج ابلاغ کے نت نئے ذرائع (ٹیلی ویژن ' فیکس مشین ' مصنوعی سیارے ' ریڈیو) وجود میں آگئے ہیں ' ذرائع ابلاغ جدید تہذیب کی روح رواں بن چکے ہیں ' ان کے بغیر انسانی زندگی بے کیف ' بے رونق اور "بے علم" رہ جاتی ہے ' ذرائع ابلاغ نے پوری دنیا کو "عالمی گاؤں" کی حیثیت دے دی ہے ۔

دوسرے باب میں مطبوعاتی ' بصری و سمعی ذرائع ابلاغ کی کارکردگی اور اثرات کا علیحدہ علیحدہ جائزہ لیا گیا ہے ۔ جدید ذرائع میں ٹیلی ویژن کو موثر ترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کا تعلق دید و شنید دونوں سے ہے ۔ ٹیلی ویژن کے ساتھ وی سی آر اور ڈش انٹینا کی ایجاد و اشتراک نے اسے مزید حیران کن اور مفید ذریعہ معلومات میں بدل دیا ہے ۔ عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کی کارکردگی میں عجلت ' وسعت اور عمدگی پیدا ہو گئی ہے ' مغربی ممالک میں ابلاغیات کو باقاعدہ سائنس کا درجہ دے دیا ہے ۔ مطبوعاتی ذرائع

ابلاغ (اخبارات و رسائل) کے جائزے میں بتایا گیا ہے کہ یہ ذرائع غیر خبری تصاویر کا سہارا لے کر بے حقصدیت پھیلا رہے ہیں ' فنکاروں ' اداکاروں کی اتنی بڑی بڑی اور رنگین تصاویر شائع ہوتی ہیں کہ ایسی تصاویر کبھی قومی ہیروز کی بھی شائع نہیں کی جاتیں ۔ علاوہ ازیں جنس و جرائم پر مشتمل سنسنی خیز خبریں نجی زندگی کے سیکنڈل اور مخرب الاخلاق مواد عوام میں گھٹیا ذوق پیدا کر رہا ہے ۔ اسی طرح ذرائع ابلاغ اور رائے عامہ کے تحت یہ بتایا گیا ہے کہ حکومتیں ' ادارے اور افراد ذرائع ابلاغ کے محتاج ہیں کیونکہ یہ ذرائع رائے عامہ کے ترجمان ہیں اور موجودہ دور رائے عامہ کی حکمرانی کا دور ہے ۔

تیسرا باب اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہے ' جس میں لفظ "اسلام" کے معنی اور اسلام کے بنیادی عقائد توحید ' رسالت ' آخرت ' ملائکہ و کتب پر ایمان کی وضاحت کی گئی ہے اور جاہلانہ ' مشرکانہ ' راہبانہ تصور عبادت کے ساتھ ساتھ اسلام کے جامع تصور عبادت کی تشریح کی گئی ہے ۔ اس کے بعد اسلام کے بنیادی ارکان کلمہ ' نماز ' روزہ ' زکواۃ اور حج کا مختصر تذکرہ ہے ۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی معاشرہ خدا اور رسول ﷺ کے احکامات پر مبنی معاشرہ ہے جس میں فرد ' خاندان ' رشتہ داروں اور ہمسایوں کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے ' اسلامی معاشرے میں مسجد و مدرسہ کو خصوصی مقام حاصل ہے یہاں پر افراد قوم تعلیم و تربیت ' تنظیم اور مساوات سیکھتے ہیں ۔

چوتھے باب میں اسلام کے تصور ریاست ' پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جمہوریت کے برعکس یہ ریاست اللہ کے مقتدر اعلیٰ ہونے کا اقرار کرتی ہے ' جس طرح فرد کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا

اعلان کرتا ہے ' اسی طرح ریاست جب اللہ کے مقتدر اعلیٰ اور قرآن و سنت کے ماخذ قانون ہونے کا کلمہ اپنے دستور میں پڑھتی ہے تو وہ اسلامی ریاست قرار پاتی ہے ۔ مقالہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اسلامی ریاست سے مراد وہ ماڈل اسلامی ریاست ہے جو نبی کریم ﷺ نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں قائم کی تھی ' آخر میں موجودہ اسلامی دنیا کے چیدہ چیدہ اسلامی ممالک کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے ۔ اور بتایا گیا ہے کہ اس وقت ۵۵ اسلامی ممالک دنیا کے نقشے پر موجود ہیں اور اسلامی دنیا کی آبادی ایک ارب ۲۰ کروڑ مسلمانوں پر مشتمل ہے ۔ یہ ممالک قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہیں مگر عالمی سیاست اور حالات کی صورت گری میں ان کو کوئی موثر حیثیت نہیں ' ایسے حالات میں مسلم ممالک کا اتحاد ایک بڑی اور عالمی سیاسی قوت ثابت ہو سکتا ہے ۔

پانچویں باب میں آمریت ' آزادی پسندی ' اشتراکیت اور سماجی ذمہ داری کے مروجہ نظریہ ہائے ابلاغ کی مختصر تاریخ اور تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ دور آمریت ' شہنشاہیت ' سرمایہ داری نظام ' اشتراکی نظام اور جمہوری نظام میں ذرائع ابلاغ کی حیثیت و کارکردگی پر بحث کی گئی ہے ۔ یہ تمام نظریات بدلتے ہوئے معاشی و معاشرتی حالات کے سامنے دم توڑ چکے ہیں ۔ سماجی ذمہ داری کا نظریہ اگرچہ قابل عمل ہے مگر یہ بے سمت سفر کی مانند ہے ' یہ نظریہ ابلاغ کے لئے اعلیٰ مقاصد کے تعین میں ناکام ہے ۔

چھٹا باب مقالے کی روح ہے ' اس باب میں قرآنی آیات ' احادیث نبوی ﷺ اور ماہرین ابلاغیات و مفکرین اسلام کی آراء کی روشنی میں اسلامی نظریہ کی وضاحت کی گئی ہے ۔ اور بتایا گیا ہے کہ

اسلام کو اولین نظریہ ابلاغ پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہے ' اس باب میں قرآن و حدیث کے حوالے سے ذرائع ابلاغ کے لئے بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں جن میں ذرائع ابلاغ کے فرائض میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر ' عریانی و فحاشی کا خاتمہ ' فریضہ حق گوئی کی ادائیگی ' دوسروں کی دل آزاری سے گریز ' نجی معاملات میں تجسس کی ممانعت اور صحت معلومات کی تصدیق وغیرہ شامل ہیں ' یہ ایک عالمگیر اور آفاقی نظریہ ابلاغ ہے جو اخلاقی اصولوں پر قائم ہے یہ نظریہ فرد کی آزادی اور اصلاح و تربیت کے ساتھ پورے معاشرے کے لئے خیر و فلاح کا باعث ہے ' یہ متوازن نظریہ ہے جو آزادی و ذمہ داری کے درمیان حکیمانہ توازن کا حامل ہے ۔ اسلام کا نظریہ ابلاغ جدید دنیا کو درپیش سینکڑوں نفسیاتی ' اخلاقی ' سیاسی اور معاشرتی مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔

ساتویں باب میں آزادی ذرائع ابلاغ کی حدود کو اجاگر کیا گیا ہے ' اور بتایا گیا ہے کہ اگرچہ حریت فکر انسان کا بنیادی حق ہے اور ذرائع ابلاغ کی ترقی نے آزادی اظہار کو بے حد اہم بنا دیا ہے لیکن اسلام دوسروں کے نجی معاملات میں مداخلت ' الحاد و دہریت کی اشاعت ' فحاشی کے فروغ ' قومی رازوں کے افشاء ' دوسروں پر الزام تراشی اور وطن کی نظریاتی سرحدوں پر ضرب لگانے کی آزادی نہیں دیتا ' اسلام آزادی اظہار رائے کا علمبردار ہے اور اس حق کو فریضہ کے طور پر استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے ۔ اس باب میں عہد نبوی میں اظہار رائے کی آزادی سے متعلق واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے اس طرح خلفائے راشدین کے دور کو بھی آزادی اظہار رائے کا سنہری دور قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ذرائع ابلاغ کو عصبیت پھیلانے '

قومی ہیروز کی تذلیل کرنے ' افواہیں پھیلانے ' ملکی افواج و قوانین پر تنقید کرنے اور ملکی دستور و قومی سالمیت کو نقصان پہنچانے سے گریز کرنا چاہیے ۔

ذرائع ابلاغ کی مثال دو دھاری تلوار کی سی ہے ' ان سے خیر اور نیکی کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے اور برائی اور شر کو بھی پھیلایا جا سکتا ہے ۔ ایک اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کی آزادی معاشرے میں اخوت،رواداری' محبت اور باہمی ہمدردی کی فضا استوار کرنے اور نیکی و بھلائی کے فروغ کے لئے ہے ' نہ کہ منکرات کے پھیلاؤ کے لئے ۔ اسلام ذرائع ابلاغ کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ گھر گھر نقب لگا کر شرم و حیاء کے تقدس کو پامال کریں ' بے ہنگم موسیقی اور اختلاط مرد و زن کی مجالس بڑھ چڑھ کر پیش کریں اور عورتوں کے مقابلہ حسن ' من باتھ اور ورزشی مناظر کو گھر گھر پہنچانے کا اہتمام کریں ۔

اسلامی ریاست ذرائع ابلاغ پر کچھ اخلاقی پابندیاں اور سماجی ذمہ داریاں عائد کر کے انہیں مکمل آزادی اور احتساب کا حق عطا کرتی ہے تاکہ ہدایت و رہنمائی کے یہ سرچشمے فلاحی معاشرے کے قیام میں حکومت کی معاونت کریں ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ کی پالیسی صحیح رخ پر متعین ہوتی ہے ان کا مقصد واضح اور قومی تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتا ہے ' چنانچہ یہ ذرائع ملک و قوم کے لئے نہ صرف فکری استحکام کا باعث ہوتے ہیں بلکہ عوام الناس میں حقوق و فرائض کا احساس پیدا کرنے ' فکر و عمل کی راہیں کھولنے اور بہتر تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دینے کا باعث بھی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک صالح 'مہذب اور پاکیزہ معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے ۔



DEPARTMENT OF JOURNALISM
AND MASS COMMUNICATION
GOMAL UNIVERSITY DERA ISMAIL KHAN (PAKISTAN)
Phone; 0529 / 9284 Fax: 0529 / 4573

TO WHOM IT MAY CONCERN

This is to certify that Mr. Mohammad Wasim Akbar is a regular employee of this university and is working as a Lecturer in the department of Journalism and Mass Communication.

At present, he is on study leave and is right now collecting data for his Ph. D dissertation from different libraries in Islamabad.

He may be extended all possible library-use facilities.

Thanks.

Fazal-e-Rahim 1/12/8/92

(DR. FAZAL RAHIM KHAN)
CHAIRMAN.

شماره: 161 /PR
تاریخ: 1/1/1992
پیوست:



بسمه تعالی

خانهٔ فرهنگ جمهوری اسلامی ایران
پیشاور

Mr. M.W. Akbar,

Lecturer,

Department of Journalism,

& Mass Communication,

Gomal University,

D.I.Khan.

Dear Mr. Akbar,

Kindly refer to your letter dated November 27,1991 to the embassy of the Islamic republic of Iran, you are directed to pay a visit to the Cultural Centre of the Islamic republic of Iran ,3-Sir Syed Road Peshawar .

It is advised that on the receipt of this letter please contact us on telephone and confirm the [redacted] date of your meeting with the Director General of this centre.

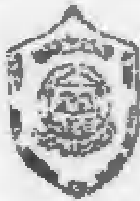
Thanks

Yours truly,

I/C Public relation

CULTURAL CENTRE OF ISLAMIC REPUBLIC OF IRAN

3-Sir Syed Road, PESHAWAR CANTT. (Pakistan) Tel. 75353 - 79453



DEPARTMENT OF JOURNALISM
AND MASS COMMUNICATION

GOMAL UNIVERSITY DERA ISMAIL KHAN (PAKISTAN)
Phone; 0329 / 0264 Fax: 0529 / 4673

Dr.Abdurrehman Shimiri,
Director Islamic Education
Umm-Al-Qura
MAKKAH (K.S.A)

)

Honourable Sir,

Assalam Alaikum. I have the honour to submit that I am working on my dissertation thesis.

"ROLE OF MASS MEDIA IN AN ISLAMIC STATE"

I have scanned all the resource material from the important libraries of Pakistan. I am facing so many difficulties in the search of relevant data because very few Muslim Scholars have contributed in this field.

It is my eager desire to visit Saudi Arabia and collect research material from the most modern and well-equipped ~~kkkkk~~ libraries of Saudi Arabia for my thesis.

I request that I may kindly be allowed a complimentary visit to Saudi Arabia.

Yours Obediently,

5/10/93

Dated 05 October'1993

(MOHAMMAD WASIM AKBAR)
Lecturer,Department Journalism
and Mass Communication,
GOMAL UNIVERSITY
DERA ISMAIL KHAN(NWFP)
PAKISTAN

ملكة العربية السعودية
وزارة التعليم العالي
امعة أم القرى
د البحوث العلمية وإحياء التراث الإسلامي
مركز بحوث التعليم الإسلامي

الرقم: ....
التاريخ: ....
المشفوعات: ....



Mr. Mohammad Wasim Akbar Sheikh,
Lecturer, Dept.. of Journalism & Mass Comm.,
Gomal University, D.I. Khan,
Pakistan.

Dear Br. Akbar,

As-Salamu Alaiykum.

Your letter to Dr. Abdurrahman Shamiri, my predecessor, has been forwarded to me recently.

Unfortunately, the University does not have any program which offers complementary visits to the Kingdom. You may write to Muslim world League and Organization of Islamic Conference for assistance in your project.

Whenever [illegible] do complete your dissertation, please send a copy of it to us. We will be happy [illegible] consider it for publication.

I wish you the best in your academic persuit.

Sincerely,

Dr. Abdurrazzaq Ahmed Zafar,
Director, Center for Research in
Islamic Education.

Center for Research in Islamic Education Institute for Research & Revival of Islamic Heritage
Makkah Al Mukarramah P.O. Box 1034
Cable Gameat Umm Al - Qura, Makkah
Telex 540295 Taleem, SJ. / 540026 Jamaka SJ
Facsimely 5586707 / 5564560
Tel - 02 - 5565677 / 5586707 / 5582561

مكة المكرمة ص.ب ١٠٣٤
برقيا جامعة ام القرى مكة
تلكس عربي ٥٤٠٠٤١ م.ك جامعة
فاكسميلي ٥٥٨٦٧٠٧ / ٥٥٦٤٥٦٠
تليفون ٠٢ ـ ٥٥٨٦٧٠٧ / ٠٢ ـ ٥٥٦٥٦٧٧

کچھ محقق کے بارے میں - (VITA)

محمد وسیم اکبر شیخ ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء کو ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان میں پیدا ہوئے - انہوں نے ۱۹۸۱ء میں گورنمنٹ کالج ڈیرہ سے بی اے کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا - ۸۴ - ۱۹۸۲ء میں شعبہ صحافت گومل یونیورسٹی سے ایم اے صحافت کی ڈگری اول پوزیشن کے ساتھ حاصل کی - ۱۹۸۷ء میں اردو ادب میں ایم اے کیا اور اسی یونیورسٹی سے ۱۹۹۱ء میں ایم اے پولٹیکل سائنس کی ڈگری حاصل کی -

۱۹۸۴ء میں شعبہ صحافت میں بحیثیت ریسرچ اسسٹنٹ ایک سال تک "ڈیرہ اسمٰعیل خان کی تاریخ صحافت" پر ریسرچ کرتے رہے ' اکتوبر ۱۹۸۵ء میں بحیثیت لیکچرر شعبہ صحافت میں تعینات ہوئے اور تاحال وہیں خدمات سرانجام دے رہے ہیں - شعبہ میں فن ادارت ' فن خبر نویسی اور تفتیشی خبر نگاری ان کے تدریسی مضامین ہیں -

دو عدد کتب "وجود باری تعالیٰ" ' "مسلمان استاد" اور ایک تحقیقی مقالہ "اسلامی اقدار کے تحفظ میں ذرائع ابلاغ کا کردار" شائع ہو چکے ہیں جب کہ دو کتب "ذرائع ابلاغ اور اسلام" اور "صحافتی معلومات" زیر طبع ہیں - وہ ابلاغیات سے متعلق بہت سے قومی سیمینارز اور کانفرنسوں میں شعبہ صحافت گومل یونیورسٹی کی نمائندگی کر چکے ہیں - یونیورسٹی میگزین "دانش" کے سٹاف ایڈیٹر کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ہیں